گرین سیریز-------------از-------------ابنِ طالب

www.qaricafe.com
شکاری
ابنِ طالب
Fb.me/ibnetalibgs
خاص نمبر
گرین سیریز # 11

گرین سیریز

ناول#11۔۔۔۔ یکم اپریل2020

ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں اور مصنف کی اپنی تخلیق ہیں۔ جن میں کسی بھی قسم کی کلی یا جزوی مطابقت محض اتفاقیہ امر ہو گا جس کا مصنف ذمہ دار نہیں۔

ناول یا اس کے کسی بھی حصے کو کاپی کرنا، نقل کرنا یا چوری کرنا قانونی اور اخلاقی جرم ہے۔ جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

ہماری بات

السلام علیکم قارئین!

پیراسائیٹس (گرین سیریز #07) سے شروع ہونے والا قصہ اختتام پزیر ہونے کو ہے اور یہ قصہ اس حصے میں اپنا زہریلا اثر کھولتا ہوا نظر آئے گا۔ ناول کیسا رہا یہ تو آپ کی رائے سے ہی جان سکوں گا، اس ناول کے تین چھوٹے حصے کئے گئے ہیں اور ایسا قارئین کی سہولت کے لئے کیا گیا ہے کیونکہ پہلے دو حصے، علاقائی اعتبار سے، مختلف مقامات پہ ایک دوسرے کے متوازی چلتے ہیں جس وجہ سے الگ حصے بنا دیئے تاکہ الجھاؤ نہ پیدا ہو۔

سراغ رسانی کا چھڑکاؤ بھی شاملِ ناول ہے، ایکشن بھی ہے تو سہی لیکن وہ حالات کی وجہ سے ہے وگرنہ ساحر اس بار کچھ اور ہی کرنا چاہتا تھا۔ جی ہاں......... ساحر اس کہانی میں اصل روپ میں سامنے آئے گا لیکن.....

انداز ذرا بدلا بدلا سا جو کہ ناول کا نام ہی ظاہر کرتا ہے۔ یہ کہانی، اس حصے میں، میں نے یادداشت کے سہارے ہی سمیٹی ہے اور کوشش کی ہے کہ اچھے طریقے

سے تمام الجھنیں سلجھا دوں سوائے ساحر کے، کیونکہ "وہ الگ قصہ ہے"۔ ضرورت کے حساب سے گرین سروس کے ممبرز اپنے انداز میں حصہ لیتے نظر آئیں گے اور ہاں۔۔ چنگیزی۔۔ خیر پڑھ لیجئے گا۔

آپ کو سوشل میڈیا پہ استعمال کیا جانے والا ایک پینترہ ملے گا، مفاد پرست، قوم پرست اور سلامتی پرست بھی ملیں گے۔ یہ کہانی شاید صفحات کے حوالے سے اتنی نہیں جتنی میں چاہتا تھا یا آپ چاہتے تھے لیکن میری صحت کے حالات آپ جانتے ہیں، اس حوالے سے مشکل ترین کہانی رہی اور بہت ہی طویل بھی۔ اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔

آج کل کرونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے، جہاں احباب بہت سے مسائل میں الجھے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے، وہ نہیں ہونا چاہیے، یہ اس وجہ سے ہے، ایسا ہوتا کہ نہ ہوتا یا ویسا ہے تو ایسا ہے۔۔۔ ضرور تحقیق اور مطالعہ میں مگن رہیں مگر..... احتیاط کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ احتیاط کیجئیے، سب کے لئے دعا کیجئیے۔ عمل کے ذریعے مثبت طرزِ عمل اور مثبت سوچ کو فروغ دیں، مثبت طرز عمل باتوں سے پھیلتا ہوتا تو کب کا سب کچھ پاک صاف ہو چکا ہوتا۔ سلامت رہیں۔

والسلام

ابنِ طالب

حصہ اول

دھرررررر کی آواز کے ساتھ جنریٹر یوں جاگے جیسے جواریوں پہ پولیس کا چھاپہ پڑنے سے ہڑبونگ مچی ہو۔ بجلی بند ہوتے ہی جنریٹروں کی ہڈحرامی ختم ہو جاتی تھی جبکہ ان کا دعویٰ باطل تھا کہ بجلی کی تاریں، کھمبے اور ٹرانسفارمر ہی ہڈحرام ہیں۔ رات کے پچھلے پہر دارالحکومت کے اُس حصے کی بجلی بند ہونا بلاشبہ اچھنبے کی بات تھی۔

ایلیٹ کلاس کی اس کالونی میں مختلف علاقوں سے آئے حکومتی عہدیداران و سیاستدان رہتے تھے اور اس کالونی کی بجلی بند کرنا موت کو دعوت دینے جیسے تھا کجا کہ اس وقت۔ اگرچہ امیر کبیر لوگ تھے، بڑے بڑے نفیس جنریٹر رکھتے تھے لیکن ہر گلی میں ایک نہ ایک گھر

ایسا ہوتا ہی ہے جن کا بچہ بد تمیز نکل ہی آتا ہے اور رات کی تاریکی میں مختلف گلیوں کے بد تمیز جنریٹر گھر کی کھڑکی کے قریب کھڑے چیختے محسوس ہوتے تھے۔

بجلی بند ہوتے ہی زندگی نے کروٹ بدلی اور پھر دبی دبی دو چار گالیاں دیتی منہ پہ لحاف لیتی سو گئی مگر... وہ تازہ دم تھا، سیاہ چست لباس، ہاتھوں پہ باریک دستانے اور پاؤں میں "گونگے" جوتے پہنے وہ مرکزی سڑک پہ اپنی سپورٹس کار میں موجود تھا۔ کار، سڑک کنارے بنے چھوٹے مگر نفیس مسافر خانے کی اوٹ میں کھڑی تاریکی کا حصہ ہی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ کار سے نکلا، پشت پہ ایک بیگ لادا، کار لاک کی اور چہرے پہ سیاہ نقاب پہنتے ہوئے کالونی کی سڑک پہ چل دیا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھائے، سر جھکائے دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کیونکہ اس کالونی کی ہر دیوار پہ کیمرے ایسے لگائے گئے تھے جیسے ہر عمارت میں ملکی سلامتی کے نازک ترین فیصلہ ہو رہے ہوں۔ یوں چلتے چلتے وہ ایک بڑی سی عمارت کے گیٹ پہ پہنچا۔ رات کے اس پہر انسان تو انسان، کتے بھی نیند سے لہرانے لگتے ہیں۔ وہ اس عمارت کی دیوار کے

ساتھ چلتا ہوا سڑک کنارے لگے درخت کے پاس رکا اور پھر بندر کو شرمندہ کر دینے والی پھرتی سے درخت پہ چڑھتا چلا گیا، درخت پہ پہنچتے ہی بغیر رکے، تھمے اس نے چھلانگ لگائی اور قلابازی مارتا ہوا دھپ سے کوٹھی کے لان میں اترا۔ لان میں اترتے ہی اس نے الٹی قلابازی ماری اور وہ دیوار کے قریب باڑ کے پیچھے تھا۔ کچھ دیر دبکا رہا اور پھر جھکے جھکے انداز میں عمارت کی طرف دوڑا۔ بغیر کسی رکاوٹ کے وہ دیوار کے قریب پہنچا ہی تھا کہ......"بشیرے؟ تم ہو یہ؟۔" ایک نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"ہاں.. میں نے سوچا۔۔" اس نے کھانستے ہوئے کہا اور پھر جیسے کھانسی کا دورہ پڑا ہو، وہ لگاتار کھانسنے لگا مگر آواز اتنی ہی تھی کہ قریب موجود وہ شخص ہی سن پاتا۔

"اوہ، کیا ہوا؟۔ ٹھیک تو ہو؟۔" وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"ہاں، اب تک سب ٹھیک ہی تھا۔"

اس نے کہا اور ایک ہاتھ سے نوارد کا بازو پکڑا، دوسرے سے سر اور گھما

کر دیوار سے دے مارا اور پھر اس کی چیخ نکلنے سے پہلے ہی کنپٹی پہ پٹاخہ چھوٹا تھا اور وہ لہرا کر اس کی بانہوں میں جھول گیا، اس نے پھرتی سے اسے دیوار کی جڑ میں لٹایا اور عمارت کی عقبی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ عقب میں پہنچ چکا تھا۔

عمارت کے عقب میں لوہے کا پائپ تھا جو چھت تک جا رہا تھا، اس نے بھی پائپ سے لفٹ لی اور تیزی سے چھت کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ چھت پہ پہنچ گیا تھا۔ چھت پہ ایک گارڈ کمبل میں لپٹا، اوندھا لیٹا ڈیوٹی کی شدت سے خراٹے لے رہا تھا، نوارد کو دیکھ کر مشین گن ہڑبڑائی مگر پھر چپ کر گئی کہ اگر مالک کو کچھ نہیں تو مجھے کیا "پاگل ٹریگر" نے کاٹا ہے جو بھونکوں۔

وہ سر ہلاتے ہوئے چھوٹے سے کمرے میں پہنچا جہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔ اگر چھت پہ گارڈ نہ ہوتا تو شاید دروازہ بند ہی ملتا لیکن وہ بھی کچھ دن کی ریکی کے بعد حملہ آور ہوا تھا جس وجہ سے ہر چیز پلان کے مطابق چل رہی تھی۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے وہ گراؤنڈ فلور پہ پہنچا اور راہداری میں آگے بڑھتا ہوا آخری کمرے کے دروازے

پہ رکا۔ جیب سے پتلی سی تار نکالی، اور کچھ ہی دیر میں لاک کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔

سامنے نرم، گرم اور مہنگے، جہازی سائز کے بیڈ پہ ایک صحتمند وجود سو رہا تھا۔ اس نے وجود کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور بیگ کو ڈریسنگ کے سامنے رکھ کر اس وجود کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا ہاتھ گھوما اور وہ وجود تڑپ کر نیند سے اگلے لیول، بے ہوشی میں داخل ہوا۔ نقاب پوش نے اسے اٹھا کر ایک طرف موجود راکنگ چیئر پہ باندھنا شروع کیا، اس سے فارغ ہو کر اس نے اس شخص کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور پھر واش روم کی طرف بڑھا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا تو اپنے شکار کے شب خوابی کے لباس میں تھا اور پھر بیگ کھول کر وہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میک اپ کِٹ اس کے سامنے کھلی پڑی تھی اور ہاتھ پنکھے کی سی تیزی سے چل رہے تھے۔

✸

وہ فراخ پیشانی والا لمبے قد کا ادھیڑ عمر شخص تھا۔ عمر کو دیکھ دیکھ کر پیٹ بھی رنگ پکڑ رہا تھا، اگرچہ اتنا بھی بڑھا نہیں تھا پھر بھی اپنی موجودگی کا کامیاب احساس دلا رہا تھا۔ چہرے سے وہ سخت گیر انسان ہی محسوس ہوتا تھا یہاں تک کہ ہاتھ بھی کھردرے تھے۔ آنکھوں پہ موٹے شیشوں والی عینک لگائے وہ صوفے میں دھنسا ہوا تھا۔ کلف والا سوٹ اور اس پہ ویسٹ کوٹ جو کہ چہرہ کی رنگت سے میل کھاتی تھی یعنی سیاہ۔ پہلی نظر میں وہ ایک خاموش اور بے ضرور وجود نظر آ رہا تھا۔

فون کی گھنٹی سن کر اس نے سست رفتاری سے سر گھمایا اور ناگواری سے تپائی پہ موجود فون کو دیکھتے ہوئے ریسیور اٹھایا۔

"سیٹھی بول رہا ہوں۔" اس کی بھاری مگر دھیمی آواز نکلی۔

"کھانا تیار ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور کال بند ہو گئی۔

سیٹھی یہ سنتے ہی جھٹکے سے کھڑا ہوا، ریسیور کریڈل پہ رکھتے ہوئے وہ تیز رفتاری سے ایک الماری کی طرف بڑھا اور جیب سے چابی نکال کر الماری کھولی، اس کی ایک خفیہ دراز سے چھوٹا سا موبائل فون نکالا اور الماری کھلی چھوڑ کر واپس مڑا۔ ابھی وہ کرسی تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ فون تھر تھرانے لگا۔ اس نے تیزی سے کال ریسیو کی۔

"سیٹھی بول رہا ہوں۔"

"بلیک بول رہا ہوں۔ ہمارے خلاف کچھ لوگ کام کر رہے ہیں اور ہمارے کچھ لوگ ان کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ اس وجہ سے ایک میٹنگ بلائی گئی ہے جس میں تم بھی اس میں شامل ہو گے لیکن یاد رہے کہ کوئی غیر ضروری بات نہیں کرنی۔ جلد سے جلد میٹنگ کے لئے کوئین بلڈنگ پہنچو، اور ہوشیار رہنا۔" دوسری طرف سے پیغام دیتے ہی کال بند ہو گئی اور سیٹھی نے مڑ کر موبائل الماری میں رکھا اور طویل سانس لیتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ شہر کے وسط میں بنی ایک بوڑھی عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ یہ عمارت انگریزوں کے زمانے کی تھی۔ وہ عمارت سے کچھ دور گاڑی چھوڑ آیا تھا اور چہرہ اس وقت ایک بڑے مفلر سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے چلتا ہوا، بغیر رکے عمارت کے پرانے دروازے سے اندر گھستا چلا گیا۔ اندر گھستے ہی اطراف سے گن بردار نکل کر سامنے آئے اور اسے روک لیا۔ اس نے چہرے سے مفلر ہٹایا۔

"سیٹھی۔ آپریشن بی ایم ون۔" اس نے کہا تو گن بردار ادب سے سلام کرتے، واپس ہٹتے ہوئے پھر گم ہو گئے اور سیٹھی اطمینان بھرے انداز میں عمارت میں داخل ہوا۔

وہ خالی عمارت میں آگے بڑھتا چلا گیا اور سٹور روم کے طور پہ استعمال ہونے والے، کاٹھ کباڑ سے بھرے کمرے میں پہنچا۔ کاٹھ کباڑ پہ گرد، لیٹی کھانس رہی تھی۔ اس نے ایک طرف پڑی چٹائی کو کھینچا اور چٹائی کے نیچے والی جگہ پہ مخصوص انداز میں پاؤں مارا اور پھر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ سے بھی کم وقت میں گڑگڑاہٹ کے ساتھ فرش کا وہ حصہ لفٹ کی طرح نیچے کھسکنے لگا۔ چند لمحوں بعد فرش رکا اور سیٹھی

کے سامنے ایک دروازہ کھلا ہوا تھا جس کی دوسری جانب راہداری تھی۔ سیٹھی نے قدم بڑھایا اور راہداری میں داخل ہوا اور تیزی سے ایک مخصوص کمرے کی جانب بڑھا۔ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اس نے جیب سے موبائل نکال کر دیوار میں بنے سوراخ میں ڈالا اور کمرے کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

کمرے میں متوسط سائز کی میز کے گرد نو کرسیاں رکھی تھیں۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا، اس کے بیٹھنے کی دیر تھی کہ اسی کمرے میں کھلنے والے مختلف دروازوں سے لوگ اندر داخل ہونے لگے اور جلد ہی صرف ایک کرسی خالی رہ گئی۔ سیٹھی نے عقابی نظروں سے تمام شرکاء کا جائزہ لیا اور پھر اس پرانے کمرے کو دیکھنے لگا جس میں بازار کے مختلف مقامات سے کھلنے والے دروازے تھے۔

"سیٹھی صاحب۔ سنا ہے اشفاق صاحب قتل ہو گئے؟۔" ایک شخص نے پوچھا۔

"سننے میں تو یہی آ رہا ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے، اس کی کوئی خبر نہیں۔" سیٹھی نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"کہیں حکومت کو بھنک تو نہیں لگ گئی کہ بلیک میلنگ کے پیچھے کون کون ہے؟ اگر ایسا ہوا تو ہم میڈیا والے دھر لیے جائیں گے۔" ایک اور شخص نے کہا۔

اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا، کھٹکا سن کر سب کی نظریں ایک دروازے کی طرف اٹھ گئیں جہاں سے آخری شخص نے آنا تھا۔ دروازے سے ایک بھاری جسامت والا شخص اندر داخل ہوا جس نے چہرہ نقاب میں چھپا رکھا تھا۔ نقاب سے اس کی نیلی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ وہ تیزی سے اپنی کرسی کی طرف بڑھا۔

"تم لوگوں کے خدشات درست بھی ہو سکتے ہیں اگر ہم نے اس کی وجہ اور علاج سمندر رفت نہ کیا تو سب دھر ہی لئے جائیں گے۔" اس نے کہا۔

"ہم کیسے اس کی وجہ تلاش کر سکتے ہیں؟۔" ایک شخص نے پوچھا۔

"ریاض صاحب۔ ٹی وی چینل کا مالک یہ نہیں کر سکتا لیکن سیاسی شخص تو اپنی قوت کو استعمال کرتے ہوئے ایسا کر سکتا ہے۔" نقاب پوش نے سیٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اپنی سیٹ کو خطرے میں ڈالے بغیر جو بھی کر سکا، ضرور کروں گا۔" سیٹھی نے کہا۔

"میرے پاس ایک اور آپشن بھی ہے۔" نقاب پوش نے کہا تو سب چونک گئے۔

"وہ کیا مسٹر بلیک۔؟" سب نے بیک زبان کہا۔

"ایک بڑی تنظیم ہے جو ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہے۔ وہ اپنی مرضی کی حکومت لانا چاہتی ہے۔ ہمارا بلیک میلنگ والا منصوبہ ان کے کام آ سکتا ہے اور بدلے میں ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

"پہلے ہی رقم اور شہرت کے لالچ میں ہم اس جال میں پھنس چکے ہیں اگر مزید قدم بڑھائے تو جان ہی نہ چلی جائے۔" ریاض نے کہا۔

"اور اگر اسی مقام پہ رکے رہے تو جو شخص اشفاق کو اس کے دفتر میں گھس کر مار گیا، وہ ہم تک پہنچ گیا تو کیا کریں گے؟۔" بلیک نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا تو سب اچھل پڑے۔

"کک۔ کیا اشفاق واقعی قتل ہوا ہے؟۔" ریاض ہکلایا۔

"ہاں۔ اس کی گردن توڑی گئی ہے اور اس پہ تشدد بھی کیا گیا جس کا مطلب ہے کہ اس سے ہمارے بارے پوچھا گیا ہو گا۔ اب فیصلے کی گھڑی ہے کہ ہم چپ کر کے موت کا انتظار کریں یا پٹاری کھول کر مداری بن جائیں۔"

"یہ تو بہت خطرناک کام ہے، پہلے تو ہم رقم کے حصول تک ہی محدود تھے۔" ریاض نے کہا، وہ شاید اصلیت نہیں جانتے تھے کہ درپردہ کیا سازش رچی گئی ہے۔

"وہ پرانی بات ہے، ہم ہماری جان خطرے میں ہے، اب ہمیں حکومت کے ایک ایک فرد کی گھٹیا فلموں کو پھیلا دینا چاہیے۔ انہیں اتنا مجبور کرنا چاہیے کہ یہ لوگ خود اپنی جانیں لیں۔ ہم دو سے تین دن میں حکومت گرا سکتے ہیں اور اس کے بعد کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ جیسے جیسے ہم فلمیں اور تصاویر میڈیا میں دیتے جائیں گے صدر مملکت کا حوصلہ ٹوٹتا چلا جائے گا۔ ایسے وقت میں ہم انہیں اپنے ساتھ ملنے کی پیشکش کریں گے۔ مان گئے تب بھی اور نہ مانے تب بھی ہمارا ہی فائدہ

ہے۔ کیونکہ ان کی طرف سے انکار کی صورت میں ان کی تصاویر سر عام دیواروں پہ ملیں گی۔"

بلیک نے ایک ایک چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے، چبا چبا کر لفظ ادا کرتے ہوئے ایسے لہجے میں کہا جیسے انسان کی عزت، وقار، آبرو کی کوئی قیمت ہی نہ ہو۔ اس کی سرد مہری دیکھ کر اور منصوبہ سن کر میڈیا والے تو میڈیا والے، کمرے کی دیواریں تک ہکی بکی رہ گئیں۔

* * *

گرین سروس کے بنیادی ڈھانچے کا ایک اور خلا پورا کر دیا گیا تھا۔ گرین سروس کے ممبرز کی نگرانی، دورانِ مشن رہنمائی، رہائش گاہوں کا بندوبست اور کسی ایمرجنسی کی صورت میں اپنی پہچان چھپاتے ہوئے ان کی مدد کرنے کے علاوہ، ملک اور ملک سے باہر کی اہم سیاسی و سماجی شخصیات، جرائم پیشہ افراد کی نگرانی کے لئے ایک WING بنا دیا گیا تھا جس میں لارڈ اور ساحر کے چنے گئے افراد شامل کئے گئے تھے۔

تھرڈ آئی (3rd Eye) نامی اس وِنگ کا ہیڈ، لارڈ نے چنا تھا جس کا تعارف فی الحال ساحر سے بھی نہیں کرایا گیا تھا، شاید موقع ہی نہیں بنا تھا۔ اس وِنگ کا ہیڈ فاکس تھا جو جسمانی طور پہ لارڈ جیسی شخصیت کا مالک تھا اور اگر وہ نقاب یا میک اپ میں ٹیم کے سامنے آجاتا تو لارڈ کی کمی کو پورا کر سکتا تھا۔ وہ ایک یونیورسٹی سٹوڈنٹ، بلا کا ذہین اور تیز طرار نوجوان تھا جو لارڈ کے دل کے قریب تھا اور کیوں نہ ہوتا، وہ لارڈ کا شاگرد جو تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ لارڈ کے سامنے وہ ہکلانے والا بونگا سا نوجوان نظر آتا

تھا، لارڈ کے سامنے اگر کسی میں دم مارنے کی ہمت تھی تو وہ بس ایک تھا ، ساحر گردیزی، یہ بات فاکس بھی جانتا تھا۔

اس تنظیم میں سب کے کوڈ نیم تھے، فاکس کو آئی الیون اور باقی اس کے بعد، یعنی آئی ٹوَیلو (بارہ)... اس کا ہیڈکوارٹر روشن پیلس سے الگ اور قدرے ہٹ کر بنایا گیا تھا۔ ہیڈکوارٹر کا نام "تھرڈ پیلس" رکھا گیا تھا۔ اس ونگ کے مخبروں میں جہاں " فُل ٹائم" جاسوس شامل تھے وہیں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد کو شامل کرنے کی کوششیں زور و شور سے جاری تھیں اور باقاعدہ منصوبے کے تحت انہیں ذیلی گروپوں میں رکھنے کی تیاری تھی تاکہ "تھرڈ آئی" کی اصلیت تک کوئی نہ پہنچ سکے۔

فاکس، جس نے فوجی کٹ کے انداز میں بال رکھے ہوئے تھے جو پیچھے کی طرف کھڑے رہتے تھے۔ اس کا چہرہ سنجیدگی سے بھرا ہوا نظر آتا تھا، تھرڈ آئی کا ہیڈ چنے جانے کی سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ وہ شہر کے ہر اہم آدمی کے بارے میں معلومات رکھتا تھا۔ فارغ وقت میں اس کا ایک ہی شغل تھا، وہ میک اپ کر کے نکل جاتا، اور بغیر کسی مشن اور مطلب کے، اہم شخصیات کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتا

رہتا۔ اہم شخصیات سے اس کی مراد ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی بڑے کام میں شامل ہو، امیر ہو یا شہر کے اہم لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہو اور اُس کی اِس لسٹ میں کلب، ہوٹل، جواء خانے، سینماہاؤسز، ائیر پورٹس وغیرہ کے لوگ شامل تھے۔

تربیت کے مطابق، کرسی پہ بیٹھ کر رپورٹیں لینے کی بجائے اس وقت بھی میدانِ عمل میں تھا۔ لارڈ کی طرف سے اسے باقاعدہ ٹاسک ملا ہوا تھا، چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے اس کی نظر سامنے والے ریستوران پہ جمی تھی۔ وہ میک اپ میں، ایک کارنر ٹی شاپ پہ کھڑا چائے پی رہا تھا۔ ریستوران کی پارکنگ میں ایک نیلے رنگ کی کار تھی جس کی مالکن میں اسے خصوصی دلچسپی تھی۔ اس شعلہ جواں کا نام روزا تھا، وہ مقامی ہوٹل "پیراڈائز ہوٹل" میں پیانو بجاتی تھی، یہ ظاہری لبادہ تھا، پسِ پشت کیا گل کھلاتی تھی اس کے لئے فاکس اس کی قریب پہنچنے کی کوشش میں کب سے جوتے گھسیٹ رہا تھا۔

ریستوران کی پارکنگ چونکہ سڑک کے قریب ہی تھی اور آرائشی جالی دار دھاتی چادر سے چاردیواری بنائی گئی تھی جس وجہ سے فاکس کو

ریستوران میں گھسنے کی بجائے سڑک پہ کھڑے ہو کر چائے پینا زیادہ بہتر محسوس ہوا۔ چائے پینے کے بعد اسے دس منٹ پچھلے دن کی اخبار پڑھنی پڑی، پھر دوبارہ چائے منگوائی اور خواہ مخواہ چائے بنانے والی کی تعریفیں شروع کر دیں۔

"یار تم چائے کے بہت اچھے مکینک ہو۔" اس نے کہا۔

"صاحب، چائے بناتا ہوں، مکینک نہیں ہوں۔" اس نے انکساری سے دانت نکالے۔

"چائے تو عام لوگ بناتے ہیں، تم مکینک ہو، پہلی چائے نے معدہ سیٹ کر اور دوسری نے پہلی چائے کے اثر کو، بھئی کمال ہے استاد۔" اس نے چائے کی قیمت سے زیادہ پیسے اسے تھماتے ہوئے کہا کیونکہ مطلوبہ گاڑی حرکت میں آ رہی تھی۔

"ذرہ نوازی جناب کی۔"

چائے بنانے والا کیسے بات کی گہرائی میں چھلانگ لگا سکتا تھا، مسکرا کر تعریف برائے وقت گزاری پہ ممنون نظر آنے لگا۔ فاکس بھی مسکرایا

اور تیزی سے اپنی بائیک کی طرف بڑھ گیا۔ اگلے لمحے اس کی ہنڈا بائیک اس کار سے کافی فاصلے پہ غرانے چلی گئی۔

دس سے پندرہ منٹ یہ تعاقب جاری رہا اور پھر کار پیراڈائز ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوئی اور فاکس کی بائیک بھی۔ پارکنگ میں گاڑی روکتے ہی انتہائی خوبصورت لڑکی کار سے نکلی اور کار کو لاک کرتے ہوئے مڑی، پھر فاکس کو دیکھ کر رک گئی، اس کی پیشانی پہ شکنیں لیکن آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ فاکس اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"تم؟ تم پھر آ گئے؟۔" اس نے لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بن دل جو نہیں لگتا روزا۔" فاکس نے سر جھکا کر دھیمے لہجے میں کہا۔ اس نے بائیک کا انجن بند کیا مگر بائیک پہ ہی بیٹھا رہا تھا۔

"کب سے پیچھا کر رہے ہو؟۔" فاکس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ کر مسکرائی، جیسے چوری مسکرا رہی ہو۔

"جب تم ریستوران سے نکلیں تب سے۔" فاکس نے فرمانبردار بچے کی طرح جواب دیا۔

"یاسر، کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ میں تمہارے لئے ٹھیک نہیں۔" روزا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تم کون ساز ہریلی گولی ہو۔" فاکس نے مسکرا کر سر اٹھایا۔

"میں اس سے بھی زہریلی ہوں۔" وہ سخت لہجے میں بولی کیونکہ فاکس سر اٹھا چکا تھا اور وہ مسکرا کر اس کا حوصلہ نہیں بڑھانا چاہتی تھی۔

"میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ اپنے کام سے کام رکھا کرو، آئندہ میرا پیچھا مت کرنا، تم نہیں جانتے کہ میری زندگی صرف احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ہے۔" لڑکی نے کہا اور تیزی سے ہوٹل کی طرف بڑھ گئی۔

"کام سے کام ہی تو رکھ رہا ہوں میڈم۔" وہ بڑبڑایا اور پھر بائیک کا انجن سٹارٹ کر کے خارجی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اندھیری رات میں جب روزا کی ڈیوٹی ختم ہوئی، وہ نکلی اور پھر اس کے پیچھے فاکس بھی۔ وہ کچھ کام نپٹا کر اس کی چھٹی کے وقت دوبارہ وہیں پہنچ

گیا تھا اور اس بار وہ دوسری موٹر سائیکل پہ، یاسر کے میک اپ میں ہی تھا۔

روزا کی گاڑی سڑکیں ناپتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی لیکن اس کا کا رخ، آج معمول سے ہٹ کر، کسی اور طرف تھا جس وجہ سے فاکس ذرا چوکس ہو گیا۔ اس رستے پہ ایک نائٹ کلب تھا اور کار کا رخ واقعی نائٹ کلب کی طرف ہی تھا کیونکہ کار کلب کی پارکنگ میں گھستی چلی گئی تھی۔ یہ دیکھ کر فاکس نے باہر ہی جگہ دیکھی اور موٹر سائیکل سائیڈ لگا کر لاک کر دی۔ روزا کار پارک کرنے کے بعد کلب کے اندر چلی گئی تھی، وہ بھی جلد ہی کلب کے ہال میں پہنچا اور تیز نظروں سے ہال کا جائزہ لیا، پھر ایک چھوٹی میز، جو کہ قدرے تاریک کونے میں تھی، اس کی طرف بڑھ گیا، روزا وہاں اکیلی بیٹھی تھی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا، وہ قدرے جھک گیا تھا کیونکہ مین ہال میں بیک گراؤنڈ میوزک بج رہا تھا۔

"اوہ، تم؟ تم پھر۔" وہ سچ مچ جھلا گئی۔

"شکریہ شکریہ۔ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔" فاکس مسرت سے بھرپور لہجے میں بولا جیسے روزا نے اجازت دی ہو۔

"تم چاہتے کیا ہو؟۔" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں۔" فاکس نے کہا۔

"آج کل پیار نہیں ہوتا مسٹر یاسر، یہ سب ڈرامے ہیں صرف قریب آنے کے لئے۔" اس نے اپنی پرس سے سگریٹ کیس نکال کر اس میں سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا، وہ اس وقت جہاندیدہ عورت نظر آرہی تھی۔

"تم میرے جذبات کا مذاق بنا رہی ہو۔" وہ احتجاجی لہجے میں بولا۔

"جذبات نام کی بکواسیات مجھے پسند نہیں۔ میں تمہیں پسند کرتی ہوں

لیکن سوری، میں ملنا نہیں چاہتی تم سے۔" اس نے دوٹوک لہجے میں اظہار بھی کیا اور ساتھ ہی چھٹی کی گھنٹی بھی بجا دی۔

"روزا پلیز۔۔"

"روزا بے بی، یہ کون ہے؟۔" وہ سخت آواز سن کر روزا کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا اور فاکس نے گردن موڑ کر دیکھا۔

ایک نیلی آنکھوں والا غیر ملکی کھڑا تھا، وہ مضبوط جسم کا مالک ہونے کے علاوہ سخت لہجے کا بھی مالک تھا، سرد اور جذبات سے عاری۔

"مسٹر رافیل، یہ میری دوست کے بھائی ہیں، اُس نے مجھے پارٹی کی دعوت دی ہے لیکن میں نے منع کر دیا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"وہ تو لگ رہا تھا کہ تم انکار کر رہی ہو لیکن یہ صاحب بضد محسوس ہو رہے ہیں۔" رافیل نے بڑی جلدی حالات بھانپ لیے تھے۔

"ہنی، ہمیں کیا.... آپ جائیں یاسر صاحب، میرے طرف سے فائزہ کو سوری بول دیجئے گا۔" اس نے سخت لہجے میں فاکس سے کہا اور فاکس معذرت کرتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"مسٹر پوسٹ مین۔ آئندہ دعوت دیتے نظر آئے تو تمہارے ڈاکخانے پہ اتنی مار پڑے گی کہ پوسٹل کوڈ تک کا نشان نہیں رہے گا۔" فاکس جب رافیل کے پاس سے گزرا تو اس نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا، روزا کو دیکھ کر تیری جو رال ٹپک رہی ہے اسے سنبھالا کرو ورنہ پاگل کتوں کا علاج مجھے اچھی طرح آتا ہے، چودہ ٹیکے جب لگے نا تیری ناف پہ تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے بعد بھونکنے کی شکایت بھی دور ہو جائے گی۔" فاکس مسکرا کر اسے گلے ملتے ہوئے بولا اور اس سے پہلے کہ غصے سے سرخ ہوتے چہرے والا رافیل کچھ کہتا، وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہال سے نکلا اور فون نکال کر نمبر ملایا۔

"آئی فورٹین بول رہا ہوں باس۔"

"ابھی میں جس شخص سے بات کر رہا تھا اس کی رپورٹ ہے تمہیں؟۔" فاکس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"یس باس، آئی ففٹین ساتھ ساتھ رپورٹ دے رہا ہے۔"

"اس کا نام رافیل ہے، نیلی آنکھوں والا، وہ اصل شکل میں ہے میں چیک کر چکا ہوں، بندہ کایاں ہے، دھیان سے نگرانی کرنا اور ان کی میز پہ سرو کرنے والے ویٹر تک کی رپورٹ چاہیے۔ میرا خیال ہے رافیل وہی

شخص ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔" ہدایات دیتا ہوا وہ کلب سے نکلتا، اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

* * *

بلیک کے ذمے میڈیا کے ذریعے حکومتی پارٹی کے عہدیداروں کے خلاف بلیک میلنگ کا بازار گرم کرنا تھا۔ اس نے بہت محنت، خلوص اور عرق ریزی سے اپنا جال بچھایا تھا اور بہت عرصے سے خاموشی سے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔

اس نے سب سے پہلے تمام عہدیداروں کی نفسیات کو پڑھا اور پھر ان کو شکار کرنے کے لئے رنگ برنگی لڑکیاں تلاش کیں جو کہ شکار کی خواہش کے مطابق سراپا رکھتی تھیں۔ اس کام میں بلیک کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی کیونکہ جس وقت اور معاشرے میں وہ یہ مشن لے کر آیا تھا، وہ معاشرہ ادھوری خواہشات کا معاشرہ تھا۔

اس معاشرے میں مرنے کے بعد اگر کوئی انسان، بھوت بن کر اپنی ادھوری خواہش پوری کرنا چاہتا تو یقیناً زیادہ تر بھوت ٹھرکی ہی ثابت

ہوتے۔ معاشرہ بھی اینٹوں کی عمارت ہی ہے جس میں ہر اینٹ آہستہ آہستہ اس رنگ میں رنگی چلی جاتی ہے جس میں کم و بیش اکثریت کا ہاتھ بلکہ پاؤں، بلکہ مکمل وجود شامل ہوتا ہے۔ اسے بھی بنے بنائے ذہن ملے، بس چنگاری دکھانی تھی، وہ اس نے دکھادی۔ ہر عہدیدار کو اس کی مرضی کا 'شعلہ' دکھا کر اس نے بلیک میلنگ کا مواد جمع کرنا شروع کیا۔

مواد جمع ہوتے ہی اس نے عملی اقدامات اٹھانے کی ٹھان لی اور شروعاتی کامیابی نے اس کے حوصلے بلند کر دیئے۔ دوردراز علاقوں میں موجود، حکومتی پارٹی کے افراد خودکشی کرنے لگے اور بلیک نے ہر ایک کی خوش کشی کے ذکر کو میڈیا کی مدد سے یوں گول کیا کہ یہ ذکر گول زمین سے ہی لڑھک کر خلا میں جا پہنچا۔ پھر اس نے دارالحکومت میں بھی پر نکالے جس وجہ سے ایک عہدیدار مرتے مرتے بچا اور یہ راز کھلنے کا ڈر پیدا ہوا جس وجہ سے بلیک نے صدر مملکت تک کو دھمکا دیا۔

وہ جانتا تھا کہ اس دھمکی کے بعد کچھ نہ کچھ رد عمل ضرور ہو گا جس وجہ سے اس نے کچھ دیر کے لئے اپنے پر سمیٹ لیے اور خاموشی سے شغل دیکھنے کی ٹھان لی، یہ کام اسے مہنگا پڑا کیونکہ ایک نجی ٹی وی کے مالک

سمیت اس سے متعلق اہم افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اس چینل کے پاس موجود مواد پہ بھی ہاتھ صاف کر لیا گیا۔ میڈیا کے تمام انفارمر اس کی جیب میں تھے، ان سے پتہ چلا کہ کسی بھی سرکاری ادارے نے یہ کاروائی نہیں کی اور نہ ہی صدر مملکت نے کسی ادارے کو اس معاملے کی بھنک لگنے دی ہے تو بلیک الجھ کر رہ گیا۔

بلیک کے لئے انجانی قوت زیادہ خوف کا باعث بننے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ صدر نے ذاتی طور پہ کسی کو سامنے کر دیا ہے جو بہت ہی خطرناک ہے۔ اسے ایک ہی حل سمجھ میں آیا کہ وہ اپنی رفتار تیز کر دے تو بہتر ہے، جب تک وہ انجانی قوت اس کاروائی میں ملوث تمام افراد تک پہنچے، اس وقت تک وہ اپنا کام مکمل کر لے اسی وجہ سے اس نے میٹنگ بلا کر سب کو نیا جھانسا دیا تھا ورنہ مشن یا اس کو کنٹرول کرنی والی تنظیم اس کے لئے نئ نہیں تھی، وہی تنظم شروع سے سب چلا رہی تھی۔

میڈیا کی طرف سے اوکے کا اشارہ ملنے کے بعد اب کام بچا تھا اس مواد کی کاپیوں کی ڈسٹربیوشن کا۔ اہم افراد کو گرفت میں رکھنے اور اس کام کے لئے بلیک نے سیٹھی کو ساتھ ملایا ہوا تھا۔

بلیک نے کسی بھی جگہ اپنے لوگوں کو کھل کر سامنے نہیں آنے دیا تھا اگر حکومتی ادارے سامنے آتے تو اپنی قومی بھائیوں سے ہی ٹکر لیتے اور سب سے نپٹتے ہوئے جب تک سیٹھی تک پہنچتے تب تک بلیک دھویں کی طرح غائب ہو چکا ہوتا۔

اس کے خیال کے مطابق، سیٹھی کے اب تک صحیح سلامت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جس کسی نے بھی اشفاق نامی ٹی وی چینل کے مالک پہ ہاتھ ڈالا ہے، اسے سیٹھی کا نام نہیں ملا ورنہ اب تک سیٹھی بھی صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہوتا۔

* * *

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک دبی دبی چیخ سنائی دی اور پھر دھپ سے کسی کے گرنے کی آواز۔ وہ پہلو کے بل گرا تڑپ رہا تھا کہ کوئی اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ نیچے گرے ہوئے شخص کے پہلو میں زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے وہ رائفل بردار غرایا۔

"کیا لینے آیا ہے بے؟۔"

جواب میں نیچے گرا شخص تڑپا اور اس کی لات، سر کے قریب کھڑے شخص کے منہ پہ لگی اور وہ چیخ کر پشت کے بل زمین پہ گرا۔

"کیا دے سکتا ہے بے؟۔" زخمی نے، جو کہ درحقیقت زخمی نہیں تھا، اس شخص کی نقل اتاری۔ رائفل بردار شخص کے ہاتھ سے رائفل نکل کر باڑ پہ گری تھی جسے پہلے شخص نے قبضے میں لے لیا۔

"تو پچھتائے گا بے۔" وہ شخص لیٹے لیٹے غرایا۔

"تو کچھ نہ دے بے۔" اس نے پھر نقل اتاری اور ایک زوردار ٹھوکر گرے ہوئے شخص کے پہلو میں ماری۔

"یہ وہ ہے جو تھوڑی دیر پہلے مجھے دی ہے۔" اس نے پھر نقل اتاری اور نیچے پڑا شخص بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"کیا چاہتا ہے تو؟۔" ہونٹ چباتے ہوئے اس نے کہا۔

"میرا خیال تھا کہ اندھیری عمارت خالی ہو گی، تو کیا کر رہا ہے بتیاں بجھا کر؟ چلے تو نہیں کاٹتا تو؟۔" وہ فاکس تھا اور اس وقت سامنے والے کے مزاج کے مطابق ڈھل کر بات کر رہا تھا۔

"میں جو بھی کروں تمہیں کیا ہے بے؟۔" وہ شخص 'کتے کی دم کا دور کا رشتہ دار محسوس ہونے لگا تھا۔'

"میں تیرا چاچا ہے۔"

اس نے کہا اور گن کا دستہ گھما کر اس کے بازو پہ دے مارا، چیخ کی آواز کے ساتھ وہ گلا پھاڑ کر چیخا اور درد کے مارے اکھٹا ہو الیکن زبان۔۔ کھل گئی اور فاکس اطمینان سے کھڑا اس کی جسارت پہ حیران ہو تا رہا۔

"اچھا ہے، نکال لے دماغ کا گند ایک ہی بار۔" وہ مسکرایا، وہ حیرت انگیز طور پہ ٹھنڈے دماغ کا بندہ تھا۔

"تیرا مالک کہاں ہے؟۔" اس نے پوچھا۔

"میرا کوئی مالک نہیں سمجھا بے۔" وہ زچ ہو کر بولا۔

"گلے میں پٹہ نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مالک ہی کوئی نہیں۔ کوئی نہ کوئی مالک ضرور ہوتا ہے بے۔" فاکس مسکرایا، اس بار گن کی نال اس کی کنپٹی پہ رکھ دی گئی تھی جس وجہ سے اس کے مزاج شریف میں خوشگوار تبدیلی محسوس کی جاسکتی تھی۔

"م۔ مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں، یہاں کچھ دنوں کے لئے ایک غیر ملکی کرایہ دار آیا تھا، کل شام سے وہ واپس نہیں لوٹا۔" وہ تھا عام چوکیدار ہی، اس کی بولی بھی قدرے بہتر ہو گئی تھی۔

"کیا وہ اپنا سامان لے گیا تھا؟۔" فاکس نے چونک کر پوچھا۔

"سامان اس کا ایسا تھا ہی کوئی نہیں، ضروری استعمال کی چیزیں اور ایک چھوٹا سا بیگ جس میں کمپیوٹر اور کچھ الیکٹرونک چیزیں۔"

"تو روشنیاں کیوں گل کی گئی ہیں؟۔" فاکس نے پوچھا۔

"اس نے اس کام کے لئے مجھے الگ سے رقم دی تھی کہ تین چار راتیں ایسے ہی گزرنی چاہییں، دن میں اس کے قد کاٹھ کا ایک بندہ آتا ہے، کچھ دیر بیٹھ کر شراب پیتا ہے اور چلا جاتا ہے، بس۔"

"یعنی چالاک کے ساتھ چالاکیاں۔" فاکس بڑبڑایا۔

"اور کیا پوچھنا چاہتا ہے بے؟۔" بولی پھر سے بدلی۔

"ہاں۔ یہ بے کہاں سے سیکھا؟ بے بے سے یا کس سے؟۔" فاکس نے یوں پوچھا جیسے کلاس کے دوران اچانک پڑھا کو بچہ لیکچر میں ٹانگ اڑا دے۔

"اب اس حالت میں بھی میرا مذاق اڑائے گا بے؟۔" اسے منہ بنا کر کہا اور پھر خود ہی ہنس دیا۔

"اگر میں کچھ رقم دوں تو جو ہمارے درمیان بات ہوئی ہے اس کو بکے گا تو نہیں بے؟۔" فاکس نے پوچھا۔

"بے بے کی قسم، نہیں بکوں گا بے۔" اس نے دانت نکالے۔

"اٹھ، مجھے تلاشی لینی ہے عمارت کی۔"

"وہ کیوں؟۔" وہ شخص چونک گیا۔

"رقم اس لئے نہیں دے رہا کہ تو سوال کرنے لگے بے۔۔" فاکس نے منہ بنایا۔

"چل ٹھیک ہے بے۔" اس شخص نے کہا۔ دونوں 'بے" ایک دوسرے سے گپیں لگاتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

آدھے گھنٹے کے بعد، فاکس "بے" کو گاڑی کی ڈگی میں ڈالے وہاں سے نکل رہا تھا۔

* * *

وہ گہری سوچ میں ڈوبا، کوٹھی کے لان میں ٹہل رہا تھا۔ اور گہری سوچ میں ڈوبتا کیوں نہ؟ اسے بہت بڑی ذمہ داری جو دی گئی تھی جس کے موثر انداز سے پورا ہونے میں ملک و قوم کے علاوہ کئی زندگیاں اور عزتیں بچ جاتیں اور اگر اس کے الٹ ہوتا........ نہیں وہ اپنے جیتے جی ایسا نہ ہونے دیتا۔ اس کی نظریں اپنے ملازموں پہ بھی گھوم رہی تھیں، آجکل بشیر نامی ملازم اور اس کا ساتھی افضل قدرے بدلے بدلے سے محسوس ہوتے تھے جیسے کچھ چھپا رہے ہو اور سیٹھی جانتا تھا کہ انسان زیادہ تر تبھی کچھ چھپاتا ہے جب بتانے میں اس کا نقصان ہو۔ اس کے باوجود سیٹھی یہ دیکھ کر زیرِ لب مسکرانے تک ہی محدود رہتا تھا کیونکہ وہ ملازموں سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا تھا، شاید اسی وجہ سے ملازم بھی بات نہیں کر رہے تھے یا نجانے کیا؟.........

ٹہلتے ٹہلتے اچانک وہ رک گیا، سامنے سے اس کے قد کاٹھ کا بڑی بڑی مونچھوں والا شخص آرہا تھا جس کے عمر پینتیس کے قریب محسوس ہوتی تھی، وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"السلام علیکم باس۔" نوارد نے مودبانہ انداز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیا رپورٹ ہے؟۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"باس آپ نے جو تصویریں بھیجی تھیں ایک ایک کر کے سب کے سب نگرانی میں ہیں۔" اس نے رپورٹ دی۔

"اور رافیل کے بارے میں کوئی رپورٹ؟۔"

"ابھی اس کی تلاش جاری ہے۔" اس نے سر جھکا لیا۔

"فاکس، تم جانتے ہو کہ اس کی قیمت کیا ہو سکتی ہے؟۔" وہ غرایا تو وہ نوارد کانپ کر رہ گیا۔

"سس۔ سوری باس۔" فاکس سہم گیا تھا۔

"اگر تم سے یہ نہیں ہوتا تو تم میری جگہ آجاؤ اور میں دیکھ لوں گا سب۔" اس نے کہا۔

"باس۔ میں جلد ہی ڈھونڈ لوں گا رافیل کو۔" فاکس گھبرا گیا۔

"آج کا دن۔ اس کے بعد ڈیوٹی بدل لیں گے۔" اس نے کہا۔

"باس، میں جس لڑکی کی مدد سے اس تک پہنچا تھا وہ لڑکی بھی غائب ہے اور رافیل کی رہائش گاہ بھی خالی ہے لیکن جلد ہی میں اس تک پہنچ جاؤں گا۔" فاکس نے کہا۔

"تم نے اور تمہارے ونگ نے باقی افراد کی نگرانی کے علاوہ کچھ نہیں کرنا۔ جلد ہی ہر جگہ ریڈ ہو گی اور اس کا مقصد صرف اور صرف نامزد اشخاص کو گرفتار کرنا ہو گا، کسی قسم کی تلاشی کی اجازت نہیں ہو گی، تم اور تمہارا ونگ اس چیز کا خاص طور پہ خیال رکھے گا، اگر کسی جگہ کسی بھی شخص نے کوئی رعب جھاڑا، فوری مجھے انفارم کرنا اور رافیل والا کام جلدی ہونا چاہیے۔" اس نے سخت انداز میں ہدایات دیں۔

"یس چیف۔"

"نمبر بارہ کا کام کہاں تک پہنچا؟۔"

"چیف، اس نے کافی سویلین افراد کو شامل کر لیا ہے اور میک اپ میں ہی ان سے ملتا ہے، کچھ لوگ جذبہ حب الوطنی کے تحت شامل ہو جاتے ہیں اور کچھ رقم کے لئے۔"

"جس جذبے کے تحت بھی ہوں، رقم ضرور دو، یہ بنیادی ضرورت ہے، انہیں باندھ کر رکھے گی۔ مجھے ہر سطح پہ مخبر درکار ہیں، چھوٹا بڑا ہر جرم لسٹ میں ہونا چاہیے، ساحر کے ساتھ مل کر ایک سکیل بنانا ہے جس کی بنیاد پہ ہم ایکشن لینے کا فیصلہ کیا کریں گے۔"

"یس چیف۔"

"آج کی ہدایات اپنے ونگ تک فوری پہنچاؤ۔ بائے۔" اس نے کہا۔

فاکس سر جھکائے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے دور ہوتا چلا گیا۔ وہ کافی دیر سوچوں میں گم رہا جیسے کوئی منصوبہ بنا، یا جانچ رہا ہو اور پھر اس نے جیب سے موبائل نکالے اور سیاہ رنگ کے موبائل پہ نمبر ملایا۔

"تھرڈ آئی۔" ایک سرد اور بھاری آواز سنائی دی۔

"لارڈ بول رہا ہوں۔" اس نے سخت آواز میں کہا۔

"یی۔ یس چیف۔ آئی فورٹین بول رہا ہوں چیف۔" دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"رافیل کی کوئی رپورٹ ملی؟۔" اس نے پوچھا۔

"تلاش جاری ہے چیف، وہ اپنی پرانی رہائش گاہ چھوڑ چکا ہے۔"

"اس کی نگرانی ہی کافی ہے اگر مل جائے تو، اس کے خلاف مجھے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا۔

"یس۔ یس چیف۔ یس سر۔"

"ماسٹر زونگ (Master's Wing) کی کیا رپورٹ ہے؟۔"

"چیف باقی ٹیم تو پلاننگ کے مطابق چل رہی۔ ماسٹر زیرو کی سمجھ نہیں آتی کہ کب کیا کرنے لگ جائیں، وہ پلان کے مطابق کام نہیں کر رہے، اس وجہ سے ان کی نگرانی والے اکثر انہیں کھو دیتے ہیں۔ باقی سب نگرانی میں ہیں۔" آئی فورٹین نے بے بسی سے کہا۔

"باقی ٹیم کا خیال رکھو۔ وہ اپنا خیال خود رکھ سکتا ہے۔" سیٹھی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کال بند کر دی۔

"تم لوگ اسے سمجھنے لگو تو اسے ساحر کون کہے؟۔" وہ بڑبڑایا اور سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔

* * *

ٹیکسی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے رکی، ایک لمبا تڑنگا غیر ملکی باہر نکلا، کرایہ دینے کے بعد وہ گیٹ کی طرف چل دیا اور پھر گیٹ کے قریب پہنچ کر ٹھٹک گیا، گیٹ کے ساتھ ایک پرچی چسپاں تھی۔ اس نے ہاتھ

بڑھا کر پرچی اتاری اور پڑھنے کی کوشش کرنے لگا، وہ 'مقامی زبان' میں 'مقامی لوگوں' سے قدرے بہتر ہونے کے باوجود تحریر نہ پڑھ سکا اور کندھے اچکاتے ہوئے نمبروں والا تالا کھول کر اندر گھسا۔

لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا برآمدے میں پہنچا اور پھر خفیہ جگہ سے چابی اٹھا کر عمارت کے داخلی دروازے کا تالا کھول کر دروازہ دھکیلا اور ساتھ ہی ٹھائیں کی آواز سے وہ اچھل کر دیوار سے جا لگا۔ اس کی دھڑکن کی رفتار اچانک ہی اُس معصوم خرگوش کی سی ہو گئی تھی جس کے پیچھے شکاری لگے ہوں۔

تھوڑی دیر دیوار سے چمٹ رہنے کے بعد وہ ہلا ہی تھا کہ پھر سے فائر ہوا اور غیر ملکی نے تھوک نگلا، اس کی شکل رو دینے والی ہو گئی تھی اور دماغ پوری رفتار سے بچنے کا رستہ ڈھونڈ رہا تھا۔ فائر کی سمت کا اندازہ وہ لگا چکا تھا، کچھ دیر بعد جیسے اس نے کڑوا گھونٹ بھرا اور دھڑام سے منہ کے بل زمین پہ گرا اور پھر کرالنگ کرتا ہوا برآمدے کی دوسری طرف سے نیچے اترنے لگا، نیچے اترتے ہی وہ لڑھک کر لان میں پہنچا اور پھر گالیاں بکتا، کرالنگ کرتا، اپنا سوٹ برباد کرتا گیٹ کی طرف بڑھتا چلا

گیا۔ ابھی وہ گیٹ سے دور ہی تھا کہ عین اس جگہ پہ گولی گھسنے کی آواز آئی جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ موجود تھا، اس نے احتیاط کو بھی ایک عدد "گالی" دی اور اٹھ کر سرپٹ بھاگنے لگا، اس کی قسمت اچھی تھی کہ دو فائر مزید ہونے کے باوجود گولی اسے چھو بھی نہ سکی۔

اس کے پاس گیٹ کھولنے کا وقت تو تھا نہیں، لٹکتا، اٹکتا گیٹ کے اوپر سے ہوتا ہوا بد حواس گدھے کی طرح دوسری طرف گرا اور پھر فوری اٹھا، جس طرف کھلا رستہ نظر آیا وہ بھاگ اٹھا، تھوڑی دیر بھاگنے کے بعد اسے یاد آیا کہ اس کے قریب سے خالی ٹیکسیاں گزرتی چلی جا رہی ہیں، وہ تھم گیا، اپنے پیچھے آنے والی ٹیکسی کو روکا اور اس میں سوار ہوا۔

"ایفل سٹریٹ۔" اس نے بمشکل کہا اور پھر آنکھیں بند کر سیٹ سے سر ٹکا کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایفل سٹریٹ کی متوسط درجے کی کوٹھی کے سامنے رکی، غیر ملکی نے کرایہ ادا کیا اور طوفان کی طرح گیٹ کی طرف بڑھا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی، گلی مڑتے ہی ٹیکسی رکی، ڈرائیور نے جیب سے موبائل نکالا اور نمبر ملایا۔

"آئی ون۔۔" فاکس کی سخت آواز سنائی دی۔

"آئی فورٹین بول رہا ہوں باس۔ ایفل سٹریٹ، کوٹھی نمبر تیرہ سی۔" اس نے مودبانہ آواز میں کہا۔

"اوکے۔ نگرانی جاری رکھو۔" حکم آیا اور کال بند ہو گئی۔

اس نے دوبارہ نمبر ملایا۔

"آئی ففٹین بول رہا ہوں۔"

"دو لوگوں کے ساتھ ایفل سٹریٹ کی کوٹھی تیرہ سی کی نگرانی پہ جم جاؤ، میں بھی یہیں ہوں۔ یہاں پہنچ کر کال کرنا، ایک شخص سے میں نے ڈیوٹی بدلنی ہے۔" اس نے کہا۔

"اوکے۔۔ ہم پہنچ رہے ہیں۔" دوسری طرف سے جواب آیا۔ وہ دونوں برابری کی بنیاد پہ ہی بات کر رہے تھے لیکن ظاہر ہے آئی فورٹین لیڈ کرتا نظر آ رہا تھا، شاید نمبر ہی ظاہر کرتے تھے کہ کون ماتحت ہو گا۔

* * *

انٹرکام کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا، اس نے طویل سانس لے کر دماغی گھوڑے کو روکا اور ریسیور اٹھایا۔

"باس۔ مسٹر سیٹھی آئے ہیں۔"

"بھیج دو۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

سیٹھی وہ آخری کیل تھا جو اس قوم اور ملک کے موجودہ سیاسی تابوت میں ٹھوکا جانا تھا جس وجہ سے اسے قربانی سے پہلے پیار کرنا، پانی پلانا ضروری تھا۔ دروازہ کھلا تو بلیک مسکرا کر کھڑا ہوا، اس کی خوشی دیدنی تھی جیسے بے روزہ بندہ عید کا چاند دیکھ رہا ہو۔ سیٹھی کی خوشی بھی کم نہ تھی، آخر پہلی بار جو بلیک نے اسے اپنے ہاں مدعو کیا تھا اس کے باوجود بلیک نے احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا تھا اور میک اپ کر لیا تھا۔

"سیٹھی۔ میرے بھائی، کیسے ہو تم؟ معاف کرنا میٹنگ میں پروٹوکول دیکھنا پڑتا ہے۔" بلیک نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں، میں سمجھتا ہوں۔ بڑی جلدی موبائل نمبر بدل لیتے ہو یار۔" سیٹھی نے بے تکلفی سے کہا۔

"بیٹھو۔ تم موبائل نمبر کی بات کرتے ہو، میں تو رہائش گاہیں بھی بدلتا ہی رہتا ہوں، مجبوری ہے، تمہیں علم تو ہے اشفاق کے بارے میں۔ اب میں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہتا ہوں اوپر سے نئی تنظیم سے جڑنے کی وجہ سے اہمیت بھی بڑھ گئی ہے۔ ویسے تمہارا پیٹ پہلے سے ترقی کر رہا ہے۔" بلیک نے بیٹھتے ہوئے کہا تو سیٹھی مسکرایا۔

"کبھی ہمیں بھی ملواؤ اپنے بڑوں سے۔"

"ضرور ضرور۔ اس مشن کی کامیابی کا سہرا تمہارے سر ہی تو ہے۔ یہ کام پورا ہوتے ہی ہم دونوں پارٹی سے ملیں گے تاکہ مستقبل میں یہ رشتہ قائم رہے۔" بلیک نے اس قربانی کے بکرے کو دیکھتے ہوئے پر خلوص لہجے میں کہا۔

"تو۔ کیا ارادہ ہے پھر؟۔" سیٹھی نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"سب کچھ تیار ہے۔ بس تم اپنے لوگوں کی لسٹ دو جو یہ پارسل مطلوبہ لوگوں تک پہنچائیں گے اور مجھے بتاؤ کہ اس بار کیا طریقہ استعمال کرو گے کیونکہ پرانا طریقہ تو بدلنا ہی ہے اشفاق والے کیس کی وجہ سے۔" بلیک نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اس بار میں بہت سادہ منصوبہ بنایا ہے۔ میں ہر شکار کے گھریلو ملازمین کو استعمال کروں گا، ایک ہی دن اور تقریباً ایک ہی وقت میں وہ مواد شکار تک پہنچ جائے گا۔" سیٹھی نے کہا تو بلیک چونک گیا۔

"میں سمجھا نہیں؟۔" اس نے کہا۔

"ہمارا ایک بھی بندہ پکڑا گیا تو آفتیں گلے پڑ سکتی ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ عہدیداروں کے گھروں میں کام کرنے والے افراد پہ ہاتھ ڈالا جائے۔ پیسے، دھمکی، ان کے بچوں کو یرغمال بنانا یا عزت خراب کرنے کی دھمکی سے کام نکل جائے گا اور فرض کرو کہ ان میں سے کوئی پکڑا بھی گیا تو ہم تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"وہ کیسے؟۔"

"ہمارے لوگ صبح سویرے ان ملازمین کے گھروں میں پہنچ جائیں گے جن سے کام لینا ہے، جس سے ملازمین کو احساس رہے گا کہ ان کا گھر خطرے میں ہے، وہ جلد سے جلد ہمارا کام کرنا چاہیں گے۔ انہیں یہ بھی احساس رہے گا کہ کوئی ان کے گھر میں مسلسل بیٹھا ہے جبکہ در حقیقت ایسا نہیں ہو گا۔ جیسے ہی وہ ملازمین گھروں سے کام پہ جائیں گے، ان کے گھروں میں موجود ہمارے لوگ وہاں موجود لوگوں کو باندھ کر کمروں میں بند کر کے فوری نکل جائیں گے تو اگر کوئی ملازم پکڑا بھی گیا تو زیادہ سے زیادہ اپنے گھر کی طرف پولیس بھیجے گا جہاں کچھ بھی نہیں ملے گا اور اگر کوئی ملازم بھی نہ پکڑا گیا تو ویسے ہی وارے نیارے۔' سیٹھی نے کہا۔

بلیک حیرت سے اس کا منہ تاڑے جا رہا تھا، اتنا سادہ اور آسان منصوبہ اس کے ذہن میں آیا ہوتا تو وہ سیٹھی اور اس جیسے لوگوں کو ویسے ہی شامل نہ کرتا۔ "دھت تیرے کی"۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے سر کی پشت پہ چپت رسید کی۔ "اتنی سی بات تھی۔ سیٹھی یار۔ تم تو دن بدن ذہین ہوتے جا رہے ہو۔ مجھے جلن محسوس ہو رہی ہے۔" بلیک نے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔

"اب جب اس ملک پہ حکومت کرنی ہے تو اتنا تو کرنا پڑے گا، لیکن ایک بات کی سمجھ نہیں آئی۔" سیٹھی عاجزی سے مسکرایا۔

"کون سی بات؟۔" بلیک چونک گیا۔

"تم یہ سب کیسے کر لیتے ہو؟۔ میرا مطلب ہے اتنے وسیع پیمانے پہ بلیک میلنگ کے علاوہ، لوگ تمہاری بات پہ یقین کیسے کر لیتے ہیں؟۔" سیٹھی کے لہجے میں بلیک کا احترام ٹھاٹھیں مارتا ہوا محسوس ہوا، بلیک نے اس کا جائزہ لیا، اس محسوس ہوا کہ سیٹھی اس کا مرید ہو رہا ہے۔

"بڑا آسان کام ہے۔ بس یہ کام وقت اور صبر مانگتا ہے۔" اس لہجے کو جان بوجھ کر پراسرار بنایا۔

"کیسے؟۔" سیٹھی نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔ اس کے چہرے پہ بچگانہ تجسس پاگل ہوتا نظر آرہا تھا۔

"وقت مختصر ہے لہذا مختصراً ہی سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے وہ کہاوت تو سنی ہوگی کہ بندر کے ہاتھ ماچس لگے تو کیا ہوتا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے معاشرے کی ماچس کیا ہے؟۔" اس نے ریاضی کے استاد کی طرح نالائق طالبعلم کی طرف سوال اچھالا۔

"میں سمجھا نہیں۔" سیٹھی اس وقت نالائق ترین طالبعلم نظر آرہا تھا۔

"جب تم ہی نہیں سمجھے ابھی تک تو عام لوگ خاک سمجھیں گے۔ سوشل میڈیا۔ یہ ایسی ماچس ہے جو بہت سے بندروں کے ہاتھ لگ گئی ہے جو ہمارے آباؤ اجداد نے تھمائی ہے۔ ہمارے لئے یہ تفریح تھی، آسائش تھی لیکن یہاں یہ مقصدِ حیات ہے، یہ ایسی کتاب ہے جو کہ آسمانی نہیں لیکن اس کی پیروی کی جاتی ہے۔"

"ہم اب اسی کو 'استعمال' کرتے ہیں، تم نے یہ بھی سنا ہو گا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ہم یہی کام کرتے ہیں، کسی کو علم نہیں کہ پس پردہ کیا چل رہا ہے۔ اس کام کے لئے ہم مختلف ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پہ ہمارے لوگ موجود ہوتے ہیں جو لوگوں کی ذہن سازی کرتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کر کے لوگوں کو تیار کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کسان زمین کو بیج بونے سے پہلے تیار کرتا ہے۔"

"تم نے دیکھا ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے کا ذاتی ڈیٹا کیسے نکلوا لیتے ہیں، مثلاََ میری عمر بیس سال ہے، باقی لوگ بھی اپنی اپنی عمر بتائیں۔ میں فلاں کمپنی کا نمبر استعمال کرتی ہوں، آپ اپنا نیٹ ورک بتائیں، میں فلاں شہر سے ہوں، باقی شہروں والے شہر کے نام کے ساتھ حاضر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ایسے سوالات پہ منچلے پہنچ جاتے ہیں جیسے میٹھے پہ مکھی۔ ہم بھی ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔"

"جو مشن سال بعد شروع کرنا ہو اس سے متعلق کچھ چیزیں یعنی تصاویر، ویڈیوز وغیرہ سوشل میڈیا پہ دے دیتے ہیں۔ کچھ ایکٹو اور اہم افراد کو

پیسے دے کر ایسی چیزوں کو Highlight کراتے ہیں اور پھر کہیں نہ کہیں اس پہ بحث مباحثہ چھیڑ دیتے ہیں۔ اس بحث سے ہمیں اپنے مرید ڈھونڈنے میں آسانی ہوتی ہے اور انہیں اپنے گروپ میں جمع کر لیتے ہیں اور ان کے منہ میں زہر رکھتے جاتے ہیں، وقت آنے پہ ان کی دم پہ پاؤں رکھتے ہیں اور وہ زہر اگلنے لگتے ہیں۔ سوشل میڈیا پہ ایکٹو بہت سے لوگوں کا مائنڈ سیٹ ایسے ہی بناتے ہوئے ہم اصل کاروائی شروع کرتے ہیں جس کے بعد ہر شخص دوسرے کو کہہ رہا ہوتا ہے " دیکھا۔ میں نے کہا تھا ناں کہ ایسا ہو گا۔ اب خوش ہو۔ ٹھنڈ پڑ گئی کلیجے کو۔ وغیرہ وغیرہ۔ تمہاری نوجوان نسل اپنے مذہب کی کتاب اور سکول کی کتاب سے زیادہ ہماری ان کتابوں کو استعمال کرتی ہے۔"

" یہاں ہم چہرہ چھپا کر انسان کو اندر کا گند کھلے عام پھینکے اور کچرا کرنے کا خوب موقع دیتے ہیں۔ تم لوگ سمجھے نہیں کہ کیسے ہم دور بیٹھے اس معاشرے کے افراد اور بچوں کی تربیت کر رہے ہیں۔ ویسے تمہیں خوش ہونا چاہیے ہم نے تمہارے معاشرے کے ہر بچے، بڑے، ایرے غیرے کو مذہبی سکالر، معیشت دان، سیاستدان، مبلغ اور آزاد بنا دیا ہے

جو تم مر کے بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تم بس ایک ہی کام کر سکو تو کر کے دکھاؤ۔ برداشت ہی پیدا کر دو؟ ہم تمہیں یہ بھی نہیں کرنے دیں گے۔" وہ یہ تفصیل بتاتے ہوئے جھوم رہا تھا جیسے کسی مذہبی تقریب میں زندگی کی حقیقت پہ بات کر رہا ہو، جیسے پیار، محبت اور امن پہ لیکچر دے رہا ہو اور سیٹھی سر جھکائے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"موجودہ مشن ہی دیکھ لو۔ کسی کو غرض نہیں ہو گی کہ بلیک میلنگ کا مواد کیسے بنا، ہر بندہ ان عہدیداروں کی کردار کشی کرے گا جو ایک حد تک درست بھی ہو گا لیکن میرا سوال یہ ہے کہ جو حسن کے جلوے دیکھ کر سب عہدیدار پھسل، وہی اگر عام آدمی دیکھے تو کیا وہ نہیں بہکے گا؟۔ یہ سوال تمہاری پوری قوم کے لئے ہے۔ سب ایک جیسے ہیں، بس موقع نہیں ملتا۔" بلیک نے کہا۔

"تمہارا سوال حقیقی ہے، کوئی انسان بھی شیطان کے خلاف کھڑا نہیں ہو سکتا جب تک اسے اللہ کی رحمت نہ ڈھانپ لے۔ تمہاری تمام باتیں درست ہیں لیکن آخری بات کہ سب ایک جیسے ہیں۔ نہیں، میں متفق نہیں، سب ایک جیسے نہیں۔" سیٹھی نے سر اٹھایا۔

"کیسے ایک جیسے نہیں؟ اگر تم محسوس نہ کرو تو خود کو دیکھو، تمہارے پاس کس چیز کی کمی ہے، دولت، نشہ، حسن، طاقت سب کچھ تمہارے قدموں میں رہتا ہے اس کے باوجود تم اپنی ہی قوم کا گوشت کھانے کے لئے میرے ساتھ کھڑے ہو۔" بلیک غرایا۔

"جیسے ہر شے کا مثبت اور منفی استعمال ہے، اسی طرح مثبت سوچ کے لوگ بھی ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ وہ کم ہیں، لیکن تمہاری باتیں سن کر میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے والدین کے قدموں سے کبھی نہیں اٹھوں جنہوں نے میری تربیت کی اور مجھے اس جہنم سے بچایا مگر میں ایسا کر نہیں سکتا۔ انہوں نے مجھے سکھایا کہ بیٹا بوجھ والا انسان اڑان نہیں بھر سکتا لہذا کسی قسم کا بوجھ ساتھ مت رکھنا، خاص طور پہ خواہشات کا بوجھ لیکن میں سب کو اپنے جیسا نہیں کر سکتا، یہ سب کی انفرادی ذمہ داری ہے۔" سیٹھی کا لہجہ عقیدت سے لبریز تھا۔

"تربیت۔ تو یہ تربیت تمہارے والدین نے کی ہے جس وجہ سے میرے ساتھ کھڑے ہو؟" بلیک ہنسا۔

"ہاں، وہ تربیت جس کی وجہ سے تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ " سیٹھی کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔

"یہ تمہاری آواز۔ کیا مطلب ؟۔ "بلیک ہڑبڑا کر کھڑا ہوا جبکہ سیٹھی نے اطمینان سے صوفہ سے ٹیک لگائی۔

"مسٹر بلیک، میرا ملک تم جیسے کو آسان شکار نظر آ سکتا ہے لیکن ایسا ہے نہیں۔ یہ ملک بس اپنے مسائل سے نپٹ لے، تیرے جیسے گھروں میں دبکے ہوئے بھی اس کے جھنڈے کو سلام کریں گے۔ مجھے بس وقت لگا کہ تمہارے سسٹم کو سمجھ سکوں اور ہر ایک ہرکارے کو سامنے لا سکوں ورنہ جس دن میں نے اشفاق کے وجود سے اس دھرتی کو صاف کیا تھا اسی دن سیٹھی اور اس کے بعد تمہاری گردن ناپ لیتا، مجھے مجبوراً سیٹھی جیسے انسان کو زندہ رکھ کر اس کی جگہ رہتے ہوئے تم تک پہنچنا پڑا۔ تمہارا سارا سیٹ اپ ختم، تمام لوگ پکڑے جا چکے ہیں تمہارے علاوہ۔ میں نے تمہیں تفصیل میں اس وجہ سے گھسیٹا کہ میرے لوگ اپنا کام کر سکیں ورنہ نہ مجھے تقریر کرنے کا شوق ہے نہ سننے کا۔ ابھی بھی جو تفصیل بتا رہا ہوں، کچھ وقت بچا تھا ضائع کرنے کے لئے اس وجہ سے بول رہا

ہوں۔" سیٹھی کی ہڈیاں چیرتی آواز سن کر بلیک پھریری لے کر رہ گیا، اسی وقت انٹر کام کی گھنٹی بجی، بلیک نے میکانکی انداز میں ریسیور اٹھایا۔

"سر۔ آرمی نے بلڈنگ کو گھیر لیا ہے۔" اس کے ملازم نے بتایا۔

"اسے کہو کچھ مت کریں، ورنہ سب جان سے جاؤ گے۔" سیٹھی نے پر سکون لہجے میں کہا، وہ شاید بھانپ گیا تھا کہ کیا بات ہو گی، لیکن بلیک نے ریسیور چھوڑتے ہوئے اچانک ہی سیٹھی پہ چھلانگ لگا دی۔

سیٹھی نے بیٹھے بیٹھے ٹانگ سیدھی کی اور بلیک کو پاؤں پہ ٹکاتے ہوئے یوں گھمایا جیسے منجنیق سے پتھر پھینک رہا ہو، بلیک دھماکے سے عقبی دیوار سے ٹکرایا اور سر کے بل زمین پہ گرا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ ابھی وہ گردن پہ ہاتھ رکھے سیدھا ہی ہوا تھا کہ سیٹھی نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر پوری قوت سے اس کا سر دیوار سے دے مارا، بلیک کو کائنات کئی ٹکڑوں میں بٹتی نظر آئی وہ وہ بے معنی سی آواز نکالتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"جیسا نام ویسا کام۔ بلیک۔ اسم با مسمیٰ۔" سیٹھی بڑبڑایا۔

* * *

بلیک کے دماغ کا شٹر جیسے بند ہوا تھا ویسے ہی خودکار انداز میں کھلنے لگا، اس نے لاشعوری طور پہ اٹھنے کی کوشش کی اور "انگور کھٹے ہیں" یہ جان کر وہ رک گیا کیونکہ وہ مضبوطی سے باندھا گیا تھا۔

شعور کی انگلی پکڑتے ہی اس نے کمرے پہ نظر ڈالی اور پھر حیرت سے ہر شے کو گھورنے لگا۔ یہ نیا کمرہ تھا، اور عمارت بھی نئ کیونکہ اس کی رہائش گاہ میں ایسا کوئی بھی کمرہ نہیں تھا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ سیٹھی نے کس طرح اس سے تفصیلی بات چیت کی اور پھر آخر میں اس کا لہجہ ہی بدل گیا، یہ بات یاد آتے ہی وہ دوبارہ چونک گیا اور ذہن پہ زور دینے لگا کہ ایسا کس وجہ سے ہو سکتا ہے؟ کون تھا جو سیٹھی کے میک اپ میں اور پھر ایسے بہروپ میں کہ بلیک جیسا زیرک شخص بھی یہ نہ پہچان سکا کہ وہ

اصلی سیٹھی نہیں ہے۔ کون ہے وہ جو کہہ رہا تھا کہ اُس (بلیک) کا سارا نیٹ ورک ختم ہو چکا ہے؟۔

دروازہ کھلتے ہی وہ سوچ کی منجدھار سے باہر نکلا۔ ایک نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا تھا، قدو قامت سیٹھی جیسا ہی لیکن پیٹ غائب تھا، یقیناََ پیڈنگ کی مدد سے نقلی پیٹ لگایا گیا تھا جو اصلی ہی محسوس ہوتا رہا۔ نقاب پوش نے دیوار پہ لگے پینل پہ موجود ایک بٹن پریس کیا اور پھر بلیک کے سامنے رکھی خالی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"تو مسٹر بلیک، یا مسٹر رافیل، میں کافی کچھ تو تمہیں بتا چکا ہوں، اب تمہاری باری ہے اپنے مالکوں کا نام بتانے کی اور اس کالی بھیڑ کا بھی جو ہمارے اندر رہ کر ہمیں کھوکھلا کرنے کی سازش کر رہی ہے۔" اس کی سرد آواز سن کر بلیک کے رونگٹے انگڑائیاں لینے لگے۔

"کھوکھلا اسے کیا جاتا ہے جو مضبوط ہو، تم لوگ تو آج تک مضبوط ہو ہی نہیں سکے۔" اس نے عادت سے مجبور ہو کر کہہ ہی دیا۔

"اچھی ذہن بنایا گیا ہے تمہارا مسٹر بلیک لیکن وہ اور وقت تھا جب میں تمہاری تقریر سنتا رہا، میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا، بہتر ہے بغیر اپنا نقصان کروائے بول دو۔" اس نے کہا۔

"تم نے بلف کیا، ممکن ہی نہیں کہ اتنی جلدی کوئی بندہ میرے سیٹ اپ کو مکمل طور پہ ختم کر دے۔" بلیک نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔

"اور تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں یقین دلانا شروع کر دوں گا؟۔"

"مجھے یقین کرنے کی ضرورت ہی نہیں، تم مجھ سے ایک لفظ تک نہ سن سکو گے۔" بلیک نے کورا جواب دیا۔

"وَیل، میں بتا دیتا ہوں۔ ہم نے ٹی وی مالکان کو نہیں چھیڑا، ان سے متعلق وہ افراد جن کے پاس بلیک میلنگ کا مواد تھا، وہ سب دھر لئے گئے ہیں اس وجہ سے تمہیں اوپری سطح کا پانی پر سکون ہی نظر آئے گا لیکن اس کے نیچے کیا حالات ہیں یہ میں ہی جانتا ہوں۔ تقریباً چار سو کے قریب افراد کی ان گنت ویڈیوز اور گھٹیا تصویریں اس وقت اسی عمارت کے ایک کمرے میں ہیں اور ٹی وی چینلز کے مالکان کے خلاف ہم کئی اور

کیسز بنا کر انہیں مصروف کرنے والے ہیں، ضرورت پڑی تو میں ایک ایک کو گولی مار دوں گا، مجھے فرق نہیں پڑتا۔ سوال یہ ہے کہ ریزر، کے ٹو، فادر اور سردار منگول کا کیا کرنا ہے۔" نقاب پوش نے عام سے لہجے میں آخری جملہ ادا کیا لیکن بلیک کا جسم تڑپا اور وہ جیسے سکتے میں آ گیا۔

"کک۔ کس کا؟۔" وہ ہکلایا۔

"تمہارے بزرگوں کا، اگر تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری معلومات کی بنیاد پہ آگے بڑھوں گا تو یہ بات ذہن سے نکال دو، تم اپنی زندگی بچانے کی سوچو۔ تم چپ بھی رہے تو میں کام کروں گا ہی، اور اگر بول اٹھے تو تم بھی آسانی میں، اور میں بھی۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"تت۔ تم ہی سیٹھی کے میک اپ میں تھے؟۔" بلیک ہکلانے لگا تھا جو ظاہر کرتا تھا کہ نقاب پوش اس پہ اثر انداز ہونے لگا ہے۔

"ہاں، وہ ایک چھوٹی بات ہے اور تمہاری خوش قسمتی بھی۔" وہ بولنے ہی لگا تھا کہ کمرے میں دھیمی آواز میں گھنٹی بجی، اس نے اٹھ کر دیوار پہ

مخصوص انداز میں ہاتھ مارا تو کٹاک سے ایک خانہ نمودار ہوتے ہی کھل گیا، اس نے ہاتھ بڑھا کر کوئی بٹن دبایا۔

"ہیلو مسٹر لارڈ۔۔" ایک بھاری، سنجیدہ آواز سنائی دی۔ یہ آواز کمرے میں گونج رہی تھی اور بلیک کو یہ آواز سنی سنی محسوس ہوئی۔

"یس مسٹر پریذیڈنٹ۔" اس نے جواب دیا تو بلیک کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ نقاب پوش جو سیٹھی جیسے انسان کے میک اپ میں عام زندگی جیتا رہا، جو دشمن کی کچھار میں بے خوف بیٹھا رہا، وہ عام سا شخص ملک کے صدر سے بات کر رہا تھا اور بلیک بھی سمجھ گیا کہ اسے وہ آواز جانی پہچانی کیوں لگ رہی تھی، ظاہر ہے صدر کی آواز تو وقتاً فوقتاً میڈیا پہ گونجتی ہی رہتی تھی۔

"مسٹر لارڈ، پارٹی کے لوگوں کو مسلسل دھمکایا جا رہا ہے اور مجبوراً آپ کو کال کر رہا ہوں کہ اس مسئلے کے حوالے سے کوئی پیش رفت ہوئی ہے؟ صدر نے نرم لہجے میں پوچھا، صدر کا یہ لہجہ بلیک کے لئے باعثِ

حیرت تھا۔

"سر، مجھے مزید دو دن کا وقت دیں، ہم بس مجرم تک پہنچنے ہی والے ہیں۔" لارڈ نامی نقاب پوش نے کہا اور بلیک نے عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا کہ مجرم کو تو وہ پکڑ چکا ہے، پھر یہ کیا ڈرامہ ہے؟۔

"اوکے، شکریہ مسٹر لارڈ۔" صدر کی اطمینان بھری آواز سنائی دی اور رابطہ کٹ گیا۔

"بس؟ تمہارے ایک جملے سے صدر کی پریشانی جاتی رہی؟۔" بلیک نے دیدے پھاڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"وفاداروں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے مسٹر بلیک۔ کافی ہو گیا، اب تم زبان کھولو۔" اس نے وہ خانہ دیوار میں گم کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے میرے سامنے اپنے صدر سے بات کی، تمہاری شناخت مجھ پہ ظاہر ہو گئی، اگر میں بھاگ نکلا تو؟ اتنی بے احتیاطی کیوں؟۔" بلیک الجھ کر کر رہ گیا تھا۔

"میں جب کمرے آیا تو ایک بٹن دبایا تھا۔" لارڈ نے پینل کی طرف

اشارہ کیا تو بلیک نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب اگر تمہاری کرسی کسی بھی طرح سے زیادہ ہلی تو کرسی کی نشست سے زہریلی سوئیاں نکل کر لمحوں میں تمہارا کام تمام کر دیں گے۔" وہ شاید مسکرا رہا تھا۔

"اوہ۔" بلیک کے منہ سے نکلا اور وہ اچانک مجسمے کی طرح ساکت ہو گیا تھا جیسے پینٹ گیلی ہو گئی ہو اور وہ ہلنا جلنا نہ چاہتا ہو۔ اس کی جسم میں سنسنی کے مارے چیونٹیاں دوڑنے لگی تھیں۔

"سو، میں تشدد کروں گا تو تم ہلو گے ضرور، پھر تمہارا کیا حشر ہو گا خود سوچ لو؟ یا پھر چپ چاپ چند نام مجھے بتا دو۔"

"کیا گارنٹی ہے کہ تم مجھے زندہ چھوڑ دو گے؟۔ جبکہ تمہارا راز مجھ پہ ظاہر ہو گیا ہے؟۔" بلیک نے کہا، وہ بھی دماغ رکھتا تھا۔

"زندہ چھوڑ بھی دیا تو تم کچھ بول نہیں پاؤ گے کیونکہ تم جن کے لئے کام کرتے ہو، جلد وہ مرنے والے ہیں، میرے خلاف بولو گے تو میں تمہیں اٹھا لوں گا، تم بے ضرر ہو میرے لئے۔ تم کسی سے لارڈ یا صدر کی گفتگو

کا ذکر بھی کرو گے تو پاگل سمجھے جاؤ گے، میرا عام دنیا میں کوئی وجود نہیں۔" بلیک سوچ میں ڈوبتا چلا گیا۔

اس کے سامنے وہ شخص تھا جس کی رسائی صدر تک تھی، جو بلیک کے منصوبہ پہ پانی پھیر چکا تھا، جو بلیک کے بغیر بھی ان افراد تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا تھا جن کا نام وہ بلیک سے سننا چاہتا تھا۔ بلیک کی اپنی زندگی ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ ایک ہی رستہ نظر آ رہا تھا، وہ لارڈ کو سب بتا دیتا اور لارڈ سب کنفرم کرنے کے چکر میں اسے کچھ وقت دے دیتا، پھر نکلنے کا کوئی رستہ بن سکتا تھا۔

"اوکے، تم وعدہ کرو کہ مجھے چھوڑ دو گے۔" بلیک نے کہا۔

"وعدہ۔" لارڈ نے کہا اور بلیک طویل سانس لے کر بولنے لگا۔

*

اشفاق نامی میڈیا پرسن سے لارڈ کو سیٹھی کے بارے میں علم ہو چکا تھا لیکن اس نے جلد بازی نہیں کی اور سیٹھی تک پہنچ کر، اس کی جگہ لی۔ سارے گروہ کو پکڑنے کی خاطر اس نے گھات لگائی ورنہ وہ تو آناَفاناَ سب اڑا دینے کا عادی تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ سارے افراد سامنے آئے، ان میں ٹی وی مالکان و مینجر بھی شامل تھے جن کے پاس بلیک میلنگ کا مواد تھا، شور نہ ہو، اسی وجہ سے باقی چینلز والوں کے پاس موجود بلیک میلنگ مواد کو اس نے نقلی فلموں سے تبدیل کیا اور ان سے نپٹنے کے بعد اس نے بلیک میلنگ پراجیکٹ پہ کام کرنے والوں کا پیچھا شروع کر دیا۔ یہ اس نے ان تین دنوں میں کر دیا جب وہ ساحر کو سشیز کے ذریعے واپس لا رہا تھا۔ پھر اس نے بلیک کی طرف توجہ دی اور

اب سب کچھ سمیٹ کر یہ قصہ ہی تمام کرنے کا موقع آگیا تھا لہٰذا وہ کھل کر سامنے آگیا۔

اس دوران فاکس اور اس کے ونگ نے بہت کام کیا تھا، ٹی وی چینل کے مالکان کے تمام خصوصی ملازمین کو نگرانی میں رکھا جس سے تمام افراد کے قبضے میں موجود بلیک میلنگ کا مواد نکالنے میں آسانی ہوئی لیکن وہ مواد لارڈ نے خود نکالا تاکہ بات پھیلے نہ۔

فاکس روزا نامی لڑکی کی مدد سے رافیل (بلیک) تک پہنچ ہی گیا تھا کہ اس نے رہائش گاہ بدل لی اور روزا بھی غائب ہو گئی۔ پھر فاکس "بے" اس سے ٹکرایا اور پھر "بے" کی مدد سے وہ رافیل / بلیک کی جگہ آنے والے غیر ملکی کا خون ایک ڈرامے سے خوب خشک کرتے ہوئے ایفل سٹریٹ کی تیرہ سی تک پہنچ گیا، وہاں سے اسے بلیک کی نئ رہائش گاہ کا سراغ ملا لیکن تب تک بلیک نے خود سیٹھی (لارڈ) کو اپنی رہائش گاہ پہ مدعو کیا اور لارڈ نے ہر جگہ چھاپہ مارنے کا حکم دے دیا۔ چھاپے کی نگرانی تھرڈ آئی نے کی تھی، اسی چھاپے میں، کے ٹو گروپ کا اصلی نائب، ریزر بھی دھر لیا گیا تھا۔

بلیک میلنگ کا یہ ڈرامہ اب اختتام کو پہنچ رہا تھا جس کے لئے بلیک سے چند ایک نام جاننا ضروری تھا کیونکہ لارڈ اس کی ریکارڈنگ کر رہا تھا تا کہ ثبوت کے طور پہ استعمال کیا جا سکے سب سے بڑھ کر اس کے ذہن میں یہ خیال سمایا ہوا تھا کہ بلیک کی مدد سے کوئی ایسی بات جان سکے جس سے گرین سروس کے 'ماسٹرز ونگ' کو مدد مل سکے جو کہیں اور، فادر اور سردار منگول سے نبرد آزما ہونے کے لئے نہ صرف پہنچ چکی تھی بلکہ وہ لوگ اپنا کام بھی شروع کر چکے تھے۔

"اب تم میری ایک الجھن بھی حل کر دو۔" بلیک تفصیل بتانے کے بعد بولا۔

"کیوں نہیں، تم نے اتنی مدد کی ہے، اتنا تو کر ہی سکتا ہوں۔"

"تم نے اپنے صدر سے جھوٹ کیوں بولا، سچ کیوں نہیں بتایا کہ مجرم پکڑ لئے یا بلیک میلنگ کا مواد بھی قبضے میں لے لیا ہے، کیا تم خود انہیں بلیک میل کرنا چاہتے ہو؟۔" بلیک نے پوچھا۔

"ویری گڈ، تم تیز دماغ ہو، میں یہی کروں گا۔" لارڈ نے کہا۔

"اور تم جو اپنے والدین کی تربیت اور فاداری کا قصیدہ پڑھ رہے تھے سب ڈھونگ تھا مجھے دکھانے کے لئے؟ تم بھی اندر سے بلیک ہی ہو۔" بلیک نے نفرت سے بھرے لہجے میں کہا لیکن اس کا جسم ایک جگہ ہی اکڑا ہوا تھا تاکہ کرسی میں سے زہریلی سوئیاں نہ نکلیں۔

"بلیک میل تو ضرور کروں گا لیکن انہیں قابو میں رکھنے کے لئے اور صدر صاحب کو نہیں، ان سیاستدانوں کو جو ان کی پارٹی میں ہیں اور ملک کے لئے ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہے، اسی وجہ سے تو پچھلے کچھ دنوں سے، تم سے زیادہ میں انہیں کالیں کر کر کے ڈرا رہا ہوں۔"

لارڈ شاید مسکرایا اور بلیک نے دانت پیستے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"کبھی بھی تمہاری نیت بدل جائے گی، انسان ایسا ہی ہے۔" بلیک نے فرش پہ اس بار تھوک ہی دیا۔

"اس خیال کی وجہ سے میں نے بلیک میلنگ کا مواد جلا ڈالا ہے، لیکن یہ بات تم اور میں جانتے ہیں، وہ سیاستدان نہیں جنہیں تم اور میں کالیں کرتے رہے ہیں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"و۔ وہ بٹن تو دباتے جاؤ پلیز۔ کمر اکڑ گئی ہے۔ ورنہ سوئیاں نکل آئیں گی۔" بلیک منمنایا۔

"وہ بٹن تو تمہارے لئے ہیٹر چلانے کے لئے دبایا تھا، وہ بس عام کرسی ہے، اس میں سوئیاں نہیں ہیں۔" اس نے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔

بلیک ہونق بنا دروازے کو گھورتا رہا۔ "تمہارا کوئی کام بھی انسان کے بچوں والا نہیں گھٹیا شخص۔ ہر بات میں جھوٹ۔" وہ حلق کے بل چیخا۔

"تعریف کے لئے شکریہ مسٹر بلیک۔" دور جاتی آواز سنائی دی اور تب تک دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ بلیک "ہل" کر لارڈ کی بیان کی تصدیق کرنے کے موڈ میں نہیں تھا کیونکہ اس کا لارڈ پر سے یقین اٹھ گیا تھا، کیا پتہ سوئیاں نکل ہی آتیں۔۔۔ وہ تھا جو جھوٹا۔

"مجھے باہر نکالو۔" وہ چیخنے لگا اور پھر لگاتار ٹیپ ریکارڈر کی طرح بجتا ہی چلا گیا۔

* * *

حصہ دوم

شہر کے سب سے بڑے ہسپتال کے سامنے جمِ غفیر تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے سب دیگیں کھلنے کا انتظار کر رہے ہوں مگر درحقیقت ایسا نہیں تھا، نہ تو وہاں دیگیں تھیں اور نہ انہیں اپنے پیٹ کی فکر ستا رہی تھی۔ وہ سب جمع ہوئے تھے ایک نوجوان کی اچانک موت پہ۔ ایسی موت جس کی وجہ ڈاکٹروں کی لاپرواہی بتائی جا رہی تھی۔

یہ احتجاج پچھلے دو دن سے جاری تھا، احتجاج شروع تو نوجوان کی موت کو لے کر ہوا.... لیکن اب اس مسئلے کے "پر" نکل کر پھیل رہے تھے۔ اب نقلی ادویات، عملے کا رویہ، ڈاکٹر کا وقت پہ نہ ملنا، یہ سب کے سب ملا کر مسائل کی ایک کتاب بنا دی گئی تھی اور مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ ان مسائل کو حل کیا جائے گا تو ہی یہ احتجاج ختم ہو گا۔ وقت گزرنے

کے ساتھ ساتھ ہجوم بڑھ رہا تھا، قطعِ نظر اس کے، کہ بات میں کتنی سچائی تھی۔

"امی بھوک لگی ہے۔" بچی نے ماں کا پلو کھینچتے ہوئے کہا۔

"بِٹیا۔ کہیں رستہ ملے تو گزروں، ہر طرف لوگ ہیں۔" ماں پنجرے میں قید پنچھی کی طرح بیتابی سے پھڑ پھڑا رہی تھی۔

یہ ماں بیٹی، دوسری خواتین کی طرح گھر کے مردوں کے کہنے پہ آج پہلی بار احتجاج میں شریک ہو رہی تھیں۔ خواتین کو ساتھ لانے کی وجہ یہی تھی کہ اس سے حکومتِ وقت پہ دباؤ بڑھے گا کیونکہ خواتین کے آنے سے لاتعداد معصوم بچے بھی احتجاج میں شامل نظر آرہے تھے۔

"لوگو۔ ہم تب تک یہاں سے ہلیں گے نہیں جب تک ہماری مانگیں پوری نہیں ہوتیں۔ جب تک ہمارے درد کو دوا نہیں ملتی اور جب تک ہمارے بچوں کے قاتل ڈاکٹر سلاخوں کے پیچھے نہیں چلے جاتے۔ ہماری آخری سانس تک یہ دھرنا جاری رہے گا اور میری بہنوں، پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جنہیں بھوک اور پیاس ستا رہی ہے۔ آپ جہاں جہاں بھی

ہیں، وہیں رہیں۔ گاڑیوں میں کھانا اور پانی آپ تک پہنچ رہا ہے۔ بس یہ التجا ہے کہ ہمارے ساتھ رہیں۔ ظلم کے خلاف ہمارا ساتھ دیں۔"

مقرر، حقِ نصیحت ادا کرتا، کائیں کائیں کرتا سٹیج سے اترا اور ہجوم میں بھی حرکت پیدا ہوئی کیونکہ درمیانے سائز کے بند باڈی والے ٹرالر دھیمی رفتار پہ چلتے آرہے تھے جن میں مختلف کھانے پینے کی چیزوں کی تصاویر آویزاں کی گئی تھیں، ظاہری بات ہے اس میں کھانا ہی ہونا چاہیے تھا۔

جلد ہی ٹرک ہجوم میں جگہ جگہ پہنچ کر رکتے چلے گئے اور لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے ٹرکوں کی طرف بڑھنے لگے۔ ٹرکوں کے قریب موجود لوگوں نے حیرت سے ٹرک میں موجود افراد کو دیکھا جو چہرے پہ عجیب سا ماسک پہن رہے تھے۔ ساتھ ہی ٹرکوں کی باڈی کھٹاک کھٹاک کی آواز سے کھلی اور رکٹے شہتیر کی طرح آس پاس موجود لوگوں پہ آسمانی آفت کی طرح گری اور ہر طرف چیخ و پکار کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

ٹرکوں کی باڈی کھلنے سے اس کی لوہے کی چادریں اطراف میں گریں اور جو جو ان کے نیچے آیا اس کا سرمہ بنتا چلا گیا اور جو آدھا ادھورا بچ نکلا۔ اس کا سر پچک گیا، نہیں تو بازو یا ٹانگ جاتی رہی مگر اس کے باجود وہ خوش نصیب تھے جو آسان موت نصیب ہوئی۔

ٹرکوں کے اندر سے عجیب سا تعفن زدہ گند کا ڈھیر نظر آیا جس کی بو لمحوں میں دماغ میں گھسی اور ہر شخص، مرد، عورت، بچہ، بوڑھا بغیر کسی تمیز کے منہ کے بل زمین پہ گرا اور تڑپنے لگا۔ ان کے منہ اور آنکھوں سے خون جاری ہوا اور بچوں کے تو جسم ہی اکڑ گئے۔ ہر ذی روح کی آنکھیں باہر کو ابل رہی تھیں جیسے آنکھیں نکالنے کا مقابلہ ہو رہا ہو۔ چند منٹوں میں موت کا سناٹا چھا گیا اور پورا کا پورا میدان ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑنے لگا۔

نہ صرف اس میدان میں بلکہ ہسپتال کے آس پاس دو سو میٹر تک ہر دکان، گھر، پلازہ، عمارت اور سڑک پہ موجود ہر جاندار کے ساتھ یہی کاروائی ہوئی، چلتی گاڑیاں بہک گئیں اور سڑکوں پہ پیدل چلنے والے افراد کے گرتے اجسام کو روندتی ہوئی کسی نہ کسی ٹھوس چیز سے ٹکراتی

چلی گئیں اور کچھ تو دیواریں توڑتی عمارتوں میں گھس گئیں لیکن اس وقت کسی کو ہوش کہاں تھا، آناَفاناَ ہر ذی روح تڑپتا ہوا دارِ فانی سے کوچ کرتا نظر آیا۔

سورج مسکرا مسکرا کر دانت دکھا رہا تھا جیسے پہلی بار مسواک کی ہو۔ متوسط درجے کے گھروں پہ مشتمل، کالونی کی مرکزی سڑک پہ ،ایک گھنے درخت کے نیچے، سفید رنگ کی کار کھڑی تھی اوروہ بے چین بھینس کی طرح منہ ہلاتے ہوئے کار سے باہر دیکھ رہا تھا، چہرے پہ بوریت قہقہے لگاتی نظر آئی جبکہ آنکھوں میں الجھن ناچ رہی تھی۔

"میرے خیال سے تمہیں یہ کام بہت پسند ہے۔" ڈرائیور اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"معذرت جناب۔ یہ گھٹیا کام ہے۔ عورتوں والا کام۔" اس نے منہ بنایا مگر نظریں کار سے باہر ہی گھومتی رہیں۔

"وہ کیسے؟۔"

"یہ نگرانی، جاسوسی، لگائی بجھائی۔ میری ماں کہتی تھی کہ کسی کی نگرانی یا جاسوسی مت کرنا۔" اس نے منہ بنایا۔

"اور باپ کی نگرانی کرنے کی وجہ سے ماں ماری گئی ہو گی۔" ڈرائیور مسکرایا۔

"نہیں۔ نگرانی کرتی تو بروقت پتہ چل جاتا کہ میرا باپ کیا کرنے والا ہے اور وہ بچ جاتی۔" اس نے دکھی لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اسے نگرانی کرنی چاہیے تھی پھر تو۔"

"بھلا شوہر کی نگرانی کرنا بھی اچھا فعل ہے کوئی۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ڈرائیور مسکرایا۔

"عباس، تم صرف ساحر کے ہاتھ ہی آسکتے ہو۔" ڈرائیور ہنسا۔

"جبران صاحب، وہ باس ہیں، ماسٹر زیرو ہیں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ کبھی بھی، کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ میری ان کے سامنے کوئی اوقات نہیں۔" عباس نے احترام بھرے انداز میں کہا تو جبران نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے کبھی ساحر سے کہا کہ تمہیں نگرانی وغیرہ والا کام پسند نہیں؟۔" جبران نے پوچھا۔

"نہیں، لیکن میرا ماننا ہے کہ وہ یہ بات جانتے ہیں اس کے باوجود وہ جو حکم دیں گے میں کروں گا۔" عباس نے کہا۔

"چاہے غیر قانونی ہی؟۔" جبران نے اسے چھیڑا۔

"میرے لئے باس ہی قانون ہیں۔" عباس مسکرایا۔

"تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے، تمہیں کیا پتہ وہ کیا آفت ہے۔ ایک بات تو ماننی پڑے گی کہ تمہیں گھما پھرا کر جواب دینا بھی آتا ہے۔" جبران نے کہا۔

"میری ماں۔۔"

"جانتا ہوں، رہنے دو۔" جبران نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ لڑکی واپس چلی گئی ہے۔" جبران نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو عباس کے چہرے پہ چمک ابھری۔ اچانک ہی وہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا تھا اور یہ دیکھ کر جبران مسکرایا۔ کار کے دروازے لاک کرتے ہوئے وہ تیزی سے ایک چھوٹے سے گھر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"کیا میں تفتیش کر سکتا ہوں؟۔" عباس نے پر اشتیاق لہجے میں جبران سے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ لیکن خیال رہے کہ اس کا گھر ساؤنڈ پروف نہیں اور آس پاس آبادی ہے، جس درجے کی یہ کالونی ہے، لوگ فوری ٹپک پڑیں گے۔" جبران نے فوری اس کی بات مانتے ہوئے کہا۔

"میں خیال رکھوں گا۔" اس نے جیسے خوشی سے قلقاری ماری اور جبران ہنس دیا۔ جلد ہی وہ اس گھر کے دروازے پہ تھے، جبران نے دستک دی اور پیچھے ہٹتے ہوئے عباس کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھ کر سنبھالے۔

"کیا؟۔ یہیں سے میں سنبھالوں؟۔" وہ بوکھلا کر بولا ہی تھا کہ ٹھک سے دروازہ کھلا۔

"کیا ہے بے سالے؟۔"

چھ فٹے پہلوان کے منہ سے شراب کی بدبو عباس کی طرف یوں لپکی جیسے اس کی معشوقہ ہو۔

"میں اپنی ماں کا اکلوتا ہوں حرام خور۔"

پہلوان کا لہجہ سنتے ہی اس کی بوکھلاہٹ کی جگہ غصہ عود آیا اور اس کی لات پہلوان کے سینے پہ لگی اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پہ گرا۔ عباس اور اس کے پیچھے جبران، تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ جبران نے دروازہ بند کر دیا۔ پہلوان گالیاں دیتا ہوا کھڑا ہونے کے فراق میں تھا، عباس نے آگے بڑھتے ہوئے پوری قوت سے اس کے منہ ٹھوکر ماری اور وہ چیخنے ہی لگا تھا کہ عباس نے جھک کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا اور پھر خود ہی چیخ کر پیچھے ہٹا۔ پہلوان نے اس کے ہاتھ پہ کاٹ لیا تھا۔

"پاگل کتا۔"

عباس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کے بال مٹھی میں پکڑے اور زناٹے دار تھپڑ اس پہلوان کے منہ پہ پڑا۔ غنیمت تھی کہ وہ شراب پیے ہوئے تھا ورنہ وہ ان دونوں کو چھٹی ساتویں کا دودھ یاد دلا کر ہی ہاتھ آتا۔

"بتا تیرا باپ۔ پرکاش کہاں ہے۔؟۔" عباس غرایا۔

"مم۔ میرا باپ۔ اس کا تو پتہ ہی۔ پتہ ہی۔ نہیں۔ مم۔ میں۔ " شرابی کا نشہ کافی گہرا محسوس ہو رہا تھا۔

"پرکاش کہاں ہے؟۔ "

اس بار شرابی کے نشے کو دیکھتے ہوئے عباس نے 'باپ' لفظ ترک کر دیا کیونکہ پہلوان بات اپنے 'اصلی باپ' کی طرف لے گیا تھا۔

"پر۔ پر۔ پرکا۔ پرکاس۔ قلعے میں۔ "

" قلعہ کہاں ہے؟۔ جلدی بتاؤ۔ "

"لل۔ لکشمی مندر کے نیچے۔ مم۔ مندر کے نیچے۔ "پہلوان نے جواب دیا تو عباس نے مڑ کر جبران کی طرف دیکھا۔

"وہاں کے حالات پتہ کرو۔" جبران نے کہا تو عباس اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پہلوان کی خاطر تواضع پہ متوجہ ہوا۔

"وہاں اور کون کون ہے؟ عباس نے اس کے سینے پہ پاؤں رکھ کر دبایا اور جواب میں وہ اڑتا ہوا جبران سے ٹکرایا۔

"تم سالے۔ نالی کے کیڑے مجھ پہ ہاتھ ڈالو گے۔" تھوڑی بہت ٹیونگ سے شاید اس کا نشہ اترنے لگا تھا اور وہ لڑکھڑاتی زبان اور لہراتی کمر کو سنبھالتے ہوئے کھڑا ہوا، تب تک جبران اور عباس بھی کھڑے ہو چکے تھے اور جبران کپڑے جھاڑتے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"واہ جی واہ تھانیدار صاحب۔ کریں تفتیش۔"

اس نے مسکرا کر عباس سے کہا اور تھانیدار لفظ سنتے ہی اس کے اندر کا پولیس والا جاگ گیا، تھا تو وہ پولیس والا ہی، بس جگانے کی دیر تھی۔ وہ غرا کر شرابی کی طرف بڑھا لیکن نشے میں ہونے کے باوجود جس تیزی سے شرابی کا ہاتھ گھوما، جبران کے منہ سے 'اوہ' کی آواز نکلی اور وہ ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا جبکہ عباس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ پوری قوت سے دیوار سے ٹکرا کر دھپ سے نیچے گرا اور منہ سے 'پھول' جھڑنے لگے۔

"عباس۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔" جبران نے قدم بڑھائے۔

"رکو۔" عباس کی درندگی سے بھرپور آواز سن کر جبران ٹھٹک گیا، اس بار عباس اسے جبران صاحب، یار کیئے کہنا بھول گیا تھا، دماغی رو دوسری پٹڑی پہ چڑھ گئی تھی۔

"چل آ سالے۔"۔ اس نے روایتی انداز میں کہا اور تیزی سے کھڑے ہوتے ہی وہ منہ زور گھوڑے کی طرح پھر سے پہلوان کی طرف دوڑا اور پہلوان کا ہاتھ دوبارہ گھوما مگر اس بار عباس جھک کر ضرب سے بچا اور پہلوان کے پہلوؤں میں ہاتھ ڈالے اسے کندھے پہ لاد کر اسے لئے ہوئے زور دار دھماکے سے دیوار سے ٹکرایا۔ پہلوان کی دلخراش چیخ سے چھوٹا سا گھر ہل سا گیا اور جبران نے پریشان آنکھوں سے داخلی دروازے کی طرف دیکھا جیسے اب کسی نہ کسی کی دستک کا انتظار ہو۔

ادھر عباس دنیا ومافیہا سے بے خبر تابڑ توڑ مکے برسائے جا رہا تھا اور پہلوان کا منہ لہولہان ہو چکا تھا۔

"بتا اور کون کون ہے وہاں؟۔ جلدی بتا۔" اسے جیسے دورہ پڑ گیا تھا۔ پہلوان کے منہ سے خونی بلبلوں کے علاوہ کچھ نکل ہی نہیں رہا تھا، جبران تیزی سے عباس کی طرف بڑھا۔

"چھوڑو اسے۔ نکلو یہاں سے ورنہ پہلے قدم پہ ہی پکڑے جائیں گے۔"

"ایویں نکل جائیں، کام پورا کر کے ہی جائیں گے چاہے جو ہو جائے۔ " عباس غرایا اور تیزی سے واش روم کی تلاش میں گھومنے لگا، چھوٹے سے گھر میں آخر کب تک واش روم چھپ سکتا تھا، کچھ ہی لمحوں میں وہ پانی سے بھرا دھاتی لوٹا اٹھائے واپس پہنچا اور پہلوان کا منہ سیدھا کر کے پہلے تھپڑ مارا اور پھر بالوں سے کھینچ کر منہ آگے کرتے ہوئے پانی ڈال کر اس کے منہ سے خون صاف کرنے لگا۔

"چل منہ کھول سورمے، پولیس سے اڑتا ہے۔" عباس اس وقت پر اعتماد پولیس والا نظر آرہا تھا۔

"چل بتا۔ کون کون ہے اس اڈے میں جلدی بتا۔" عباس کی ٹانگ پہلوان کی ٹانگوں کے درمیان لگی اور پہلوان نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ لوٹے کی ٹونٹی اس کے منہ میں گھسا دی۔

"نام بتا جلدی۔" عباس نے ٹونٹی دبائی تو پہلوان تڑپنے لگا اور اس کی آنکھوں میں رحم کی اپیل ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی نظر آئی تو عباس نے لوٹا پیچھے ہٹایا۔

پہلوان نے ٹونٹی منہ سے نکلتے ہی سکھ کا سانس لیا اور ہکلاتے ہوئے بولنے لگا۔ جبران کی نظریں دروازے پہ اور کان پہلوان کی آواز پہ تھے جبکہ عباس کے تمام کے تمام حواس صرف پہلوان کے جوابات پہ مرکوز تھے۔

میٹنگ ہال میں چیدہ چیدہ ہستیاں موجود تھیں اور ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ ان ہستیوں میں آرمی، سیکرٹ سروس اور انٹیلی جنس کے سربراہان، دو سائنسدان، وزیر اطلاعات و نشریات اور وزیر دفاع شامل تھے۔ دو کرسیاں ابھی خالی تھیں۔ اسی لمحے بغلی دروازہ کھلا اور صدرِ مملکت اور ان کے پیچھے پی ایم اندر داخل ہوئے تو تمام افراد احتراماً کھڑے ہو گئے۔ وہ دونوں تیزی سے اپنی کرسیوں کی طرف بڑھے جیسے کوئی ناگہانی آفت آن پڑی ہو اور بیٹھتے ہی صدر نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سب خاموشی سے بیٹھتے چلے گئے۔

"اس میٹنگ کا مقصد تو سب پہ واضح ہے، اس کا کیا حل نکالا جائے اور اب تک کیا پیش رفت ہوئی ہے؟ صدر نے پریشان نظروں سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جنابِ صدر، اگر بغیر لگی لپٹی بات کروں تو ابھی تک ہم عام غنڈوں اور اسمگلروں سے آگے نہیں بڑھے۔ جب بھی کسی اہم سراغ تک پہنچتے ہیں تو اسے فنا کر دیا جاتا ہے اور ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اندر

کے بھیدی آگے نہیں بڑھنے دے رہے ہمیں۔ اس بار ایک اہم سراغ پھر سے ہاتھ لگا ہے جس پہ کام جاری ہے۔" انٹیلی جنس چیف نے کہا۔

"کوسٹ گارڈز یا آرمی کے جوان تعینات تھے ساحلِ سمندر پہ، ان کی طرف سے کیا رپورٹ ہے؟" صدر نے آرمی چیف کی طرف دیکھا کیونکہ اس کیس میں وہی ان فورسز کو سنبھال رہے تھے۔

"سر، ساحلِ سمندر پہ ایسی کوئی سرگرمی نہیں ہوئی جسے آج کے واقعہ سے جوڑا جائے، ایسا لگتا ہے کہ یہ سب کچھ پہلے سے ہی کیا جا چکا تھا، آج بس رونمائی ہوئی۔" آرمی چیف نے جواب دیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟ آج جو سانحہ ہوا ہے، دراصل کس وجہ سے ایسا ہوا ہے بظاہر تو وہاں عجیب و غریب فضلہ ہی سامنے آیا تھا جسے کے ٹرکوں کے بعد میں اس طرح اڑا دیا گیا کہ اس فضلے کا ایک ذرہ بھی نمونے کے طور پہ، اپنی اصلی حالت میں ہاتھ نہیں لگا۔"

صدر نے سائنسدانوں کی طرف دیکھا جن کے رنگ وہاں کمرے میں موجود ہر انسان اور چیز سے پھیکا نظر آرہا تھا، وہ قدرے سہمے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، جیسے ہی صدر نے ان کی زبان کا شٹر بجایا، نہ

صرف شٹر کھلا بلکہ اگلے چند منٹوں میں انہوں نے اس حادثے کی جو تفصیل بتائی اس وجہ سے شرکاء ہکے بکے، ساکت و جامد ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اوہ مائی گاڈ۔" وزیر دفاع کے منہ سے غیر ارادی طور پہ نکلا لیکن اس لفظ نے کھل جا سم سم والا کام کیا اور سب سر جھٹک کر جیسے ہوش میں آئے۔

"آپ کے خیال کے مطابق یہ فضلہ کتنی دوری تک اثر کر سکتا ہے؟۔"

صدر نے پوچھا اور سائنسدان نے دوبارہ تفصیل بتانی شروع کر دی۔

"آپ نے تفصیل تو سن لی کرنل سنہا، اس کے باوجود بھی آپ کو لگتا ہے کہ سراغ تک لکیر پیٹنا ہی ٹھیک ہے؟۔ مجھے تو خدشہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پہ ہماری ہی بدنامی ہو گی کہ ہم ایٹمی ہتھیار سنبھالنے کے قابل نہیں جو تابکاری فضلہ یوں کھلے عام میسر ہے۔" اس بار صدر نے تلخ لہجے میں انٹیلی جنس کے سربراہ کی طرف دیکھا۔

"جناب صدر، میرے خیال ہے کہ آپ میری سروس کو بھی اس کام میں شامل کر لیں، یہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے۔ میرے خیال سے یہ صرف تابکاری فضلے کی اثرات نہیں جیسے کہ ڈاکٹر نندا نے بتایا، اس میں کچھ اور بھی شامل ہے۔" سیکرٹ سروس کے چیف نے کہا۔

"میں کرنل نارائن کی بات سے متفق ہوں جناب صدر۔" وزیر اعظم نے پہلی بار زبان کھولی۔

"مجھے تو مجرم کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکنے کا افسوس ہو رہا ہے، اس کے مطابق یہ واقعہ بس ایک شروعات ہے۔ اگر یہ بات سچ نکلی تو میری نااہلی تو ثابت ہو ہی چکی ہے، رہی سہی عزت بھی جاتی رہے گی اور سب سے بڑھ کر جنتا کو کیا جواب دوں گا میں؟۔" صدر قدرے جذباتی نظر آ رہے تھے یا نظر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"جناب، ہم آپ کی عزت کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی عزت ہمارے دیش کی عزت ہے۔ مجھے بس آخری موقع دے دیں، میں اپنے سب سے اچھے ایجنٹس کو اس کام پہ لگاتا ہوں اور اس بار جو سراغ ملا ہے وہ بھی بہت اہم ہے۔" کرنل سنہا نے کہا۔

"کیا ہے وہ سراغ؟۔" صدر نے پوچھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ سب پہ اعتماد ہونے کے باجود میں بس اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ اس گروہ کا سرکردہ شخص ہے جس کی مدد سے بہت جلد میں اصل مجرم پہ ہاتھ ڈال سکوں گا۔" کرنل سنہا نے کہا۔

"اوکے۔ چار دن کا وقت ہے آپ کے پاس، یا تو مجرم پکڑا جائے گا یا میں عہدہ چھوڑ دوں گا، میں اور لوگوں کے خون کا ذمہ نہیں لے سکتا۔ چار دن بھی اس لئے کہ اس نے مجھے سوچنے کے پانچ دن کا وقت دیا گیا ہے۔" صدر نے گہری نظروں سے کرنل سنہا اور کرنل نارائن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ ہم اس سے پہلے ہی مجرم تک پہنچ جائیں گے۔" دونوں نے بیک زبان کہا۔

"اگر ہماری آزادی داؤ پہ نہ لگتی ہوتی تو میرا بہت جی چاہتا ہے کہ اس کی بات مان لی جائے کیونکہ اس میں بھی ہمارا ہی فائدہ ہے، ہماری ایک دیرینہ خواہش پوری ہو جاتی اور ہم اپنے ازلی دشمن کو گھٹنوں پہ لا سکتے ہیں۔ ہم پاکسٹیٹ کو غار کے زمانے میں دھکیل دیتے لیکن میں اپنی جنتا

کی آزادی کے خلاف کھڑا نہیں ہونا چاہتا، آپ لوگوں کو یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں کہ اس میٹنگ میں صرف ہم لوگ ہی کیوں ہیں؟ ہم نہیں چاہتے کہ اندر کی بات باہر نکلے اس وجہ سے پہلے یہ میٹنگ بلائی، کچھ دیر تک تفصیلی میٹنگ ہو گی دوبارہ جس میں بہت سے افراد شامل ہوں گے، اس کی تیاری کر لیں۔" صدر نے کہا اور کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ سبھی کھڑے ہوتے چلے گئے۔

شام کا دھندلکا انگڑائی لے رہا تھا اور پرندے پوری رفتار سے گھونسلوں کی طرف رواں دواں تھے، اگر پرندے بھی ملازمت کرتے ہوتے تو یقیناً ابھی آسمان صاف ہی ہوتا اور رات گئے ہوا میں "ٹُھڈے" کھاتے

ہوئے وہ گھونسلوں میں جا گرتے، غنیمت تھی کہ وہ self employed تھے۔ وہ دونوں میک اپ زدہ شکلوں اور سیاہ لباس میں ملبوس، لکشمی مندر کی پارکنگ میں موجود تھے۔

"مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ سے بد تمیزی کی۔" عباس نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے کس نے کہا کہ تم نے بد تمیزی کی؟۔" جبران نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، ویسے وہ جانتا تو تھا ہی کہ عباس کس بارے میں بات کر رہا ہے۔

"بس کیا کہوں اب۔ امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے۔" اس نے باہر دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"سنو عباس۔ اس ٹیم میں سب برابر ہیں یہ بھی تمہارا بڑا پن ہے کہ سب کو صاحب اور جناب کہتے ہو ورنہ ہماری ٹیم میں نہ تو کوئی صاحب ہے نہ جناب۔ ہاں ساحر کی بات الگ ہے، وہ لیڈر ہے، اس کا عہدہ ٹیم میں سب سے بڑا ہے، اس وجہ سے بھی اور..... اس کی صلاحیتوں کی وجہ سے بھی ہم اس کی بہت عزت کرتے ہیں، اس کے باوجود ہم نے اسے

کبھی جناب یا صاحب نہیں کہا اور وہ اس کی مانگ بھی نہیں کرتا کیوں کہ ہم بھائیوں سے بڑھ کر ہیں، ہم دوست ہیں اور تم بھی دیر سے ہی سہی لیکن اس میں شامل تو ہوئے ہو لہذا یہ باتیں مت سوچا کرو۔ میں تو مشورہ دوں گا کہ ساحر کے علاوہ باقی سب کے ساتھ جناب اور صاحب مت لگایا کرو۔" جبران نے سوچا کہ کھل کر بات کر ہی دینی چاہیے تا کہ عباس کام سے پہلے ہی پر سکون ہو اور اچھی طرح کام کر سکے۔

"یہ آپ سب کا بڑا اپن ہے ورنہ حقیقتاً آپ سب میرے لئے اساتذہ کی طرح ہیں، سب بہتر ہیں مجھ سے اور میں آپ لوگوں سے ہی سیکھ رہا ہوں۔ جس سے بھی کچھ اچھا سیکھوں اس کی عزت کرنا تو بنتا ہی ہے۔" عباس نے کہا، اس بار اس کی آواز میں قدرے سکون تھا جسے محسوس کر کے جبران مسکرایا۔

"سب سے سیکھو مگر ساحر سے بچنا، اگر تم اس کی شاگردی میں گئے تو کام تمام۔" جبران نے کہا تو عباس مسکرایا۔

اتنے شور شرابے کے باوجود وہاں کوئی نہیں آیا۔"

عباس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، وہ بھی شاید موضوع بدلنا چاہ رہا تھا اور اس نے پہلوان کے گھر ہونے والی کاروائی کا ذکر چھیڑ دیا۔

"کالونی میں شاید اس کی فکر کوئی نہیں کرتا تھا ورنہ لوگ تو جمع ہو ہی جاتے ہیں چیخیں سن کر۔" جبران نے جواب دیا۔

"مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی۔ جب ہم نے اس پہ کھل کر حملہ کر دیا ہے تو اس کی پارٹی تک یہ خبر پہنچ چکی ہو گی کہ ان کے پیچھے کوئی ہاتھ دھو کر پڑا ہے، وہ لوگ آسانی سے ہاتھ نہیں آئیں گے اب، تو ہم کیا کرنے آئے ہیں یہاں؟۔" عباس نے کہا۔

"گڈ۔ تم ناک کی سیدھ سے ہٹ کر بھی سوچتے ہو، ساحر کی پسند کی کیا بات ہے۔ " جبران نے کھنگارتے ہوئے کہا۔ "پہلوان کو جس حالت میں ہم چھوڑ کر آئے ہیں ایک دو دن تو وہ بول بھی نہیں سکے گا اور پھر جان کے خطرے کی وجہ سے بتائے گا بھی نہیں کہ اس نے کیا معلومات دی ہیں، تب تک ہم کام دکھا جائیں گے۔" جبران نے کہا۔

"یہ باتیں میں نے سوچی ہی نہیں تھیں۔" عباس نے تعریفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن.... میں بھی نہیں جانتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے، وہی جانتا ہے جو یہ سب کر رہا ہے۔ ہمیں بس وہی کرنا ہے جس کا حکم ہے، اسی وجہ سے تو کہا کہ ساحر کی شاگردی میں مت جانا۔" جبران مسکرایا۔

"باس تو میرے۔۔اوہ۔"

عباس بات کرتے کرتے چونک گیا، اس کی نظریں مندر کی سیڑھیوں پہ جمی ہوئی تھیں، جبران نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ بھی چونک گیا۔

"پولیس۔ پولیس یہاں کیسے پہنچ گئی؟۔" جبران بڑبڑایا۔

"میں دیکھتا ہوں۔" عباس نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"رکو۔ اپنا کام بھی کرتے ہیں، پولیس کی ریڈ بھی ہمارے حق میں بہتر ثابت ہو سکتی ہے۔ تم مندر کے عقب میں پہنچو اور میں سامنے سے جاتا ہوں۔ یاد رہے ہمیں صحیح سلامت اڈے میں گھس کر اپنا کام کرنا ہے۔ پولیس کو خاص طور پہ نظر انداز کرنا اور حالات کو دیکھتے ہوئے وہی کرنا

جو ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہو، ہمارے کندھوں پہ بنیادی ذمہ داری ہے۔"

جبران نے کہا اور ڈیش بورڈ کھول کر اس میں سے سائلنسر لگے پسٹل نکالے، ایک عباس کو تھمایا اور دوسرا خود پکڑے ہوئے تیزی سے گاڑی سے نکلا، دوسری طرف سے عباس بھی گاڑی سے نکل گیا تھا۔

"پھر کہہ رہا ہوں کہ ہر قدم پہ محتاط رہنا، مشن سب سے پہلے، اس کے لئے میری قربانی بھی دی جا سکتی ہے، کہیں بھی جذباتی نہیں ہونا۔" جبران اگرچہ خود اتنا تجربہ کار نہیں تھا پھر بھی وہ عباس کے حوالے سے ہر بات کو پر یقین بنانے کے چکر میں تھا کیونکہ وہ اس فیلڈ میں جبران سے بھی جونئیر تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دیکھ لوں گا۔" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور گاڑی لاک کرتے ہوئے دونوں اپنی اپنی منزل کی طرف بڑھ گئے۔

* * *

وہ درمیانے قد کا نوجوان تھا، چہرے پہ پتلی پتلی داڑھی مونچھ اور فوجی کٹ بال اس کی شخصیت کو سرد بناتے تھے۔ آنکھوں میں تیز چمک، ایسے لگتا تھا کہ آنکھوں میں بجلی بھر دی گئی ہو۔ فراخ پیشانی ذہانت کی

خمازی کرتی تھی۔ وہ ڈگ بھرتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک موٹا آدمی تھا جس کا جسم کافی رقبے پہ پھیلا ہوا تھا۔

"صاحب۔ یہاں تو پولیس تفتیش کر چکی ہے، یہاں سے کچھ نہیں ملا انہیں۔" اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی۔

"رمیش اگر پولیس کو سب کچھ مل جائے تو ہماری کیا ضرورت ہے پھر؟۔" نوجوان نے جواب دیا تو رمیش نے منہ بنا دیا، وہ تو بس ڈیوٹی سے جان چھڑانا چاہ رہا تھا۔

جلد ہی وہ دونوں عمارت میں داخل ہوئے اور سیدھے انچارج کے کمرے کی طرف چل دیئے۔ دروازے پہ موجود چپڑاسی کو رمیش نے کارڈ دکھایا تو چپڑاسی نے سر پہ ہاتھ ٹکاتے ہوئے نارمل سا سلیوٹ انہیں ٹکا دیا اور دروازہ کھولا۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔

باہر کی خنکی کی نسبت اندر ماحول گرم تھا، شاید ہیٹر کی کارستانی تھی۔ کمرے کے وسط میں بھاری مگر سرکاری.. میز کے پیچھے باریش انسان موجود تھا جس کے چہرے سے سختی جھلکتی تھی اور ہونٹ دیکھ کر لگتا تھا کہ کافی تیز، سخت اور کھلا کھلا بولنے والا شخص ہے۔

"فیضی صاحب، میرا نام چندن ہے، سی آئی ڈی سے۔ آپ سے کچھ معلومات چاہییں۔" نوجوان نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے ایک کارڈ اس شخص کے سامنے رکھا۔ فیضی صاحب نے کارڈ اٹھا کر لاپرواہی سے دیکھا

اور پھر چندن نامی نوجوان کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب تک پیش آنے والا حالات سے آپ باخبر ہوں گے، آندولن، اس میں ہونے والے انرتھ سے بھی واقف ہوں گے اور پولیس کو مطمن بھی کر چکے ہوں گے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ نوجوان کیسے مرا؟۔" چندن نے پوچھا۔

"میاں مرتا تبھی ہے انسان جب اللہ کا امر ہو اور کیسے مرتا ہے؟۔ میرے خیال سے آپ کے مذہب میں بھی یہی مانا جاتا ہے۔" اس نے حیرت سے چندن کی طرف دیکھا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، میں جسمانی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" چندن مسکرایا۔

"دیکھیں، مریض جس کا نام آرونِد تھا چار دن پہلے یہاں لایا گیا، اس کا ٹرالر کے ساتھ ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ حالت بہت خراب تھی اور ہم نے بتا دیا تھا کہ کبھی بھی، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹروں نے بہت دھیان سے اس کا علاج کیا اور پھر وہ ہو گیا جس کی کسی کو امید نہ تھی۔ وہ صحت یاب ہوتے ہوتے موت کی دہلیز پہ جا پہنچا۔ مسئلہ یہ بنا کہ جب وہ جان کنی کی حالت میں تھا تب ڈاکٹر ایک اور وارڈ میں وزٹ پہ تھا، اس بات کو بنیاد بنا کر فساد کھڑا ہو گیا۔"

"پولیس کو تو پختہ ثبوت ملا ہے اس کہ اس وقت ڈاکٹر ایک کمرے میں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔" چندن نے کہا تو فیضی کا چہرہ تپ گیا۔

"میاں پولیس تو گدھے کو بھی ہاتھی بنا سکتی ہے یہ کیا ذکر لے بیٹھے تم؟۔" فیضی صاحب نے کہا۔

"فیضی صاحب، میں میاں ہوتا تو کہیں بانگیں دے رہا ہوتا، خیر اور کچھ جو آپ بتانا چاہیں؟۔" چندن نے پوچھا۔

"اور کچھ جو آپ پوچھنا چاہیں میاں؟۔" فیضی صاحب نے الٹا سوال کیا جس کا مطلب تھا کہ وہ انٹرویو ہی دیں گے، اپنی طرف سے کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں۔

"بہت شکریہ فیضی صاحب۔ تھوڑی نرمی سے پیش آیا کریں، میں نے سنا ہے آپ کا مذہب امن اور سکون کا مذہب ہے۔ خدا حافظ۔" کہتے ہوئے وہ کرسی سے اٹھا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ہم تجھ سے زیادہ مذہب جانتے ہیں لڑکے۔" فیضی صاحب نے منہ بنایا اور کام میں اتر گئے۔

"باس یہ کیا ڈرامہ ہے؟۔" رمیش نے منہ کھولا۔

"رہنے دو، یہ ڈرامہ بھی ضروری تھا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ وہ کتنے کمزور انداز میں اپنے عملے کی سائیڈ لے رہا ہے جبکہ اسے پورے زور و شور سے اپنے عملے کی طرف داری کرنی چاہیے تھی۔ اس نے اس بات سے بھی انکار نہیں کیا کہ اس کا سٹاف تاش کھیل رہا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اس

وقت کوئی بھی تاش نہیں کھیل رہا تھا، سب اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔" چندن نے کہا۔

"تو باس؟۔ ویسے اس نے جو پولیس کو بتایا وہی ہمیں بتایا ہے۔" رمیش نے کہا۔

"تو یہ کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ اس کا جواب تلاش کرنا ہے۔ چپ چاپ میرے پیچھے چلتے آؤ۔" چندن نے کہا اور رمیش سر ہلاتے ہوئے چپ کر گیا۔

ہسپتال کے اندر ہی کچھ دیر کے گھومنے کے بعد عقبی طرف بنے مردہ خانے کے سامنے پہنچے۔ رمیش کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور چندن مسکرا کر اندر گھس گیا۔ مردہ خانے میں ایک طرف چھوٹا سا کیبن تھا۔ وہ کیبن کا دروازہ دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوا۔

اندر سیاہ رنگا انسان موجود تھا جس کا چہرہ موبائل کی روشنی میں یوں نظر آرہا تھا جیسے منہ پہ سفید رنگ کا نہایت باریک شاپر چڑھا رکھا ہو۔ وہ چلتا

پھرتا، صحتمند مردہ محسوس ہوتا تھا جس کی روح جسم سمیت بھٹک رہی ہو۔ "ہیلو ڈی۔ کیسے ہو؟۔"

"ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں شیکھر صاحب۔" وہ کافی بھاری آواز کا مالک تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں لیکن حالات کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے یہاں کے، فیضی صاحب اپنے فوجی مروانے پہ کیوں تُلے ہوئے ہیں؟۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ۔ آپ کو یہ بات کیسے پتہ چلی؟۔" ڈی چونک گیا۔ اس کا اصل نام ڈی سوزا تھا۔

"بس پتہ تو چل ہی جاتا ہے، تم بتا سکتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟۔"

"شیکھر صاحب، مجھے اپنی اور اپنی بیوی کی زندگی بہت پیاری ہے۔"

اس کے جواب نے چندن کو سمجھا دیا کہ دال کافی حد تک کالی کی گئی ہے، بات چھوٹی سی نہیں۔

"تم جانتے ہو کہ میں یاروں کا یار ہوں، تمہارا نام سامنے نہیں آئے گا اور انعام بھی ملے گا۔" چندن مسکرایا۔

" سوری شیکھر صاحب، اس بار نہیں۔ یہ میری اوقات سے باہر ہے۔ "ڈی نے صاف انکار کر دیا۔

" تم قیمت بتاؤ۔" چندن نے منہ بنایا، اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

"قیمت کی بات نہیں بابو، جان سے بڑھ کر کچھ نہیں۔" ڈی نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" کہتے ہوئے چندن اٹھا اور دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا۔

اس کا ذہن آندھی کی زد میں تھا، ڈی اس کا بااعتماد اور بہت اہم انفارمر تھا جس نے آج صاف انکار کر دیا تھا اور دوسری طرف فیضی تھا جس نے اپنے سٹاف کا کمزور سا دفاع کرنا بھی جائز نہ سمجھا اور پھر ڈی کا پراسرار انداز۔ چندن کے حساب سے یہ معاملہ سادہ نہ تھا، کچھ بہت

گہرا اور خطرناک ہونے والا تھا جس کی بنیاد یہاں رکھی گئی تھی اور اس منصوبہ کو تلاش کرنا ہی اس کا مقصد اور ضد بنتی محسوس ہو رہی تھی اور اس کا ذہن بن رہا تھا کہ وہ راز کھول کر ہی رہے گا۔

* * *

پولیس کافی دیر تک مندر کی محتاط انداز میں تلاشی لیتی رہی جیسے کسی خاص چیز کی تلاش میں ہو لیکن مندر کے مذہبی تقدس کی وجہ سے کھل کر کام نہ کر پا رہی ہو، جلد ہی وہ لوگ منہ لٹکائے واپس مڑے اور مندر کے معاملات اپنی روٹین کی طرف لوٹنے لگے۔

جبران گہری نظروں سے ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے مندر کی تزئین و آرائش کو حیرت و تعریفی نظروں سے دیکھتا آگے بڑھتا چلا گیا، اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اس مندر میں پہلی بار آیا ہے۔ مندر کی سیر کرتے ہوئے وہ پجاریوں کے مخصوص کمروں کی طرف نکل آیا۔ اب اس کی آنکھوں میں احترام جانگیا پہنے سمندر میں غوطے لگاتا نظر آرہا تھا، آنے جانے والے ہر پجاری کو احترام سے جھک کر نمسکار کرتے ہوئے اس کی آنکھیں نیم وا دروازوں سے کمروں کو نمسکار کرتی جا رہی تھیں اور پھر مطلوبہ کمرے کے سامنے کمر پہ ہاتھ رکھ کر وہ بوڑھوں کی طرح آہ بھرتے ہوئے سیدھا ہوا۔

"اے بالک، کدھر گھسے چلے آرہے ہو؟۔" کانوں میں لمبی بالیاں پہنے ایک کلین شیو پجاری نے ڈانٹ کر پوچھا۔

جبران نے وارفتگی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر احترام سے جھکا مگر جھکتے ہی اس نے یوں منہ بنایا جیسے کسی نے زبردستی دھریک کا رس پلا دیا ہو۔ "مہاراج کے جئے ہو۔ میں دارالحکومت سے آیا ہوں۔ ذہنی بے سکونی کا شکار ہوں، سنا ہے مہاراج ایشورداس ہی اس کا علاج کر سکتے ہیں۔ ان کے چرنوں میں ماتھا ٹیکنے آیا ہوں۔" اس نے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم ٹھیک جگہ آئے ہو بالک۔ یہاں دل و دماغ کے تمام سنکٹ دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ میرے پیچھے آؤ۔" پجاری نے مسکراتے ہوئے کہا اور جبران سیدھا ہوتے ہوئے احترام سے اس کے پیچھے چل دیا۔

دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ایک چھوٹے کمرے سے گزر کر قدرے کھلے کمرے میں پہنچے جہاں گاؤ تکئے لگائے گئے تھے، کمرے کی فضا مسحور کر دینے والی عجیب سے خوشبو سے مہک رہی تھی۔ ایسی خوشبو کے ایک بار تو ذہن ویسے ہی پر سکون ہو جاتا تھا، جبران آنکھیں بند کئے وہ خوشبو نتھنوں کے ذریعے چرا رہا تھا اور پجاری کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر

مسکرا رہا تھا۔ وہ اپنی مخصوص جگہ پہ پہنچ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ چکا تھا جبکہ جبران کھڑا تھا۔

"کہو بالک۔ کیا سیوا کر سکتا ہوں؟۔" اس نے دبنگ لہجے میں پوچھا۔

"مہاراج۔ دن بھر الٹے سیدھے خیال، رات کو بھی نیند نہیں آتی، اتنا پیسہ ہونے کے باوجود سکون نہیں میسر۔" جبران نے کہا۔

"کتنا پیسہ۔ ہمم۔ مم۔ میرا مطلب ہے کہ کیوں نہیں ملتا سکون؟۔" وہ گڑبڑا گیا، ساتھ ہی اس نے غیر محسوس انداز میں زمین پہ انگوٹھا رکھ کر دبا دیا۔

"مہاراج پیسہ تو بہت ہے لیکن آج کل قانون کے کان بھی لمبے ہو گئے ہیں۔" اس نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"بالک۔ دارالحکومت میں کس جگہ سے آئے ہو؟" پجاری نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا، زیادہ پیسہ ، قانون اور انجان نوجوان.... پجاری کے کان بھی شاید لمبے ہو گئے تھے یا کھڑے ہو گئے تھے۔

"مہاراج ۔ میری رہائش رائل کالونی میں ہے۔ حال ہی میں گریٹ کنگڈم سے پڑھ کر لوٹا ہوں۔" جبران نے کہا۔

اسی وقت مترنم گھنٹی بجی اور پجاری نے تکئے کی سائیڈ سے چھوٹا سا ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔۔۔ جبران حیرت سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تمہارے پاس اسلحہ کیوں ہے بالک؟۔" پجاری نے اپنے پہلو میں ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا، تو جبران کا منہ کھل گیا، اس کی حیرت حقیقی تھی۔

"آ۔۔ آپ کو کیسے پتہ چلا مہاراج؟۔" وہ ہکلایا۔ ہکلاہٹ میں اداکاری لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"بالک۔ ہم تو دماغوں میں گھس کر سوچیں جان لیتے ہیں یہ تو چھوٹی بات ہے۔" اس نے فخر سے سینہ چوڑا کیا۔

بچاری کی بات سے جبران سمجھ گیا کہ جیسے وہ پجاری کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کر رہا ہے، اسے دولت کی چمک دکھا رہا ہے اسی طرح پجاری بھی کسی خاص مقصد کے تحت تھوڑا تھوڑا کھل رہا ہے، شاید دونوں ہی

اپنے تئیں کچھ اگلوانے کی کوشش میں تھے اور دونوں ہی دماغ اور زبان کا بھرپور استعمال کر رہے تھے۔ پجاری کے ہاں ایسے انتظامات سامنے آ رہے تھے جو سکینگ کر رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ کوئی بات ہوتی، کمرے میں ہلکی مگر مترنم گھنٹی دوبارہ بجی ، پجاری نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور بس ہاں ہوں تک ہی زبان کو محدود رکھا اور پھر ریسیور رکھتے ہوئے جبران کی طرف نگاہیں اٹھائیں۔

"بالک۔ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی سکون کی تلاش میں ہے کیا؟ مندر کے عقب میں ایک چوہا ملا ہے۔" اس نے منہ بنایا تو جبران چونک گیا۔

مندر کے عقب میں تو عباس گیا تھا، شاید وہ بھی دھر لیا گیا تھا۔ جبران نے حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا اس کا ہاتھ جیب کی طرف رینگ گیا۔

"نہیں بالک۔ یہاں یہ حرکتیں نہیں۔ ہاتھ سر کے پیچھے۔" پجاری نے مسکراتے ہوئے کا اور تیزی سے زمین پہ ہاتھ مارا اور شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ کھڑکیوں اور دروازے پہ چادریں گرنے کے ساتھ ہی ایک دیوار پھٹی جس میں سے چار سیاہ پوش نمودار ہوئے جنھوں نے

مشین گنوں کا چہرہ جبران کی طرف کیا ہوا تھا جیسے جبران سے پیسے لینے ہوں۔ جبران نے ہاتھ سر کے پیچھے رکھے اور شعلہ بار نظروں سے پجاری کی طرف دیکھنے لگا۔

"بالک کو لے چلو۔ اسے سکون کی تلاش ہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا تو جبران گنوں کے اشارے پہ آگے بڑھ گیا۔

* * *

فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا۔ نمبر بھی انجان تھا، خیر جس طرح کا اس کا کام تھا، کال تو سننی تھی لہذا کال اٹنڈ کر کے اس نے موبائل کان سے لگایا اور چپ ہی رہا۔

"ڈی سوزا بول رہا ہوں شیکھر صاحب۔" دوسری طرف سے مردہ خانے کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ہاں۔ ڈی کیسے ہو؟ یہ کس کا نمبر ہے؟۔" اس نے جواب دیا۔

"مجبوری ہے صاحب، اپنا نمبر شاید ٹیپ ہو رہا ہے۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں اگر بات اپنے تک رکھیں تو۔" ڈی کی آواز سنائی دی۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ راز ہی رہے گا۔"

"تو آج رات اکیلے ملیں پھر داس چوک میں، مخصوص وقت پہ۔" اس نے کہا اور کال بند ہو گئی۔

یہ تب کی بات تھی جب چندن، ڈی سے ملاقات کر کے دفتر واپس جا رہا تھا، اب وہ داس چوک پہنچا ہوا تھا، مخصوص وقت اور مخصوص جگہ پہ کھڑے اسے دس منٹ ہونے کو تھے لیکن ابھی تک ڈی کہیں نظر نہ آیا

تھا۔ دکانیں بند ہو چکی تھیں اور سڑکیں بھی اب ویران ہونے کو تھیں۔ اس نے کافی دیر انتظار کرنے کے بعد جھلا کر ڈی کا نمبر ملایا لیکن وہ نمبر بند تھا۔ اس نے اپنے اسسٹنٹ رمیش کا نمبر ملایا جسے ڈی کے گھر کے آس پاس نظر رکھنے کو بھیجا ہوا تھا، دوسری بیل پہ ہی کال اٹنڈ ہو گی۔

"یس باس۔" اس کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا؟ ڈی نہیں پہنچا ابھی تک۔۔"

"اس کو گولی ماردی گئی باس۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اوہ کب؟ تفصیل بتاؤ۔" چندن چونک گیا۔

"وہ گھر سے نکل کر ٹیکسی میں سوار ہونے کو ہی تھا کہ دو موٹر سائیکل سوار اس کے پاس رکے اور ماچس مانگنے کے بہانے اسے بھی روکا، پیچھے بیٹھے شخص نے اس کے سر میں گولی ماری اور پھر دونوں بھاگ نکلنے۔ دونوں نے ہیلمٹ پہن رکھے تھے جس وجہ سے کوئی ان کی شکل نہیں

دیکھ سکا اور موٹر سائیکل پہ نمبر بھی نہیں تھا۔" رمیش نے تیز تیز لہجے میں کہانی سنائی۔

"اوہ، تم خیال رکھنا اپنا، وہاں سے موٹر سائیکل والوں سے متعلق معلومات لینے کی کوشش کرو۔"

اس نے کہا اور موبائل جیب کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ موبائل ہاتھ سے پھسل کر نیچے گرا اور چندن اسے اٹھانے کے لئے جھکا، اسی وقت ٹرچ کی آواز کے ساتھ پچھلی دیوار سے کوئی چیز ٹکرائی اور چیخ کی آواز سنائی دی، چندن وہیں سے زمین پہ گرا اور سر پہ ہاتھ رکھے سینے کی مدد سے رینگتا ہوا قریبی اوٹ کی طرف بڑھا۔ غنیمت تھی کہ جہاں وہ گرا تھا وہاں سڑک پہ جابجا ریڑھی نما دکانیں تھیں جس وجہ سے دوبارہ گولی نہ چلی۔ اوٹ میں پہنچتے ہی اس نے خود کو محفوظ کیا اور سر پکڑ کر بیٹھ رہا۔

وہ جس راز تک پہنچنا چاہ رہا تھا اس کا ذریعہ ڈی تھا جسے گولی مار دی گئ تھی، نہ صرف ڈی بلکہ اسے بھی ایک طرح سے مار دیا گیا تھا یہ تو اس کے نصیب جو بچ گیا۔ مجرم بہت پہنچے ہوئے لگ رہے تھے۔ وہ اب اس سوچ میں پڑ گیا کہ مجرم اس تک پہنچتے تو پہنچتے کیسے؟ اگر ڈی انہیں کچھ

بتاتا تو ڈی کو گولی تو نہ ماری جاتی، چندن کو ہی گولی مار کر قصہ ہی تمام کر دیا جاتا پھر ایک فیضی ہی بچ جاتا ہے جس سے ملاقات ہوئی اور شاید وہیں سے اس کے پیچھے کچھ لوگ لگے جن کو وہ پہچان نہیں پایا اور انہوں نے اتنی مہارت سے چندن کی نگرانی کی کہ اسے تعاقب کا شبہ بھی نہیں ہوا۔

ڈی کی موت کے بعد اب اگر کوئی رستہ رہ گیا تھا وہ تھا فیضی۔ فیضی جو کہ ہسپتال کا انچارج تھا، جو اس راز سے واقف تھا، جو اب بہت ہی خطرناک شخصیت محسوس ہونے لگا تھا، جس کی رسائی قاتلوں تک تھی، جس کی وجہ سے ڈی قتل ہوا اور چندن مرتے مرتے بچا۔

چندن نے سر جھٹک کر موبائل نکالا اور رمیش کا نمبر ملایا۔

"یس باس۔" وہ قدرے نارمل محسوس ہو رہا تھا۔

"کوئی نئی اور اہم بات؟۔"

"باس ان موٹر سائیکل سوار افراد کا اگلے چوک میں ہی ٹرالر سے ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور دونوں موقع پہ ہی مر گئے ہیں۔ ٹرالر کا ڈرائیور ابھی تک فرار ہے۔" رمیش نے کہا۔

"کوئی بات نہیں، مجھے یہی امید تھی۔ تم گھر چلے جاؤ۔ میں سامنے نہیں آ سکتا کیونکہ مجھ پہ بھی قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے، مجھ سے بات کرنے میں بھی خطرہ ہے۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔ وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ شاید اس کا فون بھی ٹیپ ہو رہا ہے جس وجہ سے اس نے رمیش کو اشارے میں بتا دیا تھا کہ آگے کیا کرنا ہے، خود وہ اٹھا اور چھپتے چھپاتے ایک طرف کو چل دیا، اس کا دماغی توازن بگڑ گیا تھا لیکن فیضی جیسے لوگ، چندن جیسے لوگوں کی دسترس سے باہر ہی ہوتے ہیں جس وجہ سے وہ غصے میں کھول رہا تھا۔

✺

عباس محتاط انداز میں اندھیرے کا حصہ بننے کی کوشش کرتے ہوئے مندر کے عقب میں پہنچا۔ وہ زندگی میں پہلی بار ملک سے باہر نکلا تھا اور نکلا بھی تو اس ملک میں جس کے ساتھ قومی "وَیر" (دشمنی) چل رہا تھا۔ اس دشمنی کے باعث ویسے دماغ میں ہر وقت ایک خدشہ لگا رہتا کہ کہیں پکڑے گئے تو باقیوں سے زیادہ "لتر" پڑیں گے، ویسے بھی عباس کا بیک گراؤنڈ ایسا نہ تھا کہ وہ زیادہ حوصلہ جمع کر پاتا لیکن وہ جما ہوا تھا۔ اس کی نظریں مندر کی عمارت اور اس کے پیچھے چھوٹے سے باغ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

مندر کی عمارت ختم ہوتے ہی ایک لان تھا جس کی حد بندی کے لئے باڑ لگائی گئی تھی، یہ باڑ بھی پودوں کی ہی تھی، وہاں ہلکی طاقت کے بلب روشن تھے، جس وجہ سے اندھیرا نہ تھا تو روشنی بھی نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مندر کا خفیہ دروازہ کہاں پہ ہے اور دیوار کے ساتھ پشت رگڑتا

اسی طرف بڑھ رہا تھا کیونکہ اگر وہ دیوار سے ہٹ جاتا تو اندھیرا ہونے کے باوجود حساس کیمروں سے سلام دعا ہو جانا پکی بات تھی۔

ابھی وہ مطلوبہ مقام سے دور ہی تھا کہ کھٹکا سن کر رک گیا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ اچانک ایک سایہ زمین سے بلند ہوا، شاید کوئی زمین پہ بیٹھا تھا اور اندھیرا اور باڑ ہونے کے باعث اس کی نظر نہ پڑی تھی۔ وہ سایہ باڑ پھلانگ کر لان میں گھسا اور پھر جھینگر کی آواز نکالنے لگا۔ چند لمحوں میں دوسری طرف سے بھی ویسی ہی آواز سن کر وہ چپ کر گیا۔ عباس دیوار سے چپکا یہ معاملہ دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سایہ جیسے ہوا پہ تیرتا ہوا لان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ سایہ اور نزدیک آیا تو عباس چونک گیا۔

"یہ تو جھینگری لگتی ہے جس کے لئے جھینگر چھپتا پھر رہا ہے۔" وہ اپنی ہی ڈکشنری سے الفاظ اٹھا کر بڑبڑایا۔

عباس انہیں مذاکرات کرتا چھوڑ کر آگے کو کھسکا، وہ صرف دیکھنا چاہ رہا تھا کہ یہ جھینگر آیا کہاں سے ہے؟ کیا وہ خفیہ دروازے سے نکلا تھا یا ویسے

ہی پکنک پہ آیا تھا، اس کے انداز سے تو وہ ترسا ہوا لگتا تھا جس سے ظاہر تھا کہ کافی قید کاٹنے کے بعد خفیہ دروازے سے ہی ٹپکا ہے۔

دھیرے دھیرے وہ اس مطلوبہ مگر خفیہ مقام پہ پہنچ گیا۔ وہاں دروازہ ظاہر تھا، جس کا مطلب تھا کہ وہ جھینگر واقعی اندر سے ظاہر ہوا تھا۔ عباس سوچ میں ڈوب گیا کہ اندر گھس جائے یا جھینگر پہ ہاتھ ڈالے کیونکہ پشت پہ کسی کو چھوڑ کر جانا بے وقوفی ہوتی لیکن یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جھینگر کے چکر میں عباس خود ان لوگوں کے سامنے بھی آجائے اور دروازہ بھی چھپ جائے۔ کافی دیر سوچنے کے بعد وہ وہیں دبک گیا۔ اور ماحول پہ نظر جمائے وہ انتظار کرنے لگا۔ جب اسے 'جھینگری' جاتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ جھک کر باڑ کی طرف بڑھا اور باڑ کے ساتھ چلتے ہوئے 'جھینگر' کی طرف بڑھنے لگا۔

اچانک سائیں کی آواز کے ساتھ کوئی اس کے اوپر سے کودا، کودنے والے کے جیسے ہی پاؤں زمین پہ لگے، عباس کے پسٹل کی نال اس کی گردن پہ ٹک گئی۔

"ہو گئے رومانوی مذاکرات محترم۔" اس نے سرگوشی کی۔

"تت۔ تم کون ہو؟۔" رومانس سے باہر نکلتے ہی جب چھاپہ پڑے تو بندہ ہکلا ہی جاتا ہے۔

"حرامخور اس لئے تم لوگوں کو ڈیوٹی پہ رکھا ہوا ہے کہ گلچھرے اڑاتے پھرو۔" عباس نے آواز دھیمی رکھی لیکن آواز میں "پولیسیت" کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"بب۔۔بب۔ باس۔ مم۔" وہ کچھ بول ہی نہ پایا۔

"ایک تو خود ڈیوٹی سے غافل اوپر سے کیمرے بھی بند کر رکھے ہیں۔" وہ غرایا۔ ظاہری بات ہے جب وہ اپنے کام نکلا تو عقبی طرف کیمرے آن تھوڑی رکھ کر نکلتا۔

"آئی ایم سوری باس۔ آئندہ ایسا۔۔"

"میں بھی الو کا پٹھا ہوں، جب کیمرے ہی بند ہیں تو میں کیوں کھونٹے سے بندھا ہوں۔" عباس نے اپنے گال پہ ایک تھپڑ جڑ دیا۔

"کک۔۔کیا مطلب؟۔ کون ہو تم؟۔" پہلے تو اس شخص کو سمجھ نہ آئی لیکن پھر وہ پلٹا۔

"آپ کا ابا حضور۔" اس نے کہا اور ہاتھ گھوم گیا، ہاتھ کے ساتھ ہی سامنے والی کی 'اوغ' کی آواز سنائی دی اور وہ لڑکھڑایا۔

عباس سمجھ گیا کہ ایک ضرب سے کام نہیں بنا، اس کا خون گرم لاوے کی طرح جسم میں دوڑنے لگا تھا کیونکہ ایک خاموش مشن شور کی نظر ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا، وہ تیزی سے آگے بڑھا مگر سامنے والے کا اندھا تھپڑ کھا کر قدموں پہ گھوم گیا، گھومتے ہی اس کی لات بس کی کھڑکی کی نکلنے والی کہنی کی طرح نکلی اور سامنے والے کو لپیٹ کر زمین پہ لے آئی، اس کے گرتے ہی عباس اچھل کر اس کے سینے پہ سوار ہوا، اس کے منہ پہ ہاتھ دبا کر پسٹل کے دستوں کی اس کے سر پہ 'موسلادھار بارش' برسا دی اور وہ تڑپ کر رہ گیا۔ اس کے ساکت ہوتے ہی عباس الجھی سانسوں کے ساتھ کھڑا ہوا اور اس شخص کو کوٹ اتار کر خود پہنا، اس کی بیلٹ سے اسی کے ہاتھ باندھے اور بوٹوں کے تسمے کھولنا شروع کیئے، چند لمحوں بعد اس شخص کی جرابیں اُسی کے منہ میں تھیں اور عباس اس کو دوبارہ بوٹ پہنا کر ان کے تسمے آپس میں باندھتا ہوا اس پہ

جھکا۔ بے ہوش وجود کو اٹھا کر باڑ کی دوسری طرف لڑھکایا اور پھر ہاتھ جھاڑتا، پیشانی سے پسینہ صاف کرتا دروازے کی طرف بڑھا۔

"ستیاناس مار دیا کپڑوں کا"۔ وہ بڑبڑایا اور دروازے کو کھینچا تو وہ اندر سے بند تھا، اس نے دھیرے سے دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد ہلکے سے کھٹکے سے دروازہ کھلا۔

"کہاں مر گئے تھے؟ اندر وبال آیا ہوا ہے کوئی جاسوس پکڑا گیا ہے۔" اندر سے آواز آئی، دروازے کی دوسری طرف تھی تاریکی ہی۔

"بس وہ آنے ہی نہیں دے رہی تھی۔" عباس نے سرگوشی کی۔

"تمہارے وارے نیارے ہیں مفت میں۔" کہتے ہوئے اس کے پیچھے کھڑے شخص نے دروازہ بند کیا، جیسے ہی دروازہ چوکھٹ سے ٹکرایا، دروازہ بند کرنے والے کا سر دروازے سے ٹکرایا اور اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

"کیا کر رہے حرام خور؟۔" وہ جھلا کر بولا۔

عباس کا ہاتھ ابھی تک اس کی گردن دبائے ہوئے جبکہ پسٹل کمر سے ٹکا تھا۔ "وہ جاسوس کہاں ہے؟۔" عباس نے پوچھا۔

"تت۔ تم کون ہے؟۔"

" وہ جاسوس کہاں ہے بتاؤ ورنہ اپنے ساتھی کی طرح تم بھی پرلوک سدھارنے والے ہو۔"

"تت۔ تم نے وجے کو مار ڈالا؟۔" وہ کانپ کر رہ گیا۔

"جاسوس کہاں ہے؟۔" عباس نے پسٹل کی نال کو دبایا۔

"وہ۔ وہ بلیک روم۔۔ بلل۔"

"میں جانتا ہوں بلیک روم کے بارے میں۔" ٹرچ کی آواز کے ساتھ اس کی گردن میں سوراخ ہو گیا۔

اسے ایک طرف لٹا کر وہ دیوار ٹٹولتا، آگے بڑھتا چلا گیا، جلد ہی وہ ایک روشن دھانے پہ پہنچا۔ وہ دراصل ایک سرنگ میں چلتا آ رہا تھا جہاں سے اب کھلے مقام تک پہنچ گیا تھا۔ یہ ایک بڑا ہال تھا جہاں ظاہری طور پہ

موبائل اور کمپیوٹر اسمگل ہو کر آتے تھے لیکن در حقیقت وہ اسلحہ سٹور تھا۔

عباس 'جاسوس' کے لفظ سے سمجھ گیا تھا کہ جبران کے بارے میں وہ لوگ جان گئے ہیں جس کا مطلب تھا کہ وہ خطرے میں ہے۔ پہلوان، جس پہ عباس نے شروع میں ہاتھ صاف کیا تھا، اس سے اس اڈے کے بارے میں کافی معلومات مل گئی تھیں۔ ان معلومات کی روشنی میں عباس آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا، مسئلہ صرف یہ تھا کہ کوئی اسے دیکھ یا پہچان نہ لے، اس کے علاوہ کیمرے بھی نصب تھے، اگر سکیورٹی والے اسے دیکھ لیتے تو بھی مصیبت۔ دل کی دھڑکن اس کے قدموں کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز تھی۔

"اے۔ رکو۔ کون ہو تم؟۔" ایک چیختی آواز سن کر اس کی قدم اور تیزی سے اٹھنے لگے لیکن اچانک اسے رکنا پڑا کیونکہ سامنے سے بھی دو ہٹے کٹے گارڈ آرہے تھے۔ اس نے رک کر پیچھے دیکھا، اس کے پیچھے بھی ایک شخص چلتا آرہا تھا۔

"کون ہو تم؟۔" پچھلے نے پوچھا۔

"میں۔"

اس نے منہ کھولا ہی تھا کہ سر پہ کٹاک کی آواز کے ساتھ کچھ لگا اور عباس مسکراتا ہوا لہرایا، دھڑام سے زمین پہ گرا اور گارڈز اسے اٹھانے کے لئے جھکتے چلے گئے۔

* * *

ڈاکٹر فیضی سونے کی تیاری کر چکا تھا، لمبا سا گاؤن پہنے وہ کافی دیر تک لان میں ٹہلتا رہا اور پھر مخصوص وقت پہ وہ اپنے کمرے کی طرف چل دیا تھا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے ہیٹر جلایا اور اس کے سامنے آرام دہ صوفہ پہ براجمان ہو گیا۔ ہیٹر کی ہلکی ہلکی آنچ پہ ہاتھ سینکتے ہوئے وہ ذہنی طور پہ کہیں دور پہنچ گیا تھا اور پہنچتا بھی کیوں نہ۔۔ اس کے زندگی میں ہر وہ خوشی تھی جو عام انسان پانا چاہتا تھا، وہ غیر شادی شدہ تھا، اوپر سے کمرے کا ماحول بھی آرام دہ تھا جس وجہ سے کہیں نہ کہیں کھو جانا بنتا ہی تھا مگر ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے سوچوں سے یوں کھینچ نکالا جیسے دودھ سے مکھی کو نکال کر دیوار سے دے مارتے ہیں اور وہ منہ بناتا ہوا اٹھ کر چھوٹے سے میز کی طرف بڑھا جہاں پہ لینڈ لائن فون سیٹ پڑا تھا۔ اس نے سکرین پہ نمبر دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کی لیکن نمبر نیا تھا۔

"ہیلو۔ ڈاکٹر فیضی بول رہا ہوں۔" اس نے ریسیور اٹھاتے ہی سخت لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کیسے ہیں؟۔" ایک نامانوس آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہوں، آپ کون صاحب؟۔"

"ڈاکٹر صاحب میں بینک سے بات کر رہا ہوں۔"

"اس وقت؟ اس وقت کون سا بینک کھلا ہوتا ہے؟۔" اس نے حیرت اور غصہ سے بھری آواز میں پوچھا، اس نے اندازہ لگایا تھا کہ کوئی اس سے مذاق کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"آپ کی حیرت کی دُم سے میں متفق ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی رقم ابھی تک ہم لوگ گن نہیں پائے جس وجہ سے اتنے دنوں سے چھٹی نہیں ملی۔" دوسری طرف سے مطمن آواز میں ہی جواب دیا گیا۔

"کیا بے ہودہ مذاق ہے؟۔ تم پاگل تو نہیں؟۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہسپتال کے سامنے جو لاشیں آپ نے بیچی تھیں، ان کی قیمت ہی اتنی ہے، ابھی تک گن رہے ہیں، بس پوچھنا یہ تھا کہ اور لاشیں بھی بیچنی ہیں؟۔"

جوں جوں وہ بات کرتا گیا توں توں فیضی کے منہ میں لگا فوارہ خشک ہوتا گیا اور بات مکمل ہونے تک گلا خشک ہو چکا تھا۔ اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیری اور سر جھٹکا۔

"کیا بکواس ہے؟ دفع ہو جاؤ پاگل کہیں کے۔" وہ دھاڑا اور ریسیور، سیٹ پہ پٹخ دیا۔

اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور پیشانی کا سیورج سسٹم لیک ہو جانے کی وجہ سے پسینہ ظاہر ہونے لگا تھا۔ وہ کچھ دیر چپ چاپ کھڑا سوچتا رہا اور پھر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن گھنٹی سن کر وہ چیخ کر اچھلا، شاید وہ ڈر گیا تھا۔ اس نے گھور کر ریسیور کی طرف دیکھا اور پھر اسے اٹھا کر کان سے لگایا مگر زبان نہ ہلائی۔

"ڈاکٹر۔ پرساد بول رہا ہوں۔" اس کے اسسٹنٹ کی آواز سنائی دی۔

"اوہ پرساد۔ خیریت ؟۔" اس کے منہ سے طویل سانس یوں برآمد ہوئی جیسے غبارے سے یکلخت ساری ہوا نکل گئی ہو۔

"کیا ہوا ڈاکٹر؟ آپ پریشان محسوس ہو رہے ہیں؟۔" پرساد نے چونک کر پوچھا۔

"ارے کچھ نہیں پرساد۔۔"ڈاکٹر زبردستی ہنسا۔

"واہ ڈاکٹر صاحب۔ لاشیں بیچ کر بینک اکاؤنٹ بھر لیا ہے اور کہہ رہے ہیں کچھ بھی نہیں، واہ۔ آپ تو بہت بہادر نکلے۔"

دوسری طرف سے بدلی ہوئی آواز سن کر ڈاکٹر ہڑبڑا گیا، اس نے پوری قوت سے ایک خوبصورت گالی دیتے ہوئے ریسیور دوبارہ پٹخا اور میز پہ جھک کر یوں ہانپنے لگا جیسے میلوں دور سے بھاگ کر آیا ہو۔ پیشانی پہ پسینہ چمک رہا تھا، سانسیں چڑھی ہوئیں اور آنکھیں پھیل چکی تھیں ...... تھوڑی دیر کی محنت کے بعد سانس نارمل ہونے پہ اس نے ریسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ملائے، اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ مزید کال سن کر خون جلانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی اور ڈاکٹر بے چینی سے ہونٹ کاٹتا رہا۔

"یس ڈاکٹر۔" دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔

"وہ سب جانتا ہے۔ وہ میرے بارے میں سب جانتا ہے۔" ڈاکٹر یوں شروع ہوا جیسے کئی دنوں کے بعد عاشق، معشوقہ سے ہمکلام ہو رہا ہو اور ایک ہی سانس میں سب کہہ دینا چاہ رہا ہو۔

"ریلیکس ڈاکٹر، آرام سے بات کرو۔" اس کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

"وہ، وہ... کوئی انجان شخص ہے جو دو بار مجھے کال کر چکا ہے۔" ڈاکٹر نے اس بار کم رفتار میں بات شروع کی اور اب تک کی کاروائی بتائی۔

"کیا کہتا ہے وہ؟ اس کی مانگ کیا ہے؟۔"

"وہاں تک تو بات ہی نہیں پہنچی، میں نے دونوں دفعہ کال بند کر دی۔"

"ہونہہ.....اس بار کال آئے تو بات کو لمبا کھینچو، تم اس سے اس کی مانگ پوچھو، باتوں میں الجھاؤ، کم از کم دو منٹ بات کرو۔ اس کے بعد مجھے بتانا۔" کہتے ہی دوسری طرف سے کال بند ہو گئی اور ڈاکٹر ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا۔

"فیضی تو گیا، لالچ بری بلا ہے یہ بچپن سے پڑھا تھا، تو تو گیا۔" وہ ماتھا صاف کرتا ہوا بڑبڑایا اور اسی وقت ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کے ہاتھ میں لٹکا ریسیور کے پرخچے اڑ گئے اور فیضی دھپ سے زمین پہ گرا۔ وہ احتیاطً نہیں گرا تھا، اس کے اوسان ہی یوں خطا ہوئے کہ خود بخود زمین پہ پہنچ گیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی اور گولیاں باہر کھلنے والی کھڑکی سے کسی وبا کی طرح گھستی ہوئیں سامنے والی دیوار کو چھلنی کرتی چلی گئیں اور ڈاکٹر حلق پھاڑ کر چیخنے لگا جیسے گولیوں کی آواز سے مقابلہ کر رہا ہے مگر جلد ہی سمجھ گیا کہ اس کی آواز، خود اسی کے لئے خطرہ ہے تو اس نے منہ بند کر لیا، اس کے منہ بند کرتے ہی فائرنگ بھی یوں رکی جیسے مشین گن بھی اس کی آواز سے مقابلہ ہی کر رہی تھی۔

اسی وقت باہر دلخراش چیخ ابھری اور ڈاکٹر کانپ کر رہ گیا۔ وہ وہیں دم

سادھے پڑا رہا، تقریباً دو سے تین منٹ میں اس کی خواب گاہ کا دروازہ دھماکے سے کھلا اور ڈاکٹر کا ضبط ٹوٹ گیا اور وہ پھر سے چیخ اٹھا۔

"گھبراؤ مت۔ میں دوست ہوں۔" نوارد، جو کہ سیاہ رنگ سے بھی سیاہ تھا، ہاتھ سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

ڈاکٹر چپ چاپ اسے یوں دیکھ گیا جیسے بکرا قصائی کے ہاتھ میں چھرا دیکھ رہا ہو۔

"چلو میرے ساتھ۔ تم سچ کہہ رہے تھے، وہ کال کرنے والا بلیک میلر ہے، اس کے آدمی باہر ہی ہیں۔ اگر باس مجھے وقت پہ نہ بھیجتا تو تم گئے تھے آج۔" اس نے گردن پہ انگلی گھما کر ڈاکٹر کو گردن کٹنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر جھرجھری لے کر رہ گیا، نوارد نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے کھینچ کر کھڑا کیا اور اپنے ساتھ لے کر نکل گیا۔ ڈاکٹر کا دماغ ویسے ہی سن ہو گیا تھا، باس کی طرف سے مدد آنے پہ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا، بولنے کی سکت ویسے ہی نہیں تھی، جان بچی سو لاکھوں پائے کو زندگی کی حقیقت مانتے ہوئے وہ نوارد کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔

* * *

بلیک روم، جسے خاص طور پہ دشمن کی خاطر مدارت اور چائے پانی پوچھنے کے بنایا گیا تھا، اس اعتبار سے کافی دلچسپ جگہ تھی۔ تشدد کے رنگ برنگے اوزار شو پیس کے طور پہ سجائے گئے تھے جیسے منیاری کی دکان ہو۔ جس چیز نے کمرے میں گھستے ہی جبران کی توجہ اپنی طرف کھینچی، وہ ایک جار میں کلبلانے والے کیڑے تھے۔ دیکھنے میں کافی معصوم اور امن پسند محسوس ہو رہے تھے لیکن جبران جانتا تھا کہ ایسے کمروں میں پائی جانے والی چیزوں کا معصومیت اور امن پسندی سے دور دور تک کوئی واسطہ تعلق نہیں ہوتا لہذا ہاتھی کے دانت، کھانے کے اور، دکھانے کے اور۔

اس کے ہاتھ پشت پہ باندھ کر ایک کرسی بھی بٹھایا گیااور پھر سینے سے ایک مضبوط رسی کے دو بل دے کر اسے کرسی کی پشت سے باندھ دیا گیا۔ اس کے سامنے پجاری پسٹل پکڑے کھڑا تھا جبکہ ایک لمبا تڑنگا ،وحشی قسم کا شخص ،غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے دیوار سے ٹیک لگائے اسے گھور رہا تھا۔

"اتنا ہی کافی ہے ،بالک ہی ہے یہ۔ شکل سے پتہ چل رہا ہے کہ جیب کترا ہی رہا ہو گا۔" پجاری نے غرور بھرے لہجے میں کہا تو جبران نے شرمساری سے چہرہ جھکا لیا جیسے چوری پکڑی گئی ہو اور پجاری کی گردن یہ منظر دیکھ کر اکڑ گئی کہ 'دیکھا۔۔ پکڑ لیا نا'

"بالک۔ بھگوان شما کرے مجھے ،میں نے تم سے جھوٹ بولا کہ تمہارا کوئی ساتھی عقبی طرف بھی ہے۔ میں تو تمہیں کچھ دیر کے لئے پریشان کرنا چاہتا تھا تاکہ تم اسلحہ استعمال نہ کر سکو لیکن تمہارا چہرہ دیکھ کر اندازہ ہوا کہ واقعی تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے ،اب میں نے اپنے بالک بھیجے ہیں تمہارے دوست کو لانے کے لئے۔"

پجاری نے مسکرا کر کہا اور جبران نے ہونٹ بھینچ کر خود کو خوبصورت لقب سے نوازا۔

"کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ کون ہو تم؟۔پہلے کی گئی باتیں مت دہرانا، میں جانتا ہوں کہ وہ سب جھوٹ ہے۔"

"میں پولیس کا آدمی ہوں۔" جبران نے جھٹ سے کہا۔

"پولیس کب سے وِداہ کرنے لگی جو پولیس کے آدمی ہو تم۔" پجاری مسکرایا۔

"میں انفارمر ہوں۔ کبھی کبھی عملی طور پہ بھی ہمیں آگے کر دیا جاتا ہے کیونکہ ہم جرائم پیشہ افراد میں گھل مل جاتے ہیں، ماضی جو ایک جیسا ہے۔ جیب کترا۔" جبران نے اسے یاد دلایا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو بالک۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ تھوڑی دیر پہلے پولیس آئی تھی، انہوں نے تلاشی لی مگر کچھ ہاتھ نہیں لگا تو ہمیں بھیج کر خود چلے گئے۔"

"کیا تلاش کر رہے تھے وہ لوگ؟۔"

"انہیں کہیں سے بھنک لگی ہے کہ یہاں اسمگل کیا ہوا اسلحہ رکھا جاتا ہے۔" جبران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا تو پجاری اچھل پڑا۔

"انہیں کیسے؟۔ مندر جیسی پوِتر جگہ پہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔" وہ سنبھل کر غرایا۔

"مسئلہ جگہ کا نہیں ہوتا، افراد کا ہوتا ہے۔" جبران نے فلسفہ جھاڑا، اسی وقت دروازہ کھلا اور دو افراد بے ہوش وجود کو لے کر اندر داخل ہوئے۔

"سُسرے کو پٹخ دو اور جاؤ۔" پجاری نے کہا تو انہوں نے عباس کو فرش پہ بے دردی پٹخا اور باہر نکل گئے۔

"دیکھ بالک۔ مجھے پوری تفصیل بتا دے کہ کیسے انہیں یہ اطلاع ملی، اور کون کون جانتا ہے اس کے بارے میں تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا ورنہ تو آج صاف اور پر سکون ہو جائے گا۔" اس نے جبران کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں ایک عام انفارمر ہوں، اتنی باتیں کیسے جان سکتا ہوں ان کے بارے میں؟ ہاں میرا ساتھی کچھ پولیس والوں کے نام ضرور بتا سکتا ہے جو ہم سے رابطے میں رہتے ہیں۔" جبران نے اگلی چال چلی۔

"تو تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھی کو بھی ہوش میں لایا جائے؟۔" اس نے گہری نظروں سے جبران کی طرف دیکھا۔

"نہیں۔ یہ تم چاہتے ہو۔" جبران مسکرایا۔

"میں اسے ویسے ہی گولی مار دیتا ہوں۔" پجاری نے منہ بنایا اور قدم بڑھاتے ہوئے پسٹل کی نال عباس کی طرف کی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی مجھے سُسرا کہنے کی؟۔"

عباس چیخ کر پلٹا اور اچھل کر پجاری پہ جا گرا، وہ شاید پوری طرح بے ہوش نہیں ہوا تھا یا پھر زمین پہ پٹخے جانے کی وجہ سے کچھ طبق روشن ہو گئے تھے اور دم سادھے مناسب وقت کا انتظار کر تا رہا۔

وہ پجاری کو رگیدتا ہوا دیوار سے ٹکرایا اور اس کے ہاتھ سے پسٹل کھینچ کر پہلوان کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر دبا دیا، ٹرچ کی آواز کے ساتھ وہ چیخ مارتے ہوئے الٹ کر گرا، گولی اس کی بائیں آنکھ میں لگی تھی۔

"ستیاناس، ابھی بھی میرا نشانہ کچا ہے۔ بکواس زندگی۔" عباس سچ مچ جھلا اٹھا۔ اس نے غصے میں پجاری جی کے پہلو میں ٹھوکر ماری اور پجاری چیخ کر رہ گیا۔

"تو ہلا تو تیری پیشانی میں گولی لگے گی سمجھا تو، وہ دور تھا تو پیشانی کی بجائے آنکھ میں لگ گئی مگر تو نالی کے سامنے ہے نالی کے کیڑے۔" اس نے دل کا غبار پجاری پہ نکالا۔

"مجھے کھولو جلدی۔ کوئی آ ہی نہ جائے۔" جبران نے کہا، ادھر پہلوان تڑپ رہا تھا۔

"یہ الگ تھلگ کمرہ ہے، گارڈز دور چلے جائیں تو حملہ کروں، اسی خیال سے اتنی دیر لیٹا رہا۔" عباس مسکرایا۔

"پھر بھی، جلدی کرو۔"

"چل اٹھ، صاحب کو کھکھ۔ کھو۔ کھول۔" عباس ہی گڑ بڑا گیا، اسے شاید جملہ ذو معنی محسوس ہوا۔

پجاری سہما ہوا تیزی سے سیدھا ہوا اور جبران کی طرف بڑھا، عباس پسٹل تانے اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ پجاری جھکا اور جبران کے ہاتھ کھولنے لگا۔

"ابے پہلے سینے والی رسی کھول، بے ترتیبا پجاری۔"

عباس نے ڈانٹا تو پجاری دوسری رسی کھولنے لگا۔ اگلہ لمحہ سب کے لئے حیرت کا سبب تھا، عباس تو ساکت ہی ہو گیا۔

پجاری نے برق رفتاری سے فرش پہ پیر مارا اور کٹک کی آواز ابھری غنیمت تھی کہ عباس کو ہوش آگیا، اس نے لاشعوری طور پہ ہاتھ بڑھا کر جبران والی کرسی کا بازو پکڑا اور پسٹل والا ہاتھ بھی ایویں ہی بلند ہوا اور ٹرچ کی آواز کے ساتھ پجاری کی چیخ دور جاتی ہوئی سنائی دی۔

پجاری نے جبران کی کرسی کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے اس کے نیچے موجود فرش کھسکا دیا تھا جس وجہ سے خلا پیدا ہوا اور پجاری جبران سمیت اس میں گرنے کی بجائے عباس کی گولی کھائے اکیلا ہی نیچے گرتا

چلا گیا، جبران کی کرسی خلا میں لٹکی ہوئی تھی کہ اچانک شرر کی آواز کے ساتھ عباس بوکھلایا، اسی بوکھلاہٹ میں کرسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور عباس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی ساتھ ہی جبران کی چیخ سنائی دی۔

✺

شام کے وقت ادھیڑ عمر شرابی جھومتا ہوا گلی میں سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ اور جسم پہ کپکپی طاری تھی۔ جسمانی طور پہ وہ مضبوط ہی نظر آ رہا تھا لیکن اس کی حالت دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ شراب پی پی کر پوری دنیا کی شراب ختم کرنے کا ارادہ رکھ کر اس پہ کاربند تھا۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے، پریشان بال اور کبھی کبھار منہ سے ایک آدھ رال نکل کر ماحول دیکھتی اور پھر پھسلتی ہوئی استطاعت کے مطابق چہرے، گردن یا گریبان تک جا پہنچتی۔ شرابی دنیا و مافیہا سے بے خبر لڑھکتا چلا جا رہا تھا۔ کبھی کبھار اس کی نظر اٹھتی لیکن گردن اس کے سر

کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہونے کے سبب، چہرہ یوں گرتا جیسے کسی کی نظروں میں انسان۔

وہ یوں ہی لڑھکتے ہوئے ہوئے ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے پہنچ کر رکا، دیوار کا سہارا لے کر آگے بڑھنے لگا مگر چند قدموں کے بعد وہ رک کر کمر دیوار سے گھسیٹتا ہوا دھپ سے زمین پہ گرا۔ کچھ دیر وہ چپ چاپ لیٹا رہا جیسے اپنی خواب گاہ میں ہو اور پھر اٹھنے کی کوشش میں جٹ گیا۔ اس کے پاس سے نوجوان اسے دیکھ کر ہنستے اور ذو معنی باتیں کرتے گزر گئے۔ اس نے اٹھ کر دیوار کا سہارا لیا اور پھر قدم بڑھائے، ابھی وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ لہرا کر دروازے سے ٹکرایا اور دھماکے سے زمین پہ گرا۔ دروازے سے ٹکرانے کی وجہ سے آواز تو کافی پیدا ہوئی تھی لیکن نہ ہی وہ اٹھ سکا اور نہ ہی اندر سے کوئی نکلا۔

گلی میں سے گزرنے والا اکا دکا لوگ اسے گھورتے ہوئے گزرتے چلے گئے جیسے یہ وہاں کا رواج ہو۔ کافی دیر کے بعد دروازے میں حرکت پیدا ہوئی اور درمیانے سائز کا لکڑی کا مضبوط دروازہ کھل گیا۔ اندر سے ایک جاندار سردار نکلا جس کا چہرہ داڑھی مونچھوں میں چھپا ہوا تھا اور مضبوط

جسم کپڑوں سے جھانک رہا تھا۔

"اوئے کون ایں توں؟۔" (کون ہو تم؟)۔ اس نے پنجابی میں پوچھا لیکن شرابی شاید اگلی منازل طے کر رہا تھا یا ہوش میں نہیں تھا۔

سردار کافی دیر اسے ہلاتا جُلاتا رہا کہ ہو سکتا ہے وہ ہوش میں آ جائے لیکن بے سود۔ سردار نے الجھن زدہ نظروں سے اسے، گلی کو اور پھر حویلی کی جانب دیکھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اس بھاری بھر کم شخص کو کھینچ کر کاندھے پہ لادا، دروازہ اندر سے بند کیا اور حویلی کی طرف بڑھ گیا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے اس نے کاغذ کا پتلا اٹھا رکھا ہو، وہ دندناتا ہوا حویلی میں پہنچا، ایک چارپائی پہ بے ہوش شخص کو ڈالا اور اندر گھس گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کی بالٹی تھی جو اس نے تیزی سے اس شخص پہ الٹا دی اور بالٹی خالی ہونے سے پہلے ہی وہ شخص ہڑبڑا کر ہاتھ پیر مارنے لگا جیسے سمندر میں ڈوب رہا ہو۔

"اوئے جاگ اوئے۔ کون ہے تو؟۔" سردار دھاڑا تو وہ شخص اور بھی تیزی سے سنبھل گیا۔

"مم۔ میں۔" وہ ہکلایا، نجانے سردار کا رعب طاری ہو گیا تھا یا نشہ اب بھی سر چڑھا ہوا تھا، سردار کا ہاتھ گھوما اور وہ شخص چیخ کر چارپائی سے نیچے جا گرا، اس کی آنکھوں میں اچانک 'ہوش' کی چمک ابھری۔

"نشہ اتارن لئی بلدیو دا اک ہتھ ای کافی اے (نشہ اتارنے کے لئے بلدیو کا ایک ہاتھ ہی کافی ہے۔)۔" سردار نے دانت نکالے۔

"تت۔ تم کون ہو؟۔" وہ شخص گھبرایا ہوا تھا۔

"تو کون اے شرابیا؟۔" وہ غرایا۔ سامنے والے کو گھبراتے دیکھ کر شاید اس کی مردانگی اچھلی تھی۔

"میرا نام بھرت ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"پڑھا لکھا ایں۔ فیر تیری زبان وچ ای گل کرنی پَوے گی۔ اس محلے کا تو نہیں لگتا، کہاں سے آیا ہے؟۔"

"گاؤں سے آیا ہوں جی، یہاں میرے جیجا جی رہتے ہیں۔ دو گلیاں چھوڑ کر ان کا گھر ہے، وِجے چوہان۔"

"اوہ اچھا۔ اس نک چڑھے کا رشتہ دار ہے تو۔ خیر، اتنی مت پیا کر کہ ہوش ہی نہ رہے۔"

"وہ جی بس دل دکھی ہو تو۔۔" اس شخص کی آواز میں درد سمٹ آیا۔

"اس عمر میں بھی لڑکیوں کے دکھ ہیں یا کچھ اور؟۔" بلدیو مسکرایا۔

"بھائی کا دکھ ہے جی، بیچارہ بارڈر پہ مارا گیا۔"

اس شخص نے کہا تو بلدیو کے چہرے پہ رنگ آکر گزر گیا۔ یک بیک اس کا چہرہ دکھی سا لگنے لگا تھا۔

"یہ بارڈر بھی ناں بس۔" یک بیک بلدیو سنگھ بھی دکھی نظر آنے لگا تھا۔

"مم۔ میرا بھائی۔" بھرت چہرہ ہاتھوں میں دبائے بچوں کی طرح سسکنے لگا تھا۔

"اوہ تم تو ننھے بچے ہو، ٹھہر میں تیری دوائی لاتا ہوں۔" بلدیو نے کہا اور تیزی سے اندر گھس گیا۔

بھرت کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور سسکیاں اب بھی جاری

تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں بلدیو جگ اور دو گلاس لے آیا۔ جگ اور گلاس ایک ہاتھ میں اور دوسری میں چھوٹی سے میز جسے آسانی کے لئے 'میزی' لفظ پنجابی میں مستعمل ہے۔

"تیرا میرا دکھ ایک جیسا ہی ہے اس لئے مل کر پیتے ہیں۔" بلدیو نے کہا۔

"دکھ میں لسی؟۔" بھرت نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"او شراب اے شہزادے۔" بلدیو سنگھ نے ران پہ ہاتھ مارتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"ہمارا دکھ ایک جیسا؟۔ تو کیا تمہارا بھائی بھی فوجی تھا؟۔" بھرت چونک گیا۔

"نہیں، لیکن مَرا وہ بارڈر پار ہے۔ وہ کسی سرکاری ایجنسی بھی تھا تو شہید ہی ہوا ناں۔" اس نے گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا۔

"بلدیو میں تو نہیں پی سکوں گا، شراب سے ڈاکٹر نے منع کر رکھا ہے لیکن بھائی کے دکھ میں کب بہک گیا پتہ ہی نہیں چلا۔" بھرت نے

اسے دوسرے گلاس کی طرف جگ بڑھاتے دیکھ کر کہا۔

"کیا یار میرا موڈ بنا کر خود بھاگ رہے ہو۔" بلدیو نے مایوسی میں سر ہلایا۔

"اچھا بھر دو، لیکن میں تھوڑی دیر تک پیئوں گا۔ پہلے والی تو اتر لے، تمہارے تھپڑ سے اتنا بھی فرق نہیں پڑا۔" بھرت پہلی بار مسکرایا۔

"معافی چاہتا ہوں یار، بس اس حالت میں مجھے کوئی بھی اچھا نہیں لگتا۔" ان کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دونوں برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہوتا، دو شرابی جو مل بیٹھے تھے اور جب شوق ایک ہوں تو کاہے کا تکلف۔ نفسیاتی طور پہ لگاؤ محسوس ہونے لگتا ہے۔

"کرشن، جسے ہم پیار سے کرشنا کہتے تھے، پچیس سال کا تھا۔ اسے فوج میں بھرتی ہونے کا بہت شوق تھا۔ جیسے ہی پڑھائی مکمل ہوئی وہ بھرتی ہونے پہنچ گیا اور بھگوان کی کرپا سے وہ بھرتی ہو بھی گیا، یہی قسمت تھی شاید۔ ایک سال بعد ہی دونوں طرف سے ہونے والی فائرنگ میں وہ بھی مارا گیا۔ نجانے کس طرف سے پہل ہوئی لیکن گھر کا چراغ تو ہمارا

بجھ گیا، ماں اس کے صدمے سے چل بسی، دیدی کی شادی ہو چکی تھی، بس میں اکیلا ہی رہ گیا، اب کچھ دن یہاں دیدی کے گھر اور پھر کچھ اپنے سنسان گھر۔" بھرت کی آنکھوں میں آنسو "ٹاں ٹاں" کر رہے تھے مگر وہ انہیں حلقوں میں جیسے تیسے سنبھالے ہوئے تھا، مرد جو ٹھہرا۔

"افسوس ہوا یار۔ اپنوں کا دکھ تو بہت ہوتا ہے، جگر کٹتا ہے لیکن انسان کر بھی کیا سکتا ہے۔" بلدیو نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو بلدیو۔"

بلدیو اب دوسرا گلاس بھر رہا تھا اور بھرت کا پہلے والا بھی ویسے کا ویسا پڑا تھا لیکن اس بار اس نے بھی بلدیو کے ساتھ ہی گلاس اٹھا لیا جسے دیکھ کر بلدیو کی آنکھوں میں اپنائیت کی چمک زیادہ ہونے لگی۔

"اب سوچتا ہوں شادی کر ہی لوں۔" بھرت نے کہا۔

"ارے ناں میرے بھرَا، اپنی خوشیوں کا گلا اپنے ہاتھوں سے ہی مت گھونٹ۔ عیش کر بس۔" بلدیو نے دوسرا گلاس بھی ایک ہی سانس میں گلے میں الٹایا اور تیسرا بھرنے لگا۔

"پھر بھی کوئی تو............"

"روپ سنگھ مجھ سے چار سال چھوٹا تھا۔" بلدیو نے بھرت کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ بچپن سے ہی بہت شرارتی اور ذہین تھا۔ اس کے خواب بھی بہت بڑے تھے، وہ بہت زیادہ پیسہ کمانا چاہتا تھا۔ ایسا سوچنا قدرتی بات تھی۔ ہم چھ بہن بھائی تھے اور کمانے والا ایک باپ جو کہ اپنی کمائی میں سے شراب بھی خریدتا تھا۔ بہن بھائیوں کی تعداد کے ساتھ اس کی بوتلوں کی تعداد بھی بڑھنے لگی تھی اور وہ ہم دونوں کو روز پیٹنے لگا کہ پیسے کما کر لاؤ۔ میں تو اوکھے سوکھے مزدوری کر لیتا تھا لیکن روپ، وہ بیچارہ کیا کرتا۔ ایک دن گھر سے ہی بھاگ گیا۔ پھر وہ دس سال بعد لوٹا۔" بلدیو نے پھر سے جگ ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا اور بھرت نے جگ اور گلاس میں دوری مٹانے میں اس کی مدد کی۔

"گورا چٹا، اور موٹا تازہ۔ بہت پیارا جوان تھا میرا بھائی، بالکل اپنے نام جیسا، روپ سنگھ۔ اس کے ساتھ گھر میں بہت سا پیسہ بھی آیا لیکن اس پیسے کو شراب سے تولنے والا باپ کب کا مر چکا تھا اور وبائی بیماری میں ایک بہن اور دو بھائی بھی۔ روپ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کسی سرکاری

ادارے میں ہے جہاں بہت پیسہ ملتا ہے۔ سب بہت اچھا ہو گیا تھا کہ کچھ ہفتے پہلے اس کی موت کی خبر ملی ہے۔ پیسہ تو اس کے ادارے والے بہت دے گئے ہیں، یہ اسی پیسے کی شراب ہے لیکن روپ تو واپس نہیں لوٹا۔ یہ سرحد پار والے قصائی ہیں، حرامخور، جو ان کے ہاتھ لگتا ہے کاٹ کھاتے ہیں۔" وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا اور اس کی آخری باتیں سن کر بھرت کی آنکھیں آپے سے باہر ہونے کو بیتاب نظر آنے لگیں مگر وہ چپ بیٹھا سنتا رہا۔

"ہمیں دو ہفتے بعد کرشنا کی باڈی ملی تھی۔" بھرت رندھے ہوئے لہجے میں بات میں شامل ہوا۔

"دوست، ہمیں تو آج تک نہیں ملی اور نہ ہی ملنے کی امید ہے۔ ایک ہفتہ پہلے سکسینہ صاحب کہہ رہے تھے کہ مل جائے گی مگر مجھے کوئی امید نہیں۔" بلدیو کے منہ سے ایک نام سن کر بھرت چونک گیا۔

"سرکاری لوگ بھی بس۔ تم نے کبھی ان سے ملنے کی کوشش نہیں کی؟" اس نے پوچھا۔

"ارے کہاں ملتے ہیں بڑے لوگ، داخل ہی نہیں ہونے دیتے محلوں میں۔" بلدیو نے مایوس لہجے میں کہا۔

"کہاں ہے ان کا محل؟۔ میرے جیجا سے مدد لی جاسکتی ہے۔"

"کہاں ہے محل؟۔" بلدیو نے سوچنے کے سے انداز میں بھرت کی طرف دیکھا اور بھرت کی ہر طرح کی امید کے خلاف، بجلی کی سی تیزی سے بلدیو کا ہاتھ گھوما اور 'شرابی جگ'، گھومتا ہوا بھرت کے چہرے سے ٹکرایا اور منہ تو شراب چکھنے سے بچ گیا مگر آنکھوں میں وہ بلااجازت گھسی، اسی وقت بھرت نے لاشعوری طور پہ قلابازی ماری اور چارپائی سے دور جا کھڑا، آنکھیں ملنے لگا۔

"دشمن پڑوسی۔ نقلی نشئی۔ میں کب سے تیری آنکھوں میں نفرت دیکھ رہا ہوں۔" بلدیو غرایا۔

* * *

وہ آواز فرش میں موجود خلا بند کرنے والی لوہے کی چادر کی تھی۔ فرش پھٹتے ہی عباس نے جبر ان کی کرسی کھینچی تو تھی لیکن اچانک اس کے ہاتھ سے کرسی پھسل گئی، غنیمت تھی کہ کرسی کے اس خلا میں گرنے سے پہلے ہی فرش برابر ہو گیا اور کھٹاک کی آواز سے کرسی فرش سے ٹکرائی، جبر ان کا سر فرش سے ٹکرایا تھا جس وجہ سے دانت تک جھنجھلا گئے تھے اور منہ سے غیر ارادی طور پہ چیخ نکل گئی، جلد ہی عباس نے اس کی بندشیں کھول دی تھیں۔

"ہم شدید خطرے میں ہیں۔" جبر ان کے چہرے پہ پریشانی دیکھ جا سکتی تھی اور اسے پریشان دیکھ کر عباس کو بھی محسوس ہوا کہ واقعی اب وہ چوہے دان میں پھنس گئے ہیں اور وہاں موجود لوگ جانتے ہیں کہ وہ دونوں ہی دشمن ہیں، خاص طور پہ اگر وہ پجاری گولی سے بچ گیا ہو تو

خطرہ زیادہ تھا، اگر وہ مر چکا ہو تو خطرہ اور بھی زیادہ تھا، یہ تو عام فہم بات تھی کہ اس کنویں میں گر کر نقصان کا خدشہ ہوتا تو پجاری اپنے لئے ایسا رسک نہ لیتا لیکن عباس کی گولی شاید اس حساب کتاب کو نہ دیکھتی۔

"میری ماں اگر آج زندہ ہوتی تو کتنی پریشان ہوتی۔" عباس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔ یار اس وقت نہیں۔" جبران نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟ پریشانی کے وقت ماں ہی یاد آتی ہے، آپ مجھے اس سے بھی روکنا چاہتے ہیں۔" اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"میرا مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں تھا، ہمارے پاس ضائع کرنے کے لئے ایک لمحہ بھی نہیں۔" جبران بوکھلا گیا۔

"مم۔۔ میں۔۔ م" اس سے کچھ بولا ہی نا گیا اور آنسو آنکھوں سے نکل کر گالوں پہ بہنے لگے۔

"اوہ۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟۔" جبران تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"میں جب بھی زیادہ خطرے میں ہوتا ہوں تو واش روم کی حاجت ہوتی ہے، اگر واش روم میسر نہ ہو تو پھر رو کر گزارہ کر لیتا ہوں۔" اس نے روتے روتے کہا اور جبران کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا کہ اس بات پہ اب وہ بھی روئے یا ہنسے۔۔۔ ویسے عباس کی شکل سے تو لگ رہا تھا کہ وہ سچ ہی کہہ رہا ہے۔

"عباس یار۔۔" اس نے بے بسی سے کہا، وہ کرتا بھی تو کیا؟

"بس کچھ دیر اور جبران صاحب۔" عباس نے کہا اور جبران سینے پہ ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور عباس کے آنسو بہتے رہے۔ عجیب سماں تھا، ایک کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا، دوسرا رو رہا تھا۔۔اور دشمن بالکل قریب۔

"چلیں، پریشر کم ہو گیا۔" تھوڑی دیر بعد اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا جیسے واقعی رونے سے واش روم کی کمی پوری ہو گئی ہو۔

"کہاں ؟ باہر ولیمہ ہو رہا ہے جو دلہن کی ودائی پہ روئے اور ڈولی اٹھا کر نکل دیے ؟۔" جبران جھلایا ہوا تھا۔

"پھر؟ باس کو اطلاع کریں؟۔ "عباس نے پوچھا۔

"اسے اطلاع کی ضرورت نہیں، بدروح ہے وہ، آس پاس ہی ہو گا لیکن جب کام ہمیں دیا گیا ہے تو ہم ہی کریں گے۔ " جبران نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میں بھی متفق ہوں، چاہے جو ہو جائے کوشش کرتے رہنا چاہیے، میں تیار ہوں۔ "عباس نے بھی مضبوط لہجے میں کہا۔

"اوکے، دروازے کا لاک اڑا دو، پھر باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، جتنی دیر ہو گی اتنا ہی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو گا۔ " جبران نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو عباس اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا، اس نے پستول کی نال لاک پہ رکھ کر ٹریگر دبا دیا، ٹرچ کی آواز کے ساتھ لاک ٹوٹنے کی آواز بھی سنائی دی اور جبران نے تیزی سے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا، کمرے میں تاریکی چھا گئی۔

"اب دروازہ کھولو۔" عباس کو جبران کی سرگوشی سنائی دی، جبران نے بروقت عقل کا استعمال کرتے ہوئے روشنی گل کر دی تھی جس سے بیرونی مزاحمت میں رکاوٹ بنا دی گئی تھی۔ عباس نے دروازہ کھولا اور تیزی سے اوٹ میں ہو گیا۔

"باہر نکلو۔ خالی ہے راہداری۔" جبران کی آواز، عباس کو اپنے قدموں کے پاس سے سنائی دی، وہ شاید زمین پہ لیٹا ہوا تھا۔ عباس احتیاط سے باہر نکلا، جبران اس کے پیچھے تھا۔ وہ جھکے جھکے انداز میں ایک تنگ مگر خالی راہداری سے گزرتے ہوئے ایک کھلی راہداری میں پہنچے، ابھی تک ہر طرف سکون تھا جس کا مطلب تھا کہ پجاری کی حالت سے شاید کوئی متعارف ہی نہ ہو پایا تھا۔

"کرنا کیا ہے؟۔" عباس نے پوچھا، ظاہر ہے جبران کو کمان سونپی گئی تھی تو اسی کی مرضی چلنی تھی۔

"کوشش کرتے ہیں کہ کسی سکیورٹی گارڈ پہ ہاتھ ڈال سکیں، لباس بدل لیں تو اڈے میں گھومنے کا موقع مل سکتا ہے، ایک بار میں کمپیوٹرز تک

پہنچ گیا تو سسٹم بھی دیکھ لوں گا، پھر باہر سے بھی نگرانی کر سکیں گے۔" جبران نے کہا۔

"میرے ساتھ آئیں پھر، لباس کا انتظام کرتے ہیں۔" عباس نے کہا اور وہ تیزی سے اس رستے کی طرف چل دیے جہاں سے عباس کو لایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر چلتے رہنے کے بعد وہ تنگ سی راہداری میں گھسے اور آگے بڑھنے لگے۔ اب وہ کافی فریش نظر آ رہا تھا۔

"رکو۔ تمہیں عجیب نہیں لگ رہا؟۔" جبران نے اسے روکا۔

"عجیب ؟ کیا مطلب ؟۔" عباس نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ اڈہ ان کے لئے بہت اہم ہے، میں نے مختلف جگہوں پہ کیمرے نصب دیکھے ہیں لیکن ابھی تک ہمیں روکنے کوئی بھی نہیں آیا، کیوں ؟۔

"جبران سوچ میں ڈوبا نظر آیا۔

"یا تو ہم پہ ان کی نظر نہیں پڑی یا پھر جان بوجھ کر ایسا کیا جا رہا ہے۔" عباس بھی ٹھٹک گیا تھا۔

"ہاہاہاہاہاہا......میں تمہیں پہچانتا ہوں چھوٹے قد والے۔" دیوار میں سے طنزیہ آواز سن کر دونوں اچھل پڑے۔ جبران کو وہ آواز مانوس محسوس ہوئی۔

"اتنا بھی چھوٹا قد نہیں۔" اس نے منہ بنایا جبکہ عباس حیرت سے دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا جس میں نہ تو کوئی سوراخ تھا اور نہ ہی کوئی سپیکر نظر آ رہا تھا۔

"جو بھی ہے، مقصد تمہیں مخاطب کرنا تھا۔ تم وہی ہو جس کی ناک میری ٹکروں سے ٹوٹ گئی تھی۔" دوسری طرف سے اس بار سخت آواز سنائی دی۔

"نقلی روپ سنگھ۔" جبران نے ہونٹ سکیڑے۔

"گڈ، جلدی سمجھ گئے، تم بتانا پسند کرو گے کہ یہاں کس خوشی میں؟"

"تمہاری وجہ سے ناک ٹوٹ کر اونچی ہو گئی اور یہ میرے لئے خوش نصیبی کی بات ہے، تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔" جبران مسکرایا۔

جبران اور عباس، دونوں کے دماغ پھریریاں لے رہے تھے اور بچ نکلنے کے لئے راہ تلاش کر رہے تھے جو قریب قریب ناممکن نظر آرہا تھا۔

"کوئی بات نہیں، جلد ہی ملاقات ہو گی تو یہ بھی کر لینا۔"

"ابھی مل لو؟ دیر کس بات کی؟ کیا خوفزدہ ہو مجھ سے؟۔" جبران نے اسے اکسایا۔

"نہیں بچے، تم جیسوں سے مقابلہ میری توہین ہے، وہ تو کسی وجہ سے تمہارے پیچھے لگا تھا، میں تمہارے پیچھے کھڑی طاقت ڈھونڈنا چاہتا تھا جس نے روپ سنگھ وغیرہ پہ ہاتھ ڈالا تھا لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔"

"تو اب ڈھونڈ لو۔" جبران نے پینترہ بدلا۔

"ضرورت نہیں، میں شاید جان گیا ہوں کہ تم کس گروپ سے ہو، جلد ہی تمہارا لیڈر میرے شکنجے میں ہو گا۔ بائے۔"

درشت لہجے میں کہتے ہوئے آواز آنی بند ہوئی اور ساتھ ہی سرر کی آواز کے ساتھ ان کے قدموں تلے سے زمین غائب ہوئی، وہ چیختے، ہاتھ

پاؤں مارتے نیچے گرتے چلے گئے، نجانے ان کی منزل کیا تھی؟ موت؟ قید؟ پاتال یا کچھ اور؟

بلدیو سنگھ کی گردن ڈھلکی ہوئی تھی لیکن اب کبھی کبھار جھٹکے سے سیدھی بھی ہونے لگی تھی، کچھ ہی دیر میں وہ ہوش میں آیا اور ہوش میں آتے ہی منہ زور گھوڑے کی طرح اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے ایسا کر نہ پایا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ اپنی حویلی کے ہی ایک کمرے میں، چارپائی پہ باندھا گیا تھا۔ ابھی وہ چیخنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ دوازہ کھلا اور بھرت اندر داخل ہوا۔

بلدیو نے نفرت سے اس کی طرف دیکھا، اس نے تو بھرت کی آنکھوں میں شراب ڈال کر اس پہ ہاتھ ڈالا تھا اور شروع میں اس نے کافی زک پہنچائی لیکن جلد ہی بھرت نے پلٹ کر وار کیا اور جب وہ شروع ہوا، بلدیو کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پرستان کا "ننھا سا پرا" ہو اور شیطان دیو اسے روئی کی طرح دھنک رہا ہو۔ لمحوں میں وہ ہوش و حواس سے بیگانہ

ہو گیا تھا۔ اسے ہمیشہ زعم رہا تھا کہ وہ بہت مضبوط جسم رکھنے والا ماہر لڑاکا ہے لیکن سامنے والا اس سے بھی دو چار سیر زیادہ ہی نکلا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟ تم جانتے نہیں کہ تم نے کیا مصیبت مول لی ہے۔" وہ غرایا۔

"تمہیں مجھ پہ شک کیسے ہوا؟۔" بھرت نے پوچھا۔

"تم نے شراب نہیں پی اور پھر جس ہاتھ سے شراب کا گلاس پکڑا، اسے مسلسل جھٹک رہے تھے جیسے تمہیں بے چینی بن گئی ہو، ایک بار تم نے نظر بچا کر شراب گرانے کی کوشش بھی کی اور پھر وہ نفرت بھری چمک۔۔ دھوکے باز ہو تم۔" بلدیو نفرت سے پھنکارنے لگا۔

"تم اپنے بھائی کی طرح ذہین ہو لیکن یہ نہیں جانتے کہ تم کس مصیبت میں پڑ گئے ہو بلدیو۔" بھرت نے پر سکون انداز میں جواب دیا۔

"تم نہیں جانتے کہ میری پہنچ کہاں تک ہے، ابھی بھی وقت ہے مجھے چھوڑ کر معافی مانگ لو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔" اس کا غصہ بر قرار تھا۔

"تمہاری پہنچ جہاں تک بھی، جب تک بندھے ہو، کسی کو بھی بلا نہیں سکتے اور میرے لئے بہت آسان ہے کہ تمہاری گردن کاٹ کر نکل جاؤں۔ "

"تم پچھتاؤ گے، مجھے اس حالت میں بھی اکیلا مت سمجھو۔ "

"کیا تم اس خفیہ اڈے کا رستہ بتاؤ گے جو اس عمارت میں سے نکلتا ہے؟۔ " بھرت نے کہا تو بلدیو کے جسم کو جھٹکا لگا اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے بھرت کو دیکھنے لگا۔

"تت۔ یہاں۔ یہاں کوئی رستہ نہیں۔ " وہ گھبرایا ضرور لیکن فوری سنبھل گیا۔

"دیکھ بلدیو، ناں میری تجھ سے کوئی دشمنی ہے نہ ہی روپ سنگھ سے تھی۔ میں جانتا ہوں کہ تم واقعی اس کے سگے بھائی ہو، تمہیں آج تک یہی کہا گیا کہ وہ سرکاری ایجنسی میں ملازم تھا اور سرحد پار مارا گیا، درحقیقت وہ ایک سمگلر تھا اور اسی وجہ سے مارا گیا۔ تم بھی میرے خیال سے کسی ایسے ہی اڈے کی حفاظت پہ مامور ہو، بس تمہاری آنکھوں پہ یہ

پٹی باندھ دی گئی ہے کہ وہ اڈہ سرکاری ہے اور تمہیں روپ سنگھ کی قربانی کی وجہ سے نوکری دی گئی ہے۔" بھرت نے کہا۔

"میں نوکری نہیں کر رہا، دیش کی سیوا کر رہا ہوں اور اس طرح میں اپنے ویر رُوپے کا بدلہ بھی لے رہا ہوں۔" بلدیو نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔

"تمہیں استعمال کیا جا رہا ہے۔"

"یہاں کوئی اڈہ نہیں اور نہ ہی خفیہ رستہ۔" اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"میں کافی دنوں سے نگرانی کر رہا ہوں، یہاں بہت سے لوگ آتے ہیں جو کبھی بھی روشنی میں واپس نہیں گئے، کل رات کے پچھلے پہر یہاں سامان والی چھوٹی ویگنیں آئی ہیں جو واپس نہیں گئیں۔"

"تت۔ تم کیسے جانتے ہو، تم چھپے کیسے رہے؟" بلدیو سچ مچ بوکھلا گیا تھا۔

"تم اپنی بات کرو بلدیو، تم روپ سنگھ کی زندگی کو غلط رستے پہ ڈالنے والوں کی طرف داری کر رہے ہو، تم اس کے قاتلوں کا ساتھ دے رہے ہو۔" اس نے کہا۔

"میں تمہارے جھانسے میں نہیں آؤں گا۔" بلدیو نے کہا۔

"اور میں اس فضول بحث سے اکتا گیا ہوں، میں خود ہی رستہ تلاش کر لوں گا۔" بھرت نے بلدیو کی طرف بڑھتے ہوئے کہا، اس نے جیب سے چپٹا سا پسٹل نکال لیا تھا، اس کا جارحانہ انداز دیکھنے کے باوجود بلدیو کے چہرے پہ کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہ ہو رہی تھی۔

"رکو، اسے صرف بے ہوش کر دو۔" دروازے سے ایک سرد آواز سنائی دی اور بھرت رک گیا۔

"کیا فائدہ اسے زندہ رکھنے کا؟"

بھرت نے مڑ کر اپنے سے مضبوط جسامت والے شخص سے کہا جو درمیانی عمر کا تھا اور جیز اور ہاف آستین والی شرٹ میں ملبوس تھا۔ واجبی

سی شکل والا وہ شخص، چمکدار آنکھوں کا مالک تھا۔ ڈیل ڈول میں وہ بھرت سے زیادہ مضبوط نظر آرہا تھا۔

"وہ اپنے ملک کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہے، یہ جذبہ قابلِ ستائش ہے لیکن حقیقت نہیں جانتا جس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ بے ہوش کر دو، رستہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔" نوارد نے کہا اور بلدیو نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا جو ٹھنڈی طبیعت کا انسان محسوس ہو رہا تھا۔

"سوچ لو، پشت پہ کسی کو یوں چھوڑ کر جانا نقصان دہ ہو سکتا ہے، میں اپنا ایک ٹیم ممبر کھو چکا اس کیس میں پہلے ہی۔" بھرت نے کہا۔

"میں دیکھ لوں گا، تم پریشان مت ہو۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"بچ گئے تم، وہ لیڈر ہے جس کی بات ماننا فرض ہے میرا ورنہ میں سچ مچ مار ہی ڈالتا تمہیں۔" بھرت نے کہا اور بلدیو کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ گھوما اور بلدیو کی چیخ نکلتے نکلتے دب گئی۔ بھرت نے دوسری ضرب لگائی، بلدیو کی نبض چیک کی اور پھر اسے مزید چادروں میں باندھنا شروع کر دیا۔ اسے اچھی طرح باندھنے کے بعد وہ کمرے سے

نکلا اور کمرے کو تالہ لگا کر آگے بڑھ گیا۔

"یہاں کوئی سائنسی آلہ نہیں لگایا گیا، شاید اس عمارت کو عام رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔" اس شخص نے بھرت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور ہم اتنے دن اسے مخمصے میں رہے کہ اندر گھسنے سے گڑبڑ نہ ہو جائے۔" بھرت نے کہا۔

"نہیں، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جمال، ہم اس وجہ سے نہیں رکے تھے۔ ہم نے بہت سے لوگ یہاں آتے دیکھ لئے، بہت سی گاڑیاں ہماری نظروں میں ہیں اور اب ہم اس اڈے میں گھسیں گے۔ اب تک جو ہوا، جو صبر کیا، جو اتنے دن ضائع کئے وہ در حقیقت پلان کا حصہ تھے۔" وہ شخص مسکرایا۔

"اور یہ پلان کس کا ہے کبیر صاحب؟۔" بھرت، جو کہ انٹیلی جنس کے سیکشن فائیو کا لیڈر جمال تھا، مسکرایا۔

"ہم سب کے لیڈر کا جو اپنے وقت پہ سامنے آئے گا، تب تک اس کے بارے میں کچھ کہنے سے منع کیا گیا ہے، چلو، کام پہ لگ جائیں۔"

کبیر مسکرایا اور جمال بھی مسکرا دیا لیکن اس کا دماغی کیڑا، اس پلانر، اس لیڈر کو دیکھنے کے لئے بہت دنوں سے 'ٹاں ٹاں' کر رہا تھا جس کی ابھی تک اس نے صرف تعریفیں ہی سنی تھیں، شکل یا نام تک رسائی نہ ہو پائی تھی۔ اس نے کندھے اچکائے اور کبیر کے پیچھے چل دیا۔

اس مشن، اس ٹیم میں کبیر احمد خان کو جمال اکبر کا لیڈر بنایا گیا تھا، جسے اس نے بخوشی قبول کیا تھا کیونکہ وہ سعد کو شہید کرنے والوں کو مات دینا چاہتا تھا، وہ ملک دشمنوں کا صفایا کرنا چاہتا تھا، وہ لارڈ اور اس کی ٹیم کے قریب ہو کر انہیں سمجھنا چاہتا تھا جس کے لئے یہ کرنا ضروری، بلکہ بہت ہی ضروری تھا۔

* * *

پجاری فرش پھٹنے کے بعد پانچ، سات فٹ نیچے موجود ایک کمرے میں موجود نرم گدے پہ گرا تھا اور پھر خود کو سنبھالتا ہوا طبی مدد کے لئے دوڑتا چلا گیا۔ اب اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، اس کے بائیں بازو پہ پٹی بندھی ہوئی تھی، یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ گولی گوشت کو 'پی' کرتی گزر گئی تھی ورنہ ہڈی کا نقصان بھی سکتا تھا۔ گولی کے بو سے کو بھگتتا ہوا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا، آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک محافظ تیز رفتاری سے اس کی طرف بڑھا۔

"باس، آپ کی کال ہے۔" محافظ نے ایک وائرلیس، مگر بڑا سا ریسیور اس کو تھمایا۔

"پجاری بول رہا ہوں۔" اس کا لہجہ مودبانہ ہی تھا۔

"کیا ہو رہا ہے ہیں وہاں؟۔" دھاڑتی ہوئی آواز سن کر پجاری کانپنے لگا۔

"بب۔ باس۔ وہ۔"

"منہ بند رکھو، وہ دونوں اب ریڈ روم میں ہیں، جلد سے جلد ان کا خاتمہ کر دو، میں وہاں ہوتا تو ایک لمحہ بھی دیر نہ کرتا۔ تم نہیں جانتے کہ یہ کس طوفان کا پیش خیمہ ہے، اگر انہیں لمحہ بھی مل گیا تو تمہارا اڈہ بھک سے اڑ جائے گا سمجھے تم۔" کسی نے چبا چبا کر الفاظ ادا کئے۔

"م۔ مم۔ میں سمجھ گیا فادر، ایسا ہی ہو گا۔" پجاری نے کہا۔

" مجھے رپورٹ کرو جلدی، میں آن لائن ہو کر ان کی لاشیں دیکھنا چاہوں گا۔ ان سے صرف ایک بات پوچھنی ہے، ان کے کتنے ساتھی ہیں اور کہاں ہیں؟ بس۔ اس کے بعد جو صورتحال بھی ہو، گولی مار دو اور سیدھی کھوپڑی میں ورنہ میں تمہارے سر میں میگزین خالی کروں گا۔"

کال کٹتے ہی یوں لگا جیسے پجاری کو بخار ہو گیا ہو، وہ تھر تھر کانپ رہا تھا اور واضح طور پہ یہ حالت دیکھی جا سکتی ہے، پجاری تو پجاری، پاس کھڑا محافظ بھی یوں کھڑا تھا جیسے مجسمہ ہو۔

وہ فادر کی طاقت کے گواہ تھے، اس کی وحشت و بربریت دیکھ چکے تھے اور آج زندگی میں پہلی بار انہوں نے فادر کو دھمکیاں دیتے ہوئے سنا، اس سے نہ صرف فادر کی دہشت ان کے ذہنوں پہ طاری ہو گئی بلکہ ان دو قیدیوں کا بھی انجانا خوف محسوس کرنے لگے تھے۔ جن قیدیوں کو لے کر فادر اتنے غصے میں تھا اور دھاڑ رہا تھا، وہ یقیناً بہت ہی خطرناک لوگ تھے۔ پجاری نے میکانکی انداز میں ریسیور محافظ کو تھمایا اور اس کی طرف مڑا۔

"دو مسلح افراد کو ریڈ روم بھیجو۔" کہتا ہوا پجاری خود ریڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ اب جلد سے جلد فادر کی ہدایات پہ عمل کرنا چاہتا تھا تا کہ خود کو اور اڈے کو بچا سکے، تیز تیز قدم اٹھاتا وہ جلد ہی ریڈ روم نامی کمرے کے سامنے تھا جس کا دروازہ بھی سرخ رنگ کا ہی تھا۔ وہ وہیں رک گیا، شاید اب وہ اکیلا اندر نہ گھسنا چاہ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں دو گن بردار پہنچ گئے۔

"اندر دو خطرناک قیدی ہیں، دھیان سے ، ایسا نہ ہو کہ ہم ہی مارے جائیں۔" اس نے سرگوشی کی اور ان دونوں کے جسم تن گئے، وہ مزید چوکس نظر آنے لگے۔

پجاری نے دروازے کے ہینڈل پہ اپنا بایاں انگوٹھا رکھا تو کٹک کی آواز کے ساتھ ہینڈل دروازے میں گم ہوا اور ساتھ سرر کی آواز کے ساتھ دروازہ ایک دیوار میں گھسا اور سامنے دروازے جتنی جگہ خلا نظر آنے لگا۔ پجاری کے اشارے پہ وہ دونوں احتیاط سے ، گنیں تانے اس خلا کی طرف بڑھے، ایک دائیں طرف رخ کئے اور ایک بائیں طرف۔ جیسے ہی گنوں کی نال اور ان کا ایک ایک قدم کمرے میں پڑا، وہ چونک گئے، کمرہ خالی تھا، اس سے پہلے کہ وہ سمجھتے کہ قیدی کہاں گئے، گنوں پہ دونوں طرف سے ہاتھ ڈالا گیا اور گنوں سمیت انہیں اندر گھسیٹے ہوئے ایک سایہ پجاری پہ جھپٹا، پجاری بھی چیختا، اڑتا ہوا کمرے کے وسط میں دھپ سے گرا، اس ساری کاروائی میں دس سے پندرہ سیکنڈ ہی لگے ہوں گے، سرر کی آواز کے ساتھ وہ خلا دروازے سے پر ہو گیا۔

اسی وقت تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ سیدھے ہوتے دونوں محافظ ، تڑپتے ہوئے زمین پہ گرے، دونوں کی کھوپڑیوں میں سوراخ دیکھ کر پجاری سُن ہو گیا اور پھٹی پھٹی نظروں سے سامنے کھڑے دونوں قیدیوں کو دیکھنے لگا۔

"مہاراج، ہم اس جھنجھٹ سے اکتا گئے ہیں، کوئی اُپائے بتائیں؟۔" جبران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو پجاری نے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔ شاید وہ انتظامی امور میں ہی ماہر تھا، لڑائی بھڑائی والا آدمی نہیں تھا۔

"ت۔تت۔تم کیا چاہتے ہو؟۔" اس کے ذہن میں فادر کی آواز گونج رہی تھی کہ وہ دونوں خطرناک افراد ہیں جنہیں بروقت ختم نہ کیا گیا تو اڈے بھی ہاتھ سے جائے گا۔ پجاری کو سب کچھ نرخ میں جاتا نظر آرہا تھا۔

"یہاں سے زندہ نکلنا چاہتے ہیں۔" جبران نے کہا۔

"اوہ۔اتنی سے بات؟ میں ایسا کر دیتا ہوں فوری۔" پجاری نے چونک

کر کہا۔ اگر بلا خود ہی ٹل رہی تھی تو اسے کیا ضرورت تھی ٹانگ اڑانے کی، وہ اڈے سے نکال کر انہیں مار سکتا تھا۔

"کیسے نکالو گے؟۔"

"یہاں بہت سے خفیہ راستے ہیں، کسی ایک سے بھی نکال دوں گا۔" پجاری کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی، شاید زندگی کی امید لگ گئی تھی۔

"وہ کہاں ہے جو سپیکر پہ ہم سے مخاطب ہوا تھا؟۔"

"اوہ۔ فادر۔ وہ یہاں نہیں، جہاں جہاں کیمرے نصب ہیں، وہ ان جگہوں کو کہیں دور سے بھی دیکھ سکتا ہے، جب چاہے جیسے چاہے۔ یہاں تک کہ یہاں ہونے والی گفتگو بھی۔"

"میں نے تو تم لوگوں پہ اس وجہ سے ہی ہاتھ ڈالا ہے کہ اس کمرے میں کیمرے وغیرہ نہیں ہیں، لیکن تم جیسے ہی ہمارے ساتھ یہاں سے نکلے، وہ ہمیں دیکھ لے گا، تم ہمیں پھنسانا چاہتے ہو۔" جبران مسکرایا۔

"نہیں، میں اپنا اڈہ بچانا چاہتا ہوں، ایک طرف کے کیمرے آف بھی ہو

سکتے ہیں۔" پجاری نے کہا تو جبران کے جسم میں خوشی سے بھرپور لہر دوڑ گئی۔

ٹھیک ہے، کیمرے آف کیسے کرو گے؟۔ اور ہم مندر والی سائیڈ سے نکلیں گے جدھر سے تم مجھے لائے تھے۔" جبران نے کہا۔

وہ آتے ہوئے رستے میں سیکورٹی روم دیکھ چکا تھا جہاں شاید کمپیوٹر سیکورٹی کا اصل کنٹرول تھا اور اسی وجہ سے کوئی پلان بھی بنا بیٹھا تھا۔

"منظور ہے۔ مجھے سیکورٹی آفس بات کرنی ہو گی، میرے پاس موبائل ہے۔" پجاری نے اپنی کمر کی طرف اشارہ کیا۔

"اوکے، کرو بات۔ اگر تم نے کوئی اشارہ کیا تو ہم تو ڈوبے گے تم بھی نہیں بچو گے۔" جبران نے کہا۔

"بے فکر رہو، میں بتا چکا ہوں کہ مجھے اڈہ محفوظ رکھنا ہے اپنا۔"

پجاری نے کہا اور تہبند میں ہاتھ ڈال کر اس میں اڑسا ہوا موبائل نکالا اور نمبر ملا کر سیکورٹی آفس کا نمبر ملا کر ہدایات دینی شروع کیں جلد ہی وہ فارغ ہوا، موبائل واپس اڑسا اور جبران کی طرف دیکھا۔ "اب؟۔"

اس نے پوچھا۔

"اب ہم دیکھ لیں گے مہاراج۔" جبران نے گن کی نال اس کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا اور گولیوں کی آواز کے ساتھ ساتھ پجاری کی چیخیں بھی کمرے میں ہی دب کر رہ گئیں۔

* * *

بلدیو سنگھ کی مدد کے بغیر خفیہ رستہ ڈھونڈنا آسان کام نہ تھا لیکن وہ دونوں بھی بچے نہیں تھے کہ رستہ ڈھونڈ نہ پاتے۔ انہوں نے آدھے گھنٹے کی عرق ریزی کے بعد تہ خانے کا رستہ ڈھونڈ ہی لیا تھا۔

اس ٹیم کا لیڈر کبیر تھا اور ان کا کام روپ سنگھ کے جاننے والوں کو کھوجنا اور ان میں سے کام کے لوگوں تک رسائی حاصل کر کے روپ سنگھ کی تنظیم، یعنی منگول سردار یا پھر فادر سے متعلق سراغ نکالنا تھا۔ اس کام کے لئے ان کا سامنا اسلحہ اسمگلنگ والوں سے ضرور ہوتا، یہ انہیں امید تھی۔ جب انہوں نے روپ سنگھ کے رشتہ دار ڈھونڈے اور پھر ان کی نگرانی کی تو بلدیو سنگھ ہی کام کا بندا محسوس ہوا۔

بلدیو سنگھ جس حویلی میں اکیلا رہتا تھا، اس حویلی کی دیواریں کافی اونچی اور کیمروں سے لیس تھیں۔ احکامات کے مطابق انہیں دشمن کو اندھیرے میں رکھ کر کام کرنا تھا جس وجہ سے وہ کھل کر سامنے نہ آنا چاہتے تھے لیکن وقت ضائع ہوتا رہا اور اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہ

ہوئی تو انہیں سنبھل کر سامنے آنے کی اجازت مل گئی کیونکہ اس سلسلے میں دیر کرنا نہ ہی لارڈ کو پسند تھا نہ ساحر کو۔

تب تک وہ نہیں جانتے تھے کہ حویلی میں صرف ایک ہی شخص ہے، کیونکہ وہاں کافی آمدورفت محسوس ہوتی تھی، سیاہ شیشوں والی گاڑیاں تو روزانہ رات کو آتی رہتی تھیں۔ محلہ بھی یہ سمجھتا تھا کہ روپ سنگھ سرکاری افسر تھا، اس وجہ سے بلدیو کے گھر ایسی آمدورفت ہے لیکن کبیر وغیرہ تو سمجھتے تھے کہ کچھ اور ہی چکر ہے۔ حویلی میں نصب کیمرے بھی حویلی تک محدود رہے، ان کا اڈے سے کوئی لنک نہ تھا۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ پچھلی رات کبیر اور جمال کی نظر سے سامان سے لدی چھوٹی ویگنیں گزریں جو حویلی میں ہی گم ہو کر رہ گئیں۔

جمال شرابی کے میک اپ میں دو تین دن اس گلی سے مختلف اوقات میں گزرتا رہا اور مخصوص دن میں وہ حویلی کے دروازے سے ٹکرا کر وہیں کا ہو رہا، باقی اس نے وہی سب کیا جیسا پلان کیا گیا تھا، تب ان پہ یہ بات کھلی کہ بلدیو سنگھ اپنے تئیں دیش کی سیوا کر رہا ہے جس وجہ سے کبیر نے اسے مارنا مناسب نہ سمجھا۔

خفیہ رستہ ملنے کے بعد دس سے پندرہ منٹ لگا کر انہوں نے وہ طریقہ ڈھونڈا جس سے وہ رستہ کھل سکتا تھا، وہ طریقہ تھا بلدیو سنگھ کا انگوٹھا، جس وجہ سے چارپائی سمیت وہ بلدیو کو اٹھا کر اس کمرے میں لائے، اس کا ہاتھ کھول کر اس کا انگوٹھا مخصوص جگہ رکھا، تیزی سے اس کا ہاتھ دوبارہ باندھا اور سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

انہیں چلتے ہوئے دس منٹ ہونے کو تھے۔ کافی کھلی سرنگ تھی جس میں لینڈ کروزر بھی آسانی سے گزر سکتی تھی۔ سرنگ میں نصب بڑے بلب بند جبکہ چھوٹے چھوٹے بلب روشن تھے جس وجہ سے وہ آسانی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دونوں کے پاس سائلنسر لگے پسٹل ہی تھے۔

"اس رستے کو محفوظ سمجھ کر اس میں کیمرے میں بھی نہیں لگائے شاید، غلطی بھگتیں گے آج یہ لوگ۔" جمال نے کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔" کبیر نے کندھے اچکائے۔

"تم اس وقت بھی لارڈ کی ٹیم میں تھے جب ہم نے اچانک مرنے والے بیس افراد کے کیس پہ کام کیا تھا؟۔" جمال نے پوچھا۔ (اس کے لئے پڑھیں دلچسپ ناول ... پراسرار لاشیں... گرین سیریز#3۔)

"ہاں لیکن مجھے کچھ بتانے کی اجازت نہیں تھی۔" کبیر مسکرایا۔

"اور لارڈ بہت چالاک بھی ہے، مجھے ساتھ ملا تو لیا لیکن تمہارے تک ہی محدود رکھا، کسی اور سے متعارف نہیں کیا۔" جمال نے کہا تو کبیر نے مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

"مجھے یاد ہے تم نے تب بھی کسی کو کال کر آگے بڑھنے کے لئے پلان لیا تھا، اس کیس کے آخر میں جب حاطب پکڑا گیا تھا وہاں ایک اور شخص بھی تھا، بطوط خان۔ مجھے آج تک اس کی سمجھ نہیں آئی۔" جمال نے سوچ میں ڈوبے ہوئے کہا تو کبیر ہنس دیا، وہ کیا بتاتا، اس کے دوست ہو کر انہیں ساحر کی سمجھ نہیں آئی تو جمال بیچارہ......

"سچ کہہ رہا ہوں، اس کی خبر نہیں ملی اس کے بعد۔" جمال اس کے ہنسنے کا کچھ اور ہی مطلب سمجھ بیٹھا۔

"میرا خیال ہے راہداری ختم ہونے کو ہے۔" کبیر نے کہا تو جمال نے سامنے دیکھا۔

تھوڑی دور بند سرا تو موجود تھا، وہ چلتے رہے اور اچانک انہیں رکنا پڑا۔

"برے پھنسے۔" کبیر نے چھت سے لگے کیمرے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی کافی فاصلے پہ تھے اور امید تھی کہ ابھی کیمروں کی رینج سے باہر ہی ہوں گے۔

"ہم ایویں ہی خوش تھے۔ یہ لوگ تو کفایت شعار ہیں، ساری راہداری کی بجائے انٹری کی جگہ کیمرے لگا کر کام تمام۔" جمال ہنسا اور کبیر بھی مسکرایا۔

ویسے دونوں کی پیشانیاں شکن آلود ہو چکی تھیں، وہ دونوں اس صورتحال سے نپٹنے کی سوچ رہے تھے کہ اچانک کبیر نے پسٹل نکالا اور بند سرے کی طرف فائر کر دیا۔ ٹرچ کی آواز کے ساتھ ہی ٹھک کی آواز سنائی دی۔ دروازے پہ شاید لوہے کی چادر تھی۔

"یہ کیا بیوقوفی ہے؟۔" جمال بوکھلا گیا لیکن کبیر نے جواب دینے کی بجائے ایک اور گولی چلا دی۔

"اگر کھٹکا سنائی دی تو بس بند سرے تک پہنچنے کی کرنا۔ گولیوں کے کھٹکے سے شاید کوئی دروازہ کھولے کہ اس طرف کس وجہ سے کھٹکا ہے جبکہ کیمروں میں کچھ نظر نہیں آرہا۔" کبیر نے کہا تو جمال نے تعریفی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر دونوں ہی بند سرے کی طرف متوجہ ہوئے۔

تھوڑی دیر کے 'شدید انتظار' کے بعد کبیر کو مزید ایک گولی ضائع کرنی پڑی اور اگلے دو منٹ میں کھٹاک کھٹاک کی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے بڑی گراریاں حرکت میں آگئی ہوں، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر جیسے ہی سامنے والی دیوار میں حرکت محسوس ہوئی، دونوں نے یوں دوڑ لگائی جیسے گیند کو باؤنڈری لائن تک پہنچنے سے روکنے لگے ہوں اور ابھی دیوار میں خلا بھی اتنا ہی بنا تھا کہ ایک شخص پہلو کے بل اندر گھس سکتا تھا، وہ دونوں دوسری طرف پہنچ گئے لیکن جیسے ہی ان کے قدم راہداری سے نکل کر دوسری طرف زمین پہ لگے، اچانک

ہی سائرن بجنا شروع ہوئے اور وہ بوکھلا گئے۔ یہ تو یقینی امر تھا کہ اس طرح گھستے ہوئے انہیں کیمروں میں دیکھا جاتا لیکن اس طرح ان کی آمد کا ڈھنڈورا پیٹا جائے گا، اس کی انہیں امید نہیں تھی۔

اب وہ سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ اس خلا میں ایک چھوٹی سے مضبوط چادر گرتی چلی گئی تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور سامنے سے مشین گنیں تھامے چار افراد، ظاہر ہے مشین گنیں انہی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کبیر نے پسٹل زمین پہ پھینکا اور ہاتھ اٹھا دیئے۔ جمال نے اس کی پیروی کی اور اسلحہ بردار دو حصوں میں بٹے۔

"چلو چوہوں۔" ایک نے طنزیہ لہجے میں اشارہ کیا تو دونوں مسکرا کر آگے بڑھے، ان افراد نے مسکراتے چہرے دیکھ کر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ "ایہہ کی اے؟۔"

* * *

پجاری کا صفایا کرتے ہی جبران کے اشارے پہ عباس آگے بڑھا اور محافظوں کی وردیاں اتارنے لگا، قد کاٹھ کے حساب سے انہوں نے

اپنے لباس کے اوپر ہی وردیاں پہن لیں، عباس کو تو وردی فٹ آئی لیکن جبران کو کھلی اور بڑی تھی ، خیر کونسا ماڈلنگ کا مقابلہ کرنا تھا، وہ دروازے کی طرف بڑھے لیکن کسی بھی طرح دروازہ نہ کھلا۔ اچانک جبران کا انگوٹھا مخصوص جگہ ٹکرایا تو ایک روشنی چمک کر ختم ہوئی لیکن دروازہ نہ کھلا۔

"اب کیا کریں؟۔" عباس نے پریشانی سے پوچھا۔

"پجاری کو گھسیٹ لاؤ، شاید اس کا انگوٹھا کام کر جائے۔" جبران نے کہا اور واقعی اس کے انگوٹھے کی مدد سے دروازہ کھل گیا۔

"اگر کہیں اور بھی اسی طرح اس کا انگوٹھا چاہیے ہوا تو؟۔" عباس نے جبران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ضرورت تو ہو گی، بہت اہم چابی ہے یہ انگوٹھا۔" جبران نے سوچ میں ڈوب کر کہا تو عباس سر ہلاتے ہوئے پجاری کا بازو سیدھا کرنے لگا۔

"کیا کرنے لگے ہو؟۔" جبران نے حیرت سے پوچھا۔

"دیکھتے جائیں اپنی پولیس کو جناب۔"

وہ مسکرایا اور پجاری کا انگوٹھا ایڈجسٹ کر کے پوری قوت سے موڑ دیا، کٹک کی آواز کے ساتھ انگوٹھے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور پھر اس نے گن کا دھانہ وہاں رکھا جہاں سے ہڈی ٹوٹی تھی، ساتھ ہی ٹریگر دبایا، ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی پجاری کا انگوٹھا عباس کے ہاتھ میں آ گیا اور جبران نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر ضروری ہے تو دوسرا بھی، بلکہ پاؤں کے بھی الگ کر لیتا ہوں۔"

عباس مسکرایا۔

"رہنے دو۔ نکلو اب۔" انہوں نے وہی انگوٹھا دوبارہ لگا کر چیک کیا اور دروازہ کھلتے ہی باہر نکلے۔ "میرے پیچھے آؤ۔" جبران نے کہا تو دونوں ایک طرف کو بڑھ گئے۔ وہ انگوٹھا عباس نے جیب میں ڈال لیا۔

وہ تیزی سے چلتے جا رہے تھے جیسے ایک لمحہ بھی ضائع ہوا تو قیامت آ جائے گی اور تھی بھی یہ حقیقت، وہ اس وقت جیسے توپ کے دھانے پہ بندھے تھے۔ دشمن کے اڈے میں موجود تھے جس میں ہونے والی کاروائی دور بیٹھا فادر سن اور دیکھ سکتا تھا، جہاں قدم قدم بھی موت تھی، ہر شخص ان کے خون کا پیاسا تھا، وہ پجاری کو مار چکے تھے اس کے

علاوہ وہاں کے محافظ بھی ان کے ہاتھوں جہنم واصل ہو چکے تھے، اگر وہ دوسروں محافظوں کے ہاتھ لگتے تو یقیناً بھیانک موت ہی ان کا مقدر بنتی لیکن وہ اس سے بے نیاز اپنے مقصد پہ نظریں جمائے ہوئے تھے اور کیوں نہ مقصد عظیم پہ نظریں جماتے، ان کی رگوں میں سبز خون جو دوڑتا تھا۔

پجاری نے کچھ کیمرے بند کروائے تھے جس وجہ سے وہ ابھی تک کسی کے نوٹس میں آئے بغیر مختلف راہداریاں گزرتے بڑے ہال میں پہنچ گئے تھے جہاں ہر طرف اسلحہ کی پیٹیاں رکھی گئیں تھی، مختلف انواع کا اسلحہ یوں رکھا تھا جیسے سبزی منڈی میں سبزی فروش اڈے لگائے بیٹھے ہوں۔

"تم لوگ کون ہو؟۔" دور سے ایک پھنکارتی ہوئی آواز سن کر وہ رک گئے، ایک محافظ انہی کی طرف آرہا تھا، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میں دیکھ لوں گا۔ تم کوئی حرکت مت کرنا۔" جبران نے سرگوشی کی تو عباس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس محافظ کے بازوؤں پہ مخصوص

ستارے تھے، وہ شاید انچارج قسم کی مخلوق تھا۔ انچارج ہونے کے ناطے وہ اپنے سٹاف سے تو واقف ہو گا ہی جس وجہ سے وہ دونوں مشکل میں پڑنے والے تھے۔ وہ ان کے قریب پہنچ رہا تھا۔

"رتیش، یہ دشمن ہیں، ختم کر دو انہیں فوری۔ تمام گارڈز، مین ہال میں اس وقت دو دشمن ہیں جو رتیش کے سامنے ہیں، انہیں ختم کر دو جلدی۔"

اچانک ہال میں فادر کی دھاڑتی آواز گونجی اور جیسے شہد کی مکھیوں کو رس بھرے پھول مل گئے ہوں، سب کا رخ مین ہال کی طرف ہوا اور مین ہال میں موجود جبران کی گن کا دھانہ رتیش کی طرف، تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی وہ چیخ کر پشت کے بل زمین پہ گرا۔

"بھاگو، جلدی، چھپتے ہوئے بھاگنا۔" جبران چیخا اور وہ دونوں جھک کر پیٹیوں کے اوٹ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ نجانے کیسے فادر نے انہوں کیمروں پہ دیکھ لیا تھا۔

اچانک کسی عقلمند نے انہیں دیکھ لیا اور بغیر اسلحہ کی پیٹیوں کی پرواہ کئے اس نے ثواب کے طور پہ ٹریگر پہ انگلی دبادی، پہلے تو تڑتڑاہٹ گونجی اور پھر گڑگڑاہٹ... جس کے بعد ہر طرف سے فائرنگ شروع ہوئی اور چیخ وپکار کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

"اوہ الو کے پٹھوں، بیوقوفوں۔" جبران اچانک حلق پھاڑ کر چیخا جیسے وہ بھول گیا ہو کہ وہ ان کا دشمن ہے اگر عباس سے پکڑ کر نیچے نہ کھینچ لیتا تو تین چار گولیاں تو ویسے ہی اس کے جسم میں گھس چکی ہوتیں۔

" ہمیں سکیورٹی روم پہنچنا ہے جلدی۔" جبران نے کہا اور کرالنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، اسی وقت تڑاتڑاہٹ اور دھماکے کے بیچ اپنے عقب میں اسے عباس کی چیخ سنائی دی اور مڑ کر دیکھا۔ عباس اپنی ٹانگ پکڑے چیخ رہا تھا، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ جبران مڑا۔

"نہیں۔ جاؤ۔ جلدی کرو، میں آرہا ہوں۔" عباس حلق کے بل چیخا تو جبران نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر سر موڑ کر آگے بڑھ گیا۔ عباس اس کے پیچھے گھسٹنے لگا۔ اچانک ان کے عقب میں زوردار

دھماکہ ہوا اور یوں لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو، اسلحہ کی پیٹیاں پتنگوں کی طرح اڑنے لگیں اور یوں لگا جیسے دوزخ کا دھانہ تھوڑی دیر کے لئے اس طرح کر دیا گیا ہو آگ کی لپیٹیں چھت تک اٹھنے لگیں اور جبران کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔

وہ اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے راہداری میں داخل ہوا اور پھر اٹھ کر دوڑنا شروع کر دیا، وہ پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا سکیورٹی روم کی طرف بڑھتا چلا گیا، راہداری خالی ہی تھی، سکیورٹی روم کے سامنے پہنچتے ہی اس نے دروازے پہ لات ماری اور ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ اچھل کر عقبی دیوار سے ٹکرایا، اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا تھا اور یوں لگا جیسے ہزاروں گرم سلاخیں اس کے وجود میں جگہ بنا گئی ہوں، اس نے جھٹک کر سکیورٹی روم کی طرف اور پھر سر موڑ کر راہداری کی طرف دیکھا، شاید وہ عباس کو دیکھنا چاہتا تھا لیکن پھر وہ دھڑام سے فرش پہ گرا، ادھر دھماکوں سے چھت اڑ گئی تھی اور ہر چیز، ہر میٹریل آگ پکڑ رہا تھا، حدت بڑھتی چلی جا رہی تھی، وہ اسلحہ جو اتنے عرصے سے چھپا کر رکھا گیا تھا وہ اپنے محافظوں کی غلطی سے تباہی پھیلا رہا تھا،

اسلحہ کے محافظوں کے کپڑے آگ پکڑ چکے تھے اور زندہ انسان چیختے، جلتے، ادھر ادھر ٹکریں مارتے گر رہے تھے، بارود کی اتنی بدبو تھی کہ انسان کے بے وقعت جسم کے جلنے کی بو تک نہ آرہی تھی اور دھماکے تھے کہ تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے۔

اس نے سر جھٹکا، بازو پہ اور پیٹ میں جلن محسوس ہونے کے علاوہ سر پہ لگی ضرب بھی شدید تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ عباس کو ٹانگ پہ گولی لگی ہے اور اڈہ جس طرح سے آگ اور تباہی کی لپیٹ میں آرہا تھا اگر بروقت کچھ نہ کیا جاتا تو دونوں کی موت پکی تھی۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر دبایا اور پھر تیزی سے سر کو دائیں بائیں گھمایا جیسے آنکھوں اور دماغ پہ چھائی دھند میں 'مدھانی' چلا رہا ہو۔ اگلے لمحے وہ دیوار کا سہارا لیتے ہوئے کھڑا ہوا اور پھر ہال کی طرف بڑھنے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کا دماغ اور جسم معمول پہ آنے لگا ور وہ عباس کو آوازیں دیتا، خود کو بچاتا ہال کی دیوار کے ساتھ ساتھ گھومنے لگا۔

وہ اس وقت پشت پہ ہاتھ بندھوائے، گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھے تھے، ان سے ذرا ہٹ کر ایک گن بردار کھڑا تھا اور پھر دروازے کے قریب دو گن بردار محافظ۔ ان کے سامنے، تھوڑے سے فاصلے پہ ایک کرسی رکھی گئی۔ یہ سب کچھ عجلت میں کیا جا رہا تھا، شاید وہاں تفتیش کرنے کا اس سے پہلے کوئی موقع نہ بنا تھا۔

کمرے میں ایک بھاری شخصیت داخل ہوئی۔ سر انڈے کے چھلکے کو شرمندہ کر دینے والی چمک اور نفاست کا حامل، آنکھوں پہ گول شیشوں والی عینک اور چہرہ کاروباری افراد والا۔ وہ "کارپوریٹ" چال چلتا ہوا ان کے سامنے موجود خالی کرسی پہ بیٹھا۔

"کون ہو تم لوگ اور یہاں کیسے؟۔" اس نے لہجے کو سخت بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم کون ہو؟۔" کبیر نے اسے سخت لہجے کے رموز و اوقاف سے روشناس کراتے ہوئے پوچھا تو ایک بار اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"مسٹر جوزف کہاں ہیں؟۔" اس نے اپنے ماتحتوں سے پوچھا۔

جوزف وہاں کی سکیورٹی انچارج تھا اور نوارد کے خیال کے مطابق تفتیش جیسا کام وہی کر سکتا تھا، اپنے پہلے سوال کا جواب سن کر ہی اس پہ اندرونی بوکھلاہٹ حملہ آور ہوئی۔

"وہ بلدیو سنگھ کی طرف گئے ہیں، آتے ہی ہوں گے سر۔" ایک ماتحت نے جواب دیا۔

"کیا بلدیو زندہ ہے؟۔" اس نے جمال کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیونکہ کبیر سے تو وہ خوفزہ ہو گیا تھا۔

"جب ہم آئے تھے تب تو زندہ ہی تھا۔" جمال نے سرد مہری سے منہ بنایا۔

"دونوں ہی تشدد پسند ہیں۔" نوارد بڑبڑایا۔

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟۔" کبیر نے نرم لہجے میں پوچھا، وہ جانتا تھا کہ بلدیو سنگھ کے مل جانے پہ گڑبڑ ہو جائے گی۔

"پوچھا تو ہے۔ کون ہو اور اس اڈے میں کیوں گھسے؟۔"

"میرا نام لکشمن ہے اور یہ یادیو۔ ہم دونوں چور ہیں۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ بلدیو سنگھ نے زیرِ زمین اسلحہ چھپا رکھا ہے اس لئے اسے ورغلا کر باندھ دیا اور پھر اس کے بتائے گئے رستے پہ چلتے ہوئے یہاں پہنچ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ تھوڑا سا اسلحہ ہو گا جسے اٹھا کر ہم نکل جائیں گے لیکن یہاں کے حالات دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ یہاں اسمگلنگ کا بہت بڑا

اڈے ہے۔" کبیر نے کہا، اس کے لہجے میں مرعوبیت محسوس کی جا سکتی تھی۔

"تمہیں کسی نے غلط بتایا، یہاں اسلحہ نہیں رکھا جاتا، بس سکیورٹی کے پاس ہی ہے اس کے علاوہ یہ حکومت کا خفیہ ریکارڈ روم ہے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ریکارڈ؟ تو کیا یہاں مردم شماری کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے؟۔" جمال نے حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں، یہ خاص معاملات ہیں، تمہیں نہیں بتائے جا سکتے۔" اس نے جیسے کان سے مکھی اڑائی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو، اگر یہ حکومت کا اڈہ ہوتا تو جوزف نام رکھنے والا شخص، جو یقیناً غیر ملکی ہو گا، وہ یہاں نہ ہوتا۔ صرف ہماری قوم کے افراد ہی ہوتے۔" کبیر نے کہا۔

"تم بہت ذہین ہو۔" اس نے کبیر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی ہے، لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔" کبیر نے جمال کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہاتھ کھول لئے۔" جمال نے دھیمی آواز میں کبیر سے کہا۔

"اسے پکڑو۔" کبیر نے جمال سے کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا، جمال باز کی طرح اڑتا ہوا اس شخص پہ جھپٹا۔

اسی لمحے میں سب کی حیرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کبیر ذرا پیچھے ہٹا، اور پھر اچھلا، اس کے عقبی طرف بندھے ہاتھ، پاؤں کے نیچے سے گھوم کر سامنے آئے، اس نے اپنی طرف اٹھی گن پہ دو ہٹر مارا اور لات گھومتی ہوئی گن بردار کی ٹانگوں کے درمیان لگی، اور گرتی ہوئی گن کی نال سے گن کو تھامتے ہوئے گھما کر اس کے سر پہ دے ماری، چٹک کی آواز سے وہ زمین بوس ہوا۔

ادھر جمال نے اس شخص کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سامنے ساکت کھڑے دو محافظوں کی طرف پھینک دیا، ایک تو جلدی سے ہٹ کر بچ گیا مگر دوسرا اپنے باس کو ساتھ لئے دھپ سے زمین پہ آ رہا۔ جمال برق رفتاری سے دوسرے پہ جھپٹا جو کہ گن سیدھی کر چکا تھا۔ جمال کے ہاتھ میں گن آتے ہی کبیر نے اسے روکا۔ "فائرنگ نہیں۔" اور جمال نے گن گھما کر سامنے والے کے سر پہ دے ماری ۔ کبیر اس 'کاروباری' شخص اور دوسرے محافظ تک پہنچ چکا تھا اور دونوں اس کی برق رفتار ٹھوکروں کی زد میں تھے۔

جمال تیزی سے اس کی طرف آیا اور گن کو نال سے پکڑ کر دستہ دوسرے محافظ کے سر پہ دے مارا، محافظ چیخ کر ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

"آرام سے لیٹے رہنا۔" جمال تفتیش کرنے والے پہ الٹ پڑا تو وہ مزید سہم کر چپ چاپ لیٹ گیا جیسے مر ہی گیا ہو۔

جمال کبیر کے ہاتھ کھولنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔

"اگر یہ اسلحہ سٹور نہیں تو ہمیں یہاں قبضہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کے بقول یہاں کا غذات رکھے جاتے ہیں جو یقیناً سردار منگول کے گروہ سے ہی تعلق رکھتے ہوں گے۔" کبیر نے کہا اور سردار منگول کا نام سن کر زمین پہ پڑے جسم میں شدت خوف سے حرکت ہوئی۔

✱

لکشمی مندر اس وقت پولیس کی گاڑیوں سے گِھر چکا تھا، ہر طرف سرخ اور نیلی روشنیاں ناچتی پھر رہی تھیں اور مندر روشنیوں سے نہایا ہوا تھا۔ وہاں نہ صرف پولیس کی بھاری نفری پہنچ چکی تھی بلکہ فوری طور پہ جتنا ممکن تھا آرمی کے جوان بھی پہنچ گئے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ میڈیا اور ریسکیو کی گاڑیوں کے علاوہ فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھی تھیں جو

کہ رینگتی ہوئی مندر کے قریب لیکن محفوظ فاصلے پہ جا کھڑی تھیں۔ مندر کی پچھلی طرف سے دھواں فضا میں گم ہوتا نظر آرہا تھا جس وجہ سے مندر میں گھسنے سے ہر بندہ کترا رہا تھا۔

چندن بھی منہ پہ بڑی بڑی مونچھیں لگائے وہاں پہنچ گیا تھا، اس کے پاس اپنا آئی ڈی تھا جس کی مدد سے وہ جہاں چاہتا گھس سکتا تھا کیونکہ اُس کو اِس بار اعلیٰ افسران کی طرف سے خصوصی اختیارات ملے تھے۔ وہی کارڈ دکھا کر وہ تیزی سے رکاوٹیں عبور کرتا ہوا مندر کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا، اس کے چہرے پہ کسی قسم کا خوف یا پریشانی نہ تھی، جدھر جدھر سے وہ گزر رہا تھا، اس کے بعد دیکھنے والوں کی ایک ہی بڑبڑاہٹ ہوتی تھی "اوئے پاگل ای اوئے۔" لیکن وہ سب سے بے نیاز آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ اچانک زمین یوں ہلنے لگی جیسے زلزلہ آگیا ہو، دبی دبی مردانہ چیخیں ماحول کو خوفناک بنا گئیں لیکن وہ زلزلہ تھم بھی نہیں رہا تھا ساتھ ہی مندر کی پچھلی طرف دھماکہ ہوا اور پودے، درخت ہوا میں بلند ہوتے نظر آئے۔

"او بے وقوف، عبادت گاہ کا تو خیال رکھنا چاہیے تھا۔"

وہ بڑبڑایا لیکن اس کی بڑبڑاہٹ سے دھماکے رک تو نہیں سکتے تھے، آگ پچھلے لان اور باغ کی طرف بڑھنے لگی اور فائر برگیڈ کی گاڑیاں چنگھاڑتی ہوئیں اس طرف بڑھ گئیں اور ہڑبونگ مچ گیا۔ زمین اب بھی کانپ رہی تھی اور عقبی طرف پے درپے دھماکے ہو رہے تھے، غنیمت تھی کہ ابھی تک مندر کی عمارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، نجانے کب تک عمارت محفوظ رہ پاتی۔ چندن دوڑتا ہوا مندر میں داخل ہوا، وہ مجبوراً جوتوں سمیت داخل ہوا تھا ورنہ وہ مذہبی تقدس کی پرواہ کرنے والا بندہ تھا۔

مندر میں برق رفتاری سے گھومتے ہوئے اس نے ایک بار جائزہ لیا لیکن اسے کوئی رستہ سجھائی نہ دیا جبکہ اس کا خیال تھا کہ مندر سے بھی ضرور کوئی خفیہ رستہ نکلتا ہے، شاید اس کے پاس معلومات کی بھرمار تھی۔ دوسری بار چیک کرتے کرتے وہ پجاریوں کے چھوٹے کمرے چیک کرتا ہوا ایک چھوٹے کمرے سے بڑھ کمرے میں پہنچا اور ٹھٹک گیا۔ اس نے تیزی سے اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کی جس کا ماحول ہی الگ تھلگ محسوس ہوتا تھا جلد ہی پجاری کی مرکزی نشست کے ساتھ،

کارپٹ اور تکیئے کہ نیچے اس ایک سوئچ پینل اور انٹر کام مل گیا جسے بڑی نفاست سے چھپایا گیا۔ اُس پینل میں چار ہی بٹن تھے۔

چندن نے چاروں ایک ہی بار دبا دیئے کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کون سا بٹن کرتا ہے لیکن اتنا جانتا تھا کہ بٹنوں سے اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو کم از کم پجاری کی نشست اس کے شر سے محفوظ ہی رہے گی اور ایسا ہی ہوا۔ کمرے کا فرش درمیان سے پھٹنے کے علاوہ کھڑکیوں دروازے پہ لوہے کی چادریں گریں اور ساتھ ہی ایک دیوار میں خلا بنا گیا جس سے سیڑھیاں اترتی نظر آئیں، چندن تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور برق رفتاری کے ریکارڈ توڑتا ہوا اڑتا چلا گیا، وہ نیچے راہداری میں پہنچا تو سامنے شیشے کا دروازہ تھا جس کی دوسری طرف صرف آگ اور دھواں ہی نظر آ رہا تھا، چندن بوکھلا گیا۔

وہ پاگلوں کی طرح دوڑتا چلا گیا اور اسی وقت دھماکے سے شیشے کا دروازہ ٹوٹا اور گرد و غبار کا ایک طوفان راہداری میں گھسا جو چندن کو بھی واپس بہا لے گیا اور وہ پشت کے بل سیڑھیوں پہ گرا، اس کا سر پوری قوت

سے سیڑھیوں سے ٹکرایا اور وہ کوئی آواز نکالنے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا، اس کی نظریں اب بھی اس طرف ہی جمی تھیں جہاں کچھ دیر پہلے شیشے کا دروازہ تھا۔

باہر لان کی پودے، عقبی باغ کے سرسبز درخت جل رہے تھے، ہر طرف آگ اور زہریلا دھواں پھیل گیا تھا، تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہونے والے دھماکوں کے سبب کوئی بھی اندر گھسنے پہ راضی نظر نہ آرہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے اندر دو فوجیں لڑ رہیں ہوں۔

آس پاس کی آبادی جاگ کر چھتوں پہ پہنچ گئی تھی، میڈیا رنگ برنگی خبریں بنانے اور سنانے میں لگا تھا، پڑھے لکھے لوگ ٹی وی کے سامنے بیٹھ چکے تھے اور مندر کے پیچھے لگی آگ، ملکی سیاست کے 'پیچھے' لگ گئی تھی جس اب دہشت گردی کا رنگ دینے کے لئے ماہر رنگساز (سیاستدان) رنگ تیار کرنے لگے۔

* * *

سیون کلب کا مالک، لیونارڈ اپنے دفتر کی آرام دہ کرسی میں دھنسا، سوچ میں پھنسا ہوا تھا۔ اس کے پیشانی پہ نمودار ہونے والی شکنیں جگہ کے لئے آپس میں الجھ رہی تھیں اور جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے یہ دھکم پیل برداشت کر رہے تھے۔ فون کی گھنٹی سن کر آنکھوں میں چمک ابھری اور ماتھا سلیٹ کی طرح صاف ہوتا چلا گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"کے ٹو بول رہا ہوں۔" غراہٹ بھری آواز میں وہ بولا۔

"ریزر بول رہا ہوں۔ ہمارا سیٹ اپ جس نوجوان نے تباہ کیا وہ مل گیا۔"

دوسری طرف سے مطمئن آواز سنائی دی۔

"اور حشمت گردیزی؟۔ فون محفوظ ہے، تم کھل کر بات کر سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"وہ روپوش ہی ہے تب سے، سنا یہی جارہا ہے کہ وہ ملک سے باہر چلا گیا ہے لیکن میرے خیال سے ایسا ہے نہیں۔"

"سیٹ اپ کس نے تباہ کیا؟۔"

"اس کا نام چنگیزی ہے، نہایت ضدی، متشدد ذہنیت کا انتہا پسند انسان ہے، سنا ہے سائنسدان قسم کا کیڑا ہے اور بہت ہی تیز دماغ ہے۔ ساحر گردیزی کا دوست تھا کسی زمانے میں۔"

"کسی زمانے میں سے کیا مطلب ہے تمہارا؟۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"بہت پرانی بات ہے جب یہ دونوں اکٹھے دیکھے جاتے تھے پھر ساحر غائب ہو گیا اور چنگیزی بغیر اسٹیرنگ کی گاڑی بن کر زندگی گزارتا رہا۔ جس دن ہمارے لوگوں نے ہسپتال میں حشمت گردیزی پہ حملہ کرنا

تھا، یہ وہیں تھا۔ شاید ساحر کو دیکھنے گیا تھا اور ہمارے لوگوں سے ٹکرا گیا۔"

"تو دوستی کی وجہ سے اس نے حشمت گردیزی کی حفاظت کی۔"

"ہاں۔ آخری بار وہ نقلی کے ٹو کو مارنے پہنچ گیا تھا جہاں ایک اور شخص بھی دیکھا گیا تھا، اس کے بارے میں کوئی علم نہیں کہ وہ کون تھا، اسی نے نقلی کے ٹو کو خنجر مارا اور پھر چنگیزی کو زخمی کر کے اسے اٹھا لے گیا تھا، اب چنگیزی جنرل ہسپتال میں داخل ہے۔"

"اس کی حفاظت پہ مامور ہے کوئی شخص؟۔"

"حشمت گردیزی کے کچھ لوگ وہاں موجود ہیں بس لیکن ساحر گردیزی بھی شہر بھی ہی ہے۔"

"پھر ابھی اسے مت چھیڑو۔ بتاؤں گا کیا کرنا ہے،، ہو سکتا ہے تمہیں واپس بلا لیا جائے، اب وہاں ضرورت نہیں میرے خیال سے۔" اس نے کہا اور کریڈل دبا کر تیزی سے نمبر ملانا شروع کیا۔

"یس۔" غراتی ہوئی آواز سن کر وہ لرز گیا۔ یہ آواز سنتے ہوئے اسے

عرصہ ہو گیا تھا لیکن ہر بار رہ لرز کر رہ جاتا تھا۔

"لیونارڈ بول رہا ہوں باس۔" اس نے مودبانہ لہجے میں کہا اور ریزر سے ملنے والی تمام معلومات باس کو بتانے لگا۔

"چنگیزی کی بس نگرانی بٹھا دو۔ اسے چھیڑنا نہیں اور حشمت گردیزی کو بھی چھوڑ دو اب۔ ہم اسے ختم کر اپنا رستہ ہموار کرنا چاہتے تھے لیکن اب یہ کام فضول ہے، اس کی ضرورت نہیں رہی۔ تم دوسرے کام پہ دھیان دو۔"

"باس۔ پچھلے دنوں ایک ٹی وی چینل کا مالک، جو کہ چینل کا مینجر بھی تھا، مارا گیا ہے، آخری بار اس سے ملنے ایک رپورٹر گیا تھا جس کے ساتھ لمبا تڑنگا مگر انجان شخص بھی تھا میرے خیال سے وہ مشکوک ہے۔ پولیس کے مطابق تو مینجر کی کرسی سے پھسل کر گرنے کی وجہ سے گردن کی ہڈی ٹوٹی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے پیچھے کوئی راز ہے۔"

"اس بارے میں ہم بہت پہلے سے جانتے ہیں۔۔ اور کچھ ؟۔"

"شکریہ باس۔" اس نے کہا اور کال بند ہو گی۔ اس نے ریسیور رکھ کر

یوں طویل سانس لیا جیسے بہت عرصے بعد نتھنے کھلے ہوں، اور پھر اٹھ کر چھوٹی سے فریج کی طرف بڑھا تا کہ خشک گلا تر کر سکے۔ گلا تر کر کے وہ واپس مڑا ہی تھا کہ فون چیخنے لگا اور وہ تیزی سے فون کی طرف بڑھا، ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"جونز بول رہا ہوں باس۔ ڈیلی انفو کے مینجر کا قتل ہی ہوا ہے۔" دوسری طرف سے آواز سن کر وہ چونک گیا۔

"کیسے پتہ چلا؟۔" وہ سرد مگر بدلے ہوئے لہجے میں بولا۔

"باس۔ میرے ایک جاننے والا کا بھائی پولیس میں ہے۔ وہاں سے پتہ چلا ہے۔ پولیس جان بوجھ کر کہتی پھر رہی ہے کہ کرسی سے گر کر مینجر مرا ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ میں دیکھ لوں گا۔" اس نے کہا اور تیزی سے کریڈل دبا کر نمبر ملائے۔

"یس۔ جون سپکنگ۔"

"کے ٹو سپکنگ۔ جونز کلب میں موجود اپنے لوگوں کو جلدی الرٹ کر

دو۔ جونز خطرے میں ہے، اس کے آس پاس دشمن موجود ہے۔ ہری اپ۔ مجھے فوری رپورٹ دو۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا اور ریسیور کریڈل پہ دے مارا۔

ریزر اور کے ٹو کے درمیان یہی کوڈ طے تھا کہ اگر دونوں میں سے ایک خطرے میں ہوتا تو وہ دوسرے کو اطلاع کرتے ہوئے اپنا نام "جونز" بتائے گا اور ابھی ریزر نے یہ کوڈ استعمال کیا تھا۔

"کون ہو سکتا ہے جو ریزر تک پہنچ گیا۔ ریزر کے طور پہ اسے تو کوئی جانتا ہی نہیں۔ اچھا ہوا ریزر نے بطور جونز بات کر کے مجھے خطرے کا اشارہ دے دیا۔ یقیناً کوئی ہمارے خلاف کوئی کام کر رہا ہے۔ مجھے کچھ کرنا ہو گا۔ ریزر کو وہاں سے نکالنا پڑے گا ورنہ سب ختم ہو جائے گا۔"

وہ بڑبڑانے لگا اس کا چہرہ دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے موت کا فرشتہ بس اس کے کالر پہ ہاتھ ڈالنے ہی والا ہو۔

* * *

چھ گھنٹوں کی سر توڑ کوشش کے بعد آگ پہ قابو پالیا گیا تھا، ایک پجاری کے کمرے میں کھلنے والے خفیہ دروازے سے آگ پجاری کے کمرے میں گھسی لیکن بروقت سنبھال لی گئی اس کے علاوہ مندر کی عقبی دیوار خراب ہونے کے علاوہ مندر کا کوئی نقصان نہ ہوا لیکن اس کے عقبی لان کے نیچے بنے تہ خانے مکمل طور پہ راکھ ہو گئے۔ شواہد سے ظاہر تھا کہ وہاں اسمگل شدہ اسلحہ رکھا جاتا تھا۔

سیاستدان اسے "آتنک وادی" حملہ قرار دے رہے تھے جس کے پیچھے مجاہدین کا ہاتھ بتایا جارہا تھا اور اس تھیوری کو ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے ثبوت و تجزیے پیش کئے جارہے تھے۔ دوسری طرف مندر کو کوئی نقصان نہ ہونے کے سبب اسے عذاب کے ساتھ ساتھ چمتکار بھی مانا جارہا تھا۔ مندر اب زیادہ مقدس ہو گیا تھا اور لوگ جلد سے جلد درشن کے لئے پہنچنا چاہتے تھے لیکن .... وہ افراد جو حقیقت جانتے

تھے وہ کسی کو بھی درشن کی اجازت نہیں دے رہے تھے، وہ جانتے تھے کہ باقیات سے ثبوت تلاش کرتے کرتے بہت دن لگ جائیں گے جس وجہ سے ضروری سمجھا گیا کہ مندر کو بند ہی رکھا جائے اور جلد سے جلد مندر والی سائیڈ کی کاروائی پوری کرتے ہوئے پھر مندر کھولا جائے۔

آگ پہ قابو پانے تک آرمی کی مزید نفری بھی پہنچ گئی اور سب کو ایک اور دلچسپ جھٹکا ملا جب اس عمارت سے ایک اور خفیہ سرنگ نمودار ہوئی اور آرمی کے جوان اس میں گھستے، آگے بڑھتے چلے گئے، نجانے وہ سرنگ کہاں ختم ہوتی۔

وہاں سے جلی لاشوں کے علاوہ دس زخمی افراد، سکیورٹی کے لباس میں ملبوس، پولیس کے ہاتھ لگے اور ایک سی آئی ڈی کا اسپیشل ایجنٹ چندن جو کہ پجاری کے خفیہ کمرے کے دروازے کے پاس تھا جس سے ظاہر تھا کہ خفیہ دروازہ اسی نے کھوج نکالا تھا لیکن کسی وجہ سے بے ہوش کر سیڑھیوں کی اوٹ میں گر گیا ورنہ آگ میں کام آجاتا۔ اسے الگ، اور باقی دس افراد کو الگ الگ ایمبولنس میں ڈال کر شہر روانہ کر دیا گیا تھا، اس قافلے کے آگے پیچھے آرمی اور پولیس کی گاڑیاں تھیں۔ وہ دس

زخمی افراد جو تہ خانوں سے ملے تھے وہ گواہان تھے اور بہت ہی اہم تھے۔

زخمیوں کو لے جانے والی گاڑیوں کا قافلہ تیزی سے شہر کی طرف بڑھ رہا تھا، وہ مندر سے کافی دور نکل آئے تھے کہ اچانک فضا ہیلی کاپٹر کے شور سے ہڑبڑا گئی۔ آواز ظاہر کرتی تھی کہ ہیلی کاپٹر زیادہ اونچائی پہ نہیں اڑ رہا۔ آہستہ آہستہ یہ آواز گاڑی در گاڑی گزرتی ہوئی آرمی کے ٹرک کے قریب پہنچ اور دھماکے سے وہ ٹرک ڈولتا ہوا سڑک سے اترا اور باپ سے مار کھائے ہوئے بچے کی طرح جدھر رستہ ملا ادھر کو گھستا چلا گیا، فوجیوں کے سنبھلنے تک ٹرک سڑک سے نشیب میں اتر کر کہیں کا کہیں پہنچ چکا تھا۔

ٹرک کو نشانہ بنانے کے بعد پولیس کی گاڑیوں کے ٹائر پھاڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر اور نیچے ہوا، ایمبولنس کے ڈرائیوروں نے ڈر کے مارے بریکیں لگا دیں اور ماحول ٹائروں کی چڑچڑاہٹ سے جھنجھلا گیا۔ ہیلی کاپٹر چونکہ سڑک کے قریب ہی تھا، اس میں سے ایک سایہ چھلانگ لگا کر

ایک ایمبولنس پہ اترا اور پھر جمپ مار کر ڈرائیور والی سیٹ کی طرف سڑک پہ اترا۔

"لائٹیں بند کر کے پچھلا دروازہ کھولو جلدی۔" کسی نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی ٹرچ کی آواز کے ساتھ دھماکہ ہوا اور ایمبولنس کا ٹائر پھٹنے کے ساتھ ہی ڈرائیور کی چیخ نکل گئی، اس نے تیزی سے دروازہ کھولا لیکن وہ شخص دروازے کی بجائے پچھلی گاڑیوں کی طرف بڑھا اور جلد ہی تمام ایمبولنسوں کے ٹائر برسٹ ہو چکے تھے۔ اس نے ہر گاڑی میں لیٹے مریض کو ٹارچ کی مدد سے دیکھا اور پھر ان میں سے پہلی پانچ میں سے دو کو باری باری نکال کر ایک ایمبولنس کی چھت پہ ڈالا اور پھر خود بھی چھت پہ پہنچ گیا۔

مکمل اندھیرا ہونے کے باوجود اس نے یہ کام تین منٹ تک کر لیا تھا، وہ جانتا تھا کہ جلد ہی آرمی کے جوان یا پولیس والے پہنچ جائیں گے، اگر کسی نے عقل استعمال کی تو دور سے گولی بھی چلائی جا سکتی تھی جس وجہ سے ہیلی کاپٹر ناکارہ ہو جاتا لیکن اس کے لئے ہیلی کاپٹر کی آواز سے ہی اندازہ لگا کر گولی چلائی جا سکتی تھی جس میں بہت رسک تھا کیونکہ وہاں پہ

قیدی اور ڈرائیور بھی موجود تھے۔ اگلے دو منٹ میں ہیلی کاپٹر ہوا میں بلند ہو رہا تھا۔ ابھی بھی سیڑھی لٹکی ہوئی تھی جس پہ وہ سایہ، ایک وجود کو کندھے پہ ڈالے آہستہ آہستہ اوپر چڑھ رہا تھا، دوسرے کو وہ پہلے ہی ہیلی کاپٹر میں پہنچا آیا تھا۔

جب ہیلی کاپٹر دوبارہ اونچائی پہ جا رہا تھا تب تک آرمی کے جوان نشیب سے اوپر چڑھتے چلے آ رہے تھے لیکن ہیلی کاپٹر والوں نے بڑی عقل لڑائی تھی اور یوں سب کو بکھیرتے ہوئے ایمولنسوں کو آگے نکال لے گئے تھے کہ وہاں تک پہنچتے پہنچتے بھی دس منٹ لگ جاتے، گولی چلانے والا آپشن موجود تھا لیکن گاڑیوں کی روشنیاں گل کرا کے انہوں نے جوانوں پہ کچھ نہ کچھ بوکھلاہٹ تو طاری کر ہی دی تھی اور انہیں الجھانے میں کامیاب رہے۔

ہیلی کاپٹر کافی فاصلے تک اڑتا چلا گیا، اور پھر شہر کے قریب پہنچ کر اس کی پرواز آہستہ آہستہ مائل بہ پستی ہوتی چلی گئ اور جلد ہی وہ سڑک کے ساتھ اترتا چلا گیا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر نیچے اترا، ایک سایہ چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور دوسرے کو بھی نیچے اترنے کا کہا، جلد ہی وہ دونوں ایک

ایک زخمی کو اٹھائے دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ وہ سڑک کے ساتھ ساتھ دوڑتے چلے جا رہے تھے۔

صبح کاذب کا وقت تھا جس وجہ سے ٹریفک تو تھی نہیں، کبھی کبھار کسی گاڑی یا موٹر سائیکل کی روشنی کی وجہ سے یا آواز سن کر وہ کہیں نہ کہیں دبک جاتے اور پھر دوڑنا شروع کر دیتے۔ ایسے دوڑتے ہوئے وہ ایک زیرِ تعمیر عمارت کے پاس پہنچے تو ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ تیزی سے اس عمارت میں گھستے چلے گئے اور زخمی کو لٹا کر ایک باہر نکل گیا۔

وہ ادھر ادھر ڈولتے ہوئے دیکھتا رہا کہ کوئی ان کی نگرانی پہ تو نہیں، مطمئن ہونے کے بعد اس نے موبائل نکال کر کسی کو اب تک کی کہانی سنائی اور پھر عمارت میں گھس گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں پہنچا جہاں دونوں زخمی اور اس کا دوسرا ساتھی تھے لیکن وہاں پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گیا، وہاں تو کسی کا نام و نشان بھی نہیں تھا، ابھی وہ سنبھلا نہیں تھا کہ اس کے عقب میں ہلکی سی آواز ابھری، وہ تیزی سے پلٹا اور جو ڈنڈا سر کے عقب میں لگنا تھا، وہ اس کے منہ پہ پڑا اور وہ ستون سے ٹکرایا اور لڑکھڑاتا ہوا غیر ارادی طور پہ پیچھے ہٹا تو ایک اور ضرب سہنی پڑی۔ اس

کے سامنے ایک لمبا تڑنگا شخص کھڑا تھا جس کی نظروں میں نفرت ٹھاٹھیں مارتی نظر آئی اور بدلے کی آگ نے اس کے حواس کو بھی لپیٹ میں لے لیا تھا، بھلا ہو شکار کا، وہ جلد ہی بے ہوش ہو گیا۔

جیسے ہی وہ گرا، آس پاس کے ستونوں کے پیچھے سے سیاہ لباس میں ملبوس نقاب پوش بر آمد ہوئے، ایک نے آگے بڑھ کر اس زخمی کو اٹھایا اور سب پلٹ کر عمارت کی عقبی طرف سے نکلنے لگے۔ وہاں ایک ویگن تھی، جس کا دروازہ کھول کر پہلے سے موجود تین بے حس و حرکت اجسام میں اس زخمی کو بھی ڈال کر ویگن کا دروازہ بند کیا اور تمام افراد ویگن اور اس کے آگے پیچھے کھڑی سیاہ مگر نفیس و قیمتی گاڑیوں میں بیٹھتے چلے گئے۔

* * *

اس کیس میں حکومت نے خلافِ توقع بہت تیزی دکھائی، چندن بھی اس میں پیش پیش رہا اور ایک ہی دن میں بہت سے سمگلر پکڑے گئے۔ پولیس اور حکومتی اداروں کے پاس ان مجرموں کے نام اور ان کے خلاف ثبوت کہاں سے آئے؟۔ یہ سب بس ایک انجان کال کا نتیجہ تھا۔ جس پہ کان دھرتے ہوئے چندن نے آرمی کے جوانوں کے ساتھ ایک حویلی پہ چھاپہ مارا، جہاں سے بلدیو سنگھ نامی شخص پکڑا گیا، جسے چندن نے سرکاری گواہ بنایا۔ بلدیو سنگھ والی حویلی سے ایک خفیہ رستہ، زمین دوز اڈے پہ جاتا تھا جہاں ایک بہت بڑا دفتر قائم کیا گیا تھا۔

اس دفتر کا دوسرا خفیہ رستہ لکشمی مندر کے نیچے بنے اسلحہ کے اڈے سے بھی ملتا تھا جسے آرمی کے جوان مندر والی سائیڈ سے کھولنے سے اس رات قاصر رہے تھے۔

اس دفتری اڈے میں اسمگل کیے گئے اسلحہ اور افرادی قوت کا یوں حساب کتاب رکھا گیا تھا جیسے وہ ورلڈ بینک کا دفتر ہو لیکن سب کو پکڑنے کے باوجود تمام ایجنسیاں جانتی تھیں کہ یہ صرف آٹے میں نمک ہے۔ اس کے بعد سے چندن اچانک غائب ہو گیا تھا جس کی تلاش جاری تھی، قیاس کیا جا رہا تھا کہ وہ دشمن کے ہتھے چڑھ گیا ہے کیونکہ وہ دیدہ دلیری سے ہر چھاپے میں آگے آگے تھا، اور ایک چھاپے کے دوران ہی غائب بھی ہوا تھا۔

صدر مملکت نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہسپتال کے سامنے ہوئے سانحہ کا ملبہ ان سمگلروں پہ ڈال دیا، مندر کی کاروائی کو بھی سچ سچ میڈیا پہ بیان کر دیا گیا کہ وہ سمگلروں کا اڈہ تھا جو نجانے کب سے چل رہا تھا۔ اس میں انٹیلی جنس، سیکرٹ سروس، آرمی، سی آئی ڈی اور پولیس کی کارکردگی کو سراہا گیا لیکن اس گمنام شخص کا تذکرہ بھی نہ کیا گیا جس نے دراصل یہ اطلاع دی تھی۔

غیر قانونی اسلحہ کے اڈے کے علاوہ ان کا ریکارڈ ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اسلحہ سمگلنگ کے لئے جو سپلائی لائن بنائی گئی تھی،

اس کے سرکردہ افراد بھی ایجنسیوں کے ہاتھ لگ چکے تھے جس وجہ سے سمگلنگ کے پرانے رستے و طریقے اب حکومت جان چکی تھی اور مجرم گھیرے میں آچکے تھے، امید کی جارہی تھی کہ جلد از جلد اصل مجرم بھی سامنے آجائے گا جو یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

وہ سب سر جھکائے بیٹھے تھے، ان کے چہرے دیکھ کر ایسا ہی محسوس ہوتا تھا کہ ان کا کوئی قریبی مر گیا ہے۔ قدموں کی آہٹ سن کر انہوں نے سر اٹھائے اور پھر احتراماً کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو۔" نوارد نے سخت لہجے میں کہا اور سب بیٹھ گئے۔ اس نے سب کے چہروں پہ نظر دوڑائی۔

"کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کہاں بھول ہوئی ہم سے جو اتنا بڑا نقصان ہمارے حصے میں آیا؟۔" اس نے پوچھا لیکن ہر طرف موت کی سی خاموشی۔

"اس نقصان کی بھرپائی کیسے ہو گی؟۔" اس نے اگلا سوال پوچھا۔

"باس فادر، پرانی سپلائی لائن اور لوگ تو حکومت کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ ہمیں کچھ نیا کرنا پڑے گا تبھی کام بن سکے گا۔" ایک دراز قد مگر سخت چہرے والے شخص نے کہا۔

"لیکن کیا نیا کرنا پڑے گا کرنل؟۔" فادر نے سخت لہجے میں پوچھا تو سب کے جسم کانپ گئے۔

"اب تک ہم لوگ باہر سے لائے گئے لوگوں سے ہی یہ کام کرواتے رہے ہیں، کیوں نہ مقامی افراد کو ساتھ ملایا جائے؟۔" کرنل نے سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی ایسا ہے تمہاری نظر میں؟۔" فادر چونک کر سیدھا ہوا جیسے شکاری کو شکار نظر آگیا ہو۔

"یس فادر، ایک ہے میرے ذہن میں۔ بہت پرانا مجرم ہے لیکن جیب کتری سے اب قتل تک ہی ترقی کر سکا ہے، بہت ذہین، شرارتی اور چلبلا سا ہے۔ اس کی ایک ہی خامی ہے ذرا ڈھیلے دماغ کا ہے ورنہ اس کے جوڑ کا کوئی بھی پورے ہندلینڈ میں نہیں ملے گا۔ میں پچھلے مہینوں سے اس

پہ نگرانی بٹھائے ہوئے ہوں صرف اس وجہ سے کہ میرا خیال تھا کہ مفید ثابت ہو سکتا ہے اور اب ضرورت بھی بن گئی ہے جب موجود سپلائی لائن ٹوٹ چکی ہے۔ ظاہر ہے اس وجہ سے ہم اپنے نصب العین سے نہیں ہٹ سکتے۔" کرنل کی سنجیدگی برقرار تھی۔

"ویری گڈ کرنل، دل خوش کر دیا تم نے، اس سب کے بعد میرا خیال تھا کہ مجھے خود سامنے آنا پڑے گا جو سردار کو پسند نہیں ہو گا کیونکہ مجھے پڑوسی ملک کے لئے ایک کام سونپا گیا تھا جو ادھورا ہے۔ اگر تم یہاں سب سنبھال لو تو میں وہاں اپنا کام کر سکتا ہوں۔" فادر کے لہجے میں حقیقی مسرت شامل تھی۔

"یس فادر۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک اس سے چھوٹی سی سپلائی نمونے کے طور پہ کرائی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ کیسے مال ہم تک لے کر آتا ہے۔ اگر وہ کامیاب رہا تو شامل کر لوں گا ورنہ گولی مار دوں گا۔" کرنل نے سفاک لہجے میں کہا۔

"اور اگر اس تک ہمارا کوئی راز، بغیر میری مرضی کے گیا یا ہمیں خطرہ

ہوا تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ اسے کام پہ لگا دو۔" فادر نے کہا تو کرنل کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی۔

"باس، جن لوگوں نے یہ تباہی پھیلائی ہے ان کے حوالے سے کیا حکم ہے؟۔" ایک اور شخص نے پوچھا۔

"مسٹر نریندر، ان کے بارے میں نہ ہی پوچھو تو بہتر ہے، ورنہ وہ تمہیں بھی نگل جائیں گے، میں دیکھ لوں گا انہیں۔" فادر نے کہا۔

فادر یہ کام سمیٹ کر اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اُس کمرے سے نکل کر اپنے مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بس اس میٹنگ کے لئے ہی اس عمارت میں آیا تھا اور اب وہاں سے نکلنے کا ارادہ تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے کمرے کے وسط میں موجود میز کی دراز کھولی اور ایک سیاہ رنگ کا موبائل فون نکالا اور پھر سیاہ رنگ کی ہی ڈائری بھی۔ اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک نمبر پہ نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری، اس نے نمبر ملایا۔

"یس۔" دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز سن کر فادر کی مسکراہٹ

اور بھی گہری ہو گئی۔

"فادر بول رہا ہوں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ یس، گرینڈ فادر بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے بھی سخت لہجے میں کہا گیا۔

"کیا بکواس ہے؟۔" فادر دھاڑا۔

"ویری گڈ۔ فادر بکواس نہیں لیکن گرینڈ فادر بکواس ہے۔ اچھا شجرہ نسب ہے تمہارا۔" دوسری طرف سے کسی نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو۔"

"دیکھتا ہوں، سامنے تو آؤ ذرا۔" اس بار ذو معنی بات کی گئی۔

"ساحر علی گردیزی، تمہاری انٹیلی جنس کے چار شہزادے میرے قبضے میں ہیں۔ انہوں نے میرے دو اڈے تباہ کر دیئے، میرے لوگ پکڑوا دیئے، میرا سارا سیٹ اپ برباد کر دیا اور پھر بڑی چالاکی سے وہ نکل رہے تھے کہ میں پہنچ گیا لیکن پیچھا کرنا مجھے بھی آتا ہے، ہیلی کاپٹر کی اڑان بھی نہیں بچا سکی ان کو۔ اب تک وہ موت کی نیند بھی سو چکے ہوں

گے ، عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، کب تک پیادے مرواتے رہو گے، خود ڈرتے ہو کیا؟۔" فادر نے ایک ایک لفظ نفرت کے شوربے میں ڈَبو کر چباتے ہوئے کہا۔

"پہلی بات یہ کہ میرا عقل سے دور دور تک واسطہ نہیں، عقل ہمیشہ برباد کرتی ہے، اصل کام عشق کا ہے۔ میرا انٹیلی جنس کے ساتھ 36 سے بھی زیادہ کا آنکڑہ ہے، تمہیں غلط فہمی ہے کہ میرا انٹیلی جنس سے کوئی تعلق ہے۔ ہاں، میرا تم سے ضرور کوئی رشتہ ہے جسے نبھانے میں جلد آؤں گا ابھی آجاتا لیکن واش روم میں ہوں، سوری۔ دوسرا، اگر انٹیلی جنس کے کوئی شہزادے تمہارے پاس ہیں بھی، تو بادشاہ حضور بھی ان کے پیچھے ہی ہوں گے کہیں، میری طرف سے بھاڑ میں جائیں وہ سب اور تم بھی، کان مت کھاؤ، میں تمہاری طرح فارغ نہیں، تمہاری جگہ میں ہوتا تو یوں دشمن کو کال کر سن گن لینے کی بجائے جو شکار ہاتھ میں ہے اس پہ دھیان دیتا۔" کہتے ہوئے کال بند کر دی گئی اور فادر کا چہرہ نفرت، غصے، خجالت و ضلالت سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

"تمہاری اتنی جرات کہ میری بے عزتی کرو، میں تمہیں چیر کر رکھ دوں گا اور دیکھوں گا کہ منگول سردار کیسے تمہیں اتنی اہمیت دیتا ہے، حقیر کیڑے، میں دیکھتا ہوں کہ ان شہزادوں کے لئے کون سا بادشاہ آتا ہے اس ملک میں۔" وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔

"واقعی یہ خطرناک شخص ہے، الو کے پٹھے نے لمحوں میں عقل کی سرحد سے نکال کر جہالت کے گڑھے میں پھینک دیا، عقل ہی ماری گئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے سر پہ پیار بھری چپت ماری اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

اس نے سیاہ رنگ کا موبائل وہیں رکھ دیا تھا، اس کی لوکیشن ٹریس کرنا ناممکن تھا اسی وجہ سے فادر نے اس سے کال کی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر ساحر کو کال کی تھی، وہ بس اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس سب سے ساحر کا کہاں تک تعلق ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی رپورٹس کے مطابق ساحر اپنے ملک میں کم کم ہی دیکھا جا رہا تھا جس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں کے ساتھ فادر اور سردار منگول کے خلاف نکل پڑا ہے لیکن ساحر کی لاپرواہی نے اس جھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب وہ دیکھنا

چاہتا تھا کہ کون ہمت کرتے ہوئے اس کے پنجے سے ان چار افراد کو نکال لے جاتا ہے۔ ابھی وہ راہداری میں تھا کہ اس کے موبائل کی گھنٹی بجی اس نے موبائل نکال کر نمبر دیکھا اور پھرتی سے کال ریسیور کی۔

"یس، فادر بول رہا ہوں۔"

"بب۔ ب۔ باس یہاں قتل عام ہوا ہے اور قیدی غائب ہیں۔" کسی نے ہکلاتے ہوئے رپورٹ دی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ دس لوگ کیسے قتل ہو گئے اتنی خاموشی سے کہ کوئی کلب چار افراد کو لے اڑا؟۔" وہ آپے سے باہر ہو گیا کیونکہ اسے دوبارہ شہزادے اور بادشاہ والی بات یاد آ گئی تھی۔

"بب۔ باس سب کو خنجر مارے گئے ہیں، چھوٹے چھوٹے زہر لگے خنجر۔" دوسری طرف سے سہم کر کہا گیا اور فادر چونک گیا۔

"تم لوگوں نے کیمرے چیک کئے کہ وہ کون تھا؟۔"

اس نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا کیونکہ سردار منگول نے ساحر کے بارے میں جتنا بتایا تھا اس میں یہ کہیں بھی شامل نہیں تھا کہ وہ خنجر

استعمال کرتا ہے، تو پھر کون تھا جسے اس نے بادشاہ کہا تھا اور وہ دس لوگوں کو ٹھکانے لگا کر ان چاروں کو لے کر نکل گیا؟ کوئی اور خطرناک یا وحشی جو ساحر گردیزی سے بھی خطرناک تھا؟ جو اتنی جلدی وہاں پہنچ کر سب کو لے کر نکلتا بنا۔

"یس باس، کیمرے لگے ہیں۔"

یہ جواب سن کر فادر کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک ابھری۔

اچانک ہی وہ تار ٹوٹ کر زمین پہ آرہی تھی جبکہ صبح تک وہ بھلی چنگی تھی، باقی تاروں کے ساتھ ناشتہ کر کے اپنے کام پہ 'تنی' تھی لیکن پھر ٹوٹ کر زمین پہ آرہی جس وجہ سے ایک طرف کی بجلی جاتی رہی۔ تار کے دیکھا دیکھی ٹرانسفارمر کو بھی موت پڑ گئی کہ جب تار کام نہیں کر رہی میں تو میں کیوں کسی کے کام آؤں لہذا چھوٹے سے احتجاجی دھماکے سے اس نے بھی کام بند کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

صورتحال یہ تھی کہ کالونی کی اس گلی سمیت دیگر کچھ گلیوں میں بھی بجلی

بند ہو گئی اور پھر واپڈا کو فون کئے گئے۔ واپڈا کی طرف سے جواب ملا کہ فوری ملازمین پہنچ رہے ہیں اور ہوا بھی ایسا ہی۔

بجلی بند ہونے کے ٹھیک پانچ سے چھ گھنٹوں کے فوری بعد کھانستے ہوئے انجن والا ڈالہ کالونی میں گھسا اور ماحول سے خرمستیاں کرتا ٹرانسفارمر کے چرنوں میں آکر رکا۔ اس میں سے رنگ برنگے افراد اترے اور ٹرانسفارمر کی مرمت شروع ہو گئی۔ جلد ہی انہیں ٹرانسفارمر والے کھمبے کے ساتھ والی کوٹھی میں داخل ہونے کی اشد ضرورت محسوس ہوئی اور دو افراد سیڑھی سنبھالے اندرونی سائیڈ سے کھمبے کا میک اپ کرنے لگے۔

"اس لوفر نے بکواس کام مجھے دے دیا خود وہ گلچھرے اڑاتا پھر رہا ہے۔ ہم تار کٹوائیں، ٹرانسفارمر اڑائیں اور پھر مرمت کرتے پھریں۔" الجھی ہوئی داڑھی والے ملازم نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"باس کے بارے میں ایسی بات مت کیا کریں صاب۔" گنجے سر والے لمبے تڑنگے شخص نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی

نسوار کی خوراک کو منہ میں فٹ کرنے لگا۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ 'صاحب' کی بجائے 'صاب' کہنے کا عادی ہے۔

"پانڈے، جب میں اس فضول کام سے اکتا گیا تو تمہارے دانت بھی نکال دوں گا۔" اس نے منہ بنایا۔

"باس نے جیسا حکم دیا ہے ویسا ہی ہو گا، باس نظم و ضبط کا پابند ہے، یہ لیں، نسوار رکھیں اور آنند لیں۔" پانڈے نے جواب دیا۔

"اپنے پاس رکھو اپنی نظم اور غزل، نسوار اور آنند۔ بکو اس کام۔ میں جا رہا ہوں کوٹھی میں، دیکھا جائے گا جو ہو گا۔" اس نے غرا کر سر سے پیلا ہیلمٹ اتارتے، الجھے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا اور الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ یہ سن کر پانڈے کا حیرت سے منہ کھلا اور آنکھوں میں پریشانی چمکی۔

"رکیں چنگیزی صاب، گڑبڑ ہو جائے گی۔"

پانڈے نے سیڑھی سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا مگر چنگیزی کہاں سننے والا تھا۔ وہ تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا اور اس نے ملازموں

والی جیکٹ کی زپ کھول دی، نیچے لیدر کی جیکٹ تھی جو اندرونی طور پہ چنگیزی کے پسندیدہ میک اپ... یعنی خنجروں سے لیس تھی۔

"میرے پیدا ہونے کا مقصد بھی یہی ہے، گڑبڑ پیدا کرنا۔" اس نے نیم پیلے دانت بھیانک انداز میں دکھائے اور دوڑتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا جبکہ پانڈے ہونٹ چباتے قدرے جھکے ہوئے انداز میں اس کے پیچھے بڑھا۔

عمارت کا دروازہ دھماکے سے کھلا اور ایک گن بردار برق رفتاری سے نکلا، اس نے گن سیدھی کی ہی تھی کہ شائیں کی آواز کے ساتھ وہ گردن پہ ہاتھ رکھے، گلا پھاڑ کر چیختے ہوئے دروازے سے ٹکرایا، اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابلنے لگا۔

چھت سے اچانک تڑتڑاہٹ کی آواز سنائی دی، چنگیزی پہلے شخص کو خنجر مارتے ہی پھدک کر جگہ بدلتے ہوئے آگے بڑھا تھا جبکہ پانڈے اس کے پیچھے دوڑتا آرہا تھا۔ جیسے ہی چنگیزی نے خنجر چھوڑا، پانڈے نے پسٹل نکال لیا اور پھر چھت سے جھانکتی نال دیکھ کر وہ بوکھلا کر ویسے ہی ریت کے بورے کی طرح دھڑام سے لان میں گرا اور گولیاں اس سے

چند قدم آگے زمین میں گھستی چلی گئیں، اگر وہ اپنی رفتار سے دوڑتا چلا جاتا تو اب چھلنی ہو چکا ہوتا، گرتے ہی اس نے کروٹ بدلی اور اندازے سے چھت کی طرف فائر کیا، اٹھتے ہوئے دوسرا فائر اور پھر اندھا دھند ، باڑ کی طرف بھاگنے لگا۔ اس کے فائر کرنے کی وجہ صرف اور صرف چھت پہ موجود شخص کو کچھ دیر کے لئے روکنا تھا۔

چنگیزی اس وقت دروازے کے پاس کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں اپنے شکار کی مشین گن تھی، کھلی جیکٹ سے خنجر اٹھکیلیاں کرتے نظر آرہے تھے۔ وہ مسکرایا، جیسے سیلفی بنانے لگا ہو اور پاؤں کو ٹھوکر مارتے ہوئے وہ فرش پہ گر گیا۔

دروازہ کھلتے ہی اندر سے یوں گولیاں باہر کو لپکیں جیسے باہر لنگر کھل گیا ہو، لیکن گولیاں فرش سے اونچائی پہ ہونے کی وجہ سے چنگیزی تو بچ گیا مگر اس پہ فائر کرنے والے... اس نے لیٹے لیٹے ہی ٹریگر دبا دیا اور گولیوں کے قہقہوں میں اندر موجود افراد کی دلخراش چیخیں بھی راہداری میں گونج اٹھیں، جلد ہی اندر خاموشی ہوئی تو چنگیزی کرالنگ کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ان کے قریب پہنچ کر جب اسے محسوس ہوا کہ وہ مزاحمت

نہیں کر سکیں گے تو وہ تیزی سے کھڑا ہوا اور اس کا ہاتھ جیکٹ میں گھسا۔ جب ہاتھ باہر آیا تو تمام انگلیوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے خنجر دبے تھے۔

اس نے اندر موجود تمام افراد کی ٹانگوں پہ گولیاں ماری تھیں، سینے پہ کیوں نہیں ماری تھیں؟ کیونکہ اس طرح خنجر مارنے کا موقع نہ ملتا، شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ زمین پہ گرے زخمیوں کو جھٹکے لگے اور ہر ایک کے سینے میں خنجر گھستا چلا گیا اور چنگیزی دانت نکالتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

اس کے ایک ہاتھ میں خنجر منتقل ہوئے اور دوسرے سے وہ احتیاط سے دروازے کھولتا اور کمرے دیکھتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ سارے کمرے خالی دیکھ کر اس نے یوں منہ بنایا جیسے کڑوی گولی کھا بیٹھا ہو اور پھر وہ تہ خانہ تلاش کرنے لگا، اس میں ناکامی ہونے پہ وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ سیڑھیوں پہ چڑھتے ہوئے اس کی رفتار دھیمی تھی تاکہ قدموں کی آواز، اوپر موجود افراد کو سنائی نہ دے۔ باہر سے کبھی کبھار فائر کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن تھی بے جان فائرنگ ہی۔

دوسری منزل پہ پہنچ کر وہ دیوار سے لگ کر خاموشی سے کھڑا ہو گیا، وہ سن گن لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہاں مکمل خاموشی محسوس کر کے وہ جھک کر راہداری میں گرا، اور جسم کو رول کرتے ہوئے دوسری دیوار سے جا لگا۔ راہداری واقعی خالی تھی۔ وہاں دروازے دیکھ کر چنگیزی نے برا سا منہ بنایا۔

"اس لوفر نے مجھے منگتا ہی بنا دیا ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے پھر سے ہر دروازہ کھول کر چیک کرنے لگا، خالی کمرے نظروں کے سامنے سے گزرتے دیکھ کر اس کا موڈ خراب ہو گیا اور بے دلی سے آخری کمرے کی طرف بڑھا، جیسے اس نے دروازہ کھلا تو اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ دھڑام سے زمین پہ گرا، اسی وقت گولیوں کی بوچھاڑ عقبی دیوار پہ لگی اور چنگیزی کا ہاتھ گھوم گیا، شائیں کی آواز کے ساتھ اندر سے دو چیخیں سنائی دیں۔ چنگیزی سینے پہ ہاتھ رکھے یوں لیٹا تھا جیسے وہ جیری ہو اور ٹوم اس پہ ٹوٹ پڑا تھا۔

"کوئی رہ گیا ہے؟۔" اس نے کروٹ بدل کر اوٹ میں ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، ابھی ہم رہتے ہیں۔" اندر سے مسکراتی ہوئی آواز سن کر چنگیزی کا قہقہہ راہداری میں گونجا اور وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

* * *

تیسرا حصہ

سرد رات کے گہرے اندھیرے میں دو ٹرک ٹائروں کا منہ بند کئے سڑک پہ پھونک پھونک کر ٹائر رکھتے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ دونوں میں مناسب سے کچھ زیادہ فاصلہ تھا۔ ویسے تو وہ تاریکی کا حصہ ہی معلوم ہو رہے تھے لیکن ظاہر ہے حرکت کی وجہ سے آواز تو بہر حال پیدا ہو رہی تھی۔ ٹرک اندھے ہی تھے اور ان کے اندر بھی اندھیرا۔ فضا میں دھند کی ہلکی ہلکی تہہ محسوس ہو رہی تھی اور ہاتھ پاؤں کو تو جیسے ملتے ہوئے موت پڑ رہی تھی، اگر غلطی سے بھی انگلی کہیں ٹکرا جاتی تو بے ہودہ سا درد تھوڑی دیر کے لئے جونک بن جاتا، منہ کا ذائقہ تک خراب ہو جاتا تھا۔

"تھوڑی دیر تک ہم پہلی چوکی کے قریب ہوں گے۔" پہلے ٹرک میں موجود کسی نے کہا، اس کی آواز کو بھی سردی لگ رہی تھی شاید۔ کانپ رہی تھی۔

"جانتا ہوں پھر بھی اطلاع کے لئے بہت شکریہ۔" کسی نے شاید منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بہت عجیب محسوس ہو رہا ہے۔" پہلی آواز سنائی دی۔

"ہونا بھی چاہیے، پہلی بار جو بچہ پالنے سے باہر نکلا ہے۔" دوسری آواز میں طنز شامل تھا۔

"اتنے بڑے پیمانے پہ سمگلنگ کے لئے بہت حوصلہ چاہیے۔ " پہلی آواز۔

"اگر یہ پھیرا کامیاب رہا تو ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

"وہ تو ہے۔ گروپ سی میں اچھی پوزیشن مل جائے گی جس سے ہماری خاص پہچان بن جائے گی۔"

"پہچان؟ رومیو گروپ کو پہچان کی کیا ضرورت۔" پہلی آواز۔

"یار۔ آج کیا کھایا تھا؟۔" دوسرا شخص شاید اکتا گیا تھا۔

"اور کیا کریں گے اس پہچان کا اگر جان ہی چلی گئ؟۔" پہلے شخص نے جیسے منہ بنایا۔

"یہ تو باس ہی بتا سکتا ہے۔" دوسرا شخص اس بار ہنسا۔

"ہم چوکی کے قریب پہنچ گئے۔" پہلے نے سنبھلے ہوئے انداز میں کہا تو دوسرا ابھی چپ ہو گیا۔

"چھوٹی بتیاں جلا رہا ہوں۔"

پہلی آواز نے کہا اور ٹرک کے منہ پہ نصب چھوٹی بتیاں یوں چمکیں جیسے نقلی دانتوں کو چمک سنبھالنے میں ناکامی کا سامنا ہو۔ اس سے پچھلے ٹرک کی بھی چھوٹی بتیاں چمکیں۔ شاید بتی کو دیکھ کر بتی رنگ پکڑ۔ بلکہ جل رہی تھی۔

کچھ ہی لمحوں میں سڑک کے درمیان سردی سے کانپتا، لیٹا ہوا بانس نظر آنے لگا۔ شاید بانس یہی کہہ رہا تھا کہ "نہ کھیلوں گا نہ کھیلنے دوں گا" لیکن ٹرک میں موجود لوگ جانتے تھے کہ چوکی پہ پہلے ہی بات ہو چکی

ہے اور بانس کو ہار مان کر رستے سے ہٹنا پڑے گا۔ دھیرے دھیرے ٹرک اس بانس کے قریب پہنچتے چلے گئے جسے گاڑیوں کو روک کر چیکنگ کرنے کی غرض سے پولیس نے نصب کر رکھا تھا۔

"یہ بانس اٹھا کیوں نہیں رہے۔" پہلی آواز ابھری جس میں شک کی بو شامل تھی۔

"کوئی گڑبڑ ہے۔" دوسرے نے کہا۔

ٹرک اس "بانسی رکاوٹ" کے بالکل پاس پہنچ کر رکے، ماحول میں ٹرکوں کے انجن غرانے کے علاوہ مکمل خاموشی تھی۔ چوکی کے لئے بنائی گئی چھوٹی سی کوٹھڑیاں بھی نقاب اوڑھے، منہ پھیرے کھڑی تھیں۔ جب کہ نقاب تلے ہلکی ہلکی روشنی ظاہر کر رہی تھی کہ "نقاب میں کچھ کالا ہے"۔

"چوکی سے بھی باہر کوئی نہیں نکل رہا جبکہ کوٹھڑیوں میں ہلکی ہلکی روشنی ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ موجود تو ہیں۔" پہلی آواز نے کہا۔

"چوکس رہو، کوئی گڑبڑ ہے۔ میں اطلاع دیتا ہوں باس کو۔" دوسری آواز نے کہا اور اسی وقت ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ٹرک کی سکرین ٹوٹی اور شیشے کے ٹکڑے ان کے سروں سے ٹکرائے، غنیمت کے فائر ہوتے ہی لاشعوری طور پہ وہ تیزی سے نیچے جھکے تھے ورنہ وہ ٹکڑے آنکھوں اور چہروں میں رہائش گاہیں بنا ہی لیتے۔

"مر گئے۔" پہلی آواز سنائی دی لیکن آواز میں بلا کا سکون تھا۔

"ابھی کہاں۔" دوسری آواز۔

باہر وقفے وقفے سے فائر کیا گیا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ تیز روشنی پھیلنے کے ساتھ ہی فضا میں آواز گونجی۔ "تم لوگ ہتھیار ڈال دو۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔ تمہیں ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔" ایک رعب دار آواز میں ہدایت کی گئی۔

"یہ پولیس والا ہے۔ دھوکہ ہوا ہے ہمارے ساتھ۔" پہلی آواز آئی۔

"ہیلو ہیلو۔ ونود کالنگ ٹو رومیو۔ اوور۔" دوسری آواز سنائی دی۔ وہ ابھی بھی جھکا ہوا ہی تھا اور بار بار یہی جملہ دہرا رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ ٹرانسمیٹر کال کر رہا تھا۔

"یس۔ رومیو بول رہا ہوں۔ اوور۔" کرخت آواز سنائی دی۔

"ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ اوور۔" ونود نے کہا۔

"عقل استعمال کرو، دھوکہ صرف عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے، مرد بنو اور جیسے کہتے ہیں ویسے کرو۔ پلان بی۔ اوور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اب؟۔" پہلی آواز نے پوچھا۔

"بتاتا ہوں۔" ونود نے جواب دیا اور وہ ہاتھ بلند کئے سیدھا ہوا۔ "کیا چاہتے ہو؟۔" اس نے چیخ کر باہر موجود لوگوں سے پوچھا۔

"ٹرک ایک طرف لگاؤ جلدی۔" جواب ملا۔

"اوکے۔ ہم لگاتے ہیں۔"

"خبردار کوئی چالاکی دکھائی تو۔" انہیں تنبیہہ کی گئی۔

"بیوقوف لوگ۔ چالاکی دکھانا ہمارا کام نہیں۔" پہلا شخص بڑبڑایا۔

"بانس سے پیچھے ہٹا کر ٹرک ایک طرف لگاؤ اور پلان بی۔" ونود نے کہا تو ٹرک حرکت میں آیا۔

وہ اسے سڑک کے کنارے اتار رہا تھا۔ جیسے ہی ٹرک کنارے سے اترے، بہت سے سائے ٹرکوں کی طرف لپکے اور ساتھ ہی فضا میں غراہٹیں ابھریں۔ زوں کی آواز کے ساتھ ٹرکوں سے چھوٹی چھوٹی آفتیں نکلیں اور ان سے دور ہوتی چلی گئیں۔ ایک بار تو زمین کا وہ حصہ لرز گیا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا تھا۔" ایک بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ کاریں تھیں۔ سپورٹس کاریں۔ وہ نکل گئے۔ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔" دوسری سخت آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ ان کا پیچھا کرو۔ جلدی۔" دوسری آواز سنائی دی۔

"سپورٹس کاروں کا کیا پیچھا کرنا ہے۔ اگلی چوکی پہ اطلاع دیتا ہوں۔" جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "مال تو گیا ہاتھ سے۔"

"بھولو مت۔ ٹرکوں میں کچھ لوگ موجود ہیں، ٹرکوں کی اچھی طرح تلاشی لو جلدی۔ اتنے تھوڑے سے مال کے لئے ٹرک تو نہیں لائے جاتے جو سپورٹس کاروں میں بھر کر نکل گئے ہوں لیکن شہر بھی اطلاع دے دو، سپورٹس کاروں کی مخصوص آواز سے دور سے ہی پہچان کی جا سکتی ہے، جلدی کرو۔۔" پہلی آواز نے غرا کر کہا اور مجسمے بنے افراد میکانکی انداز میں ٹرکوں کی طرف مڑے کیونکہ وہاں کچھ لوگ ابھی بھی موجود تھے جن پہ وہ ہاتھ ڈال سکتے تھے۔

* * *

فادر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پہ گہری سنجیدگی طاری تھی۔ سردار منگول کی طرف سے ساحر اور انٹیلی جنس کی طرف سے کسی بھی ممکنہ حملے کو روکنے کے لئے وہ کب سے تیار بیٹھا تھا اور ہر طرف جال بچھا رکھے تھے۔ سردار منگول نے ساحر گردیزی کے انداز، گہری پلاننگ اور تیز طراری کے علاوہ تمام ایسے مقامات و افراد کی بھی نشاندہی کی تھی جہاں سے ساحر گردیزی حملہ آور ہو سکتا تھا یعنی ایسے مقامات اور افراد جو ہیرو کی نظر سے گزر چکے تھے، وہ ساحر کے عتاب کا شکار ہو سکتے تھے۔ فادر نے اس بار شطرنج کھیلنے کا منصوبہ بنایا اور وہ پیادے جو ہیرو کی نظر میں آ چکے تھے، انہیں جوں کا توں ہی رہنے دیا اور انتظار کرنے لگا، اس کی امید جلد ہی پوری ہوتی نظر آئی۔

لکشمی مندر، جہاں پولیس چیکنگ کوئی بڑی بات نہیں تھی، اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاید وہ لوگ اندر گھسے تھے۔ روٹین کی چیکنگ میں فادر نے اس نوجوان کو دیکھا جس کی ناک وہ روپ سنگھ کے بھیس میں توڑ کر

آیا تھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جس کے ہاتھ سے روپ سنگھ بھاگ نکلا تھا اور نکلتے نکلتے بھی اس نوجوان کا چہرہ دیکھ لیا تھا، فادر نے اس کے چہرے کی مدد سے ہی جبران کو تلاش کر کے اس پہ حملہ کیا تھا لیکن اس کے ساتھیوں کی بروقت آمد (ساحر) کی وجہ سے اسے نکلنا پڑا، جبران پہ حملے کی وجہ سے ہی مسٹر بی ٹپک پڑا تھا اور فادر کو مجبوراً بھاگنا پڑا۔

لکشمی مندر والے اڈے میں اس نوجوان کو دیکھ کر فادر چوکس ہو گیا کہ اب حملے کا وقت قریب ہے اور اس کا اندازہ سچ نکلا لیکن حملہ اتنا شدید ثابت ہوا کہ نہ صرف وہ اڈہ بلکہ وہ دفتری اڈہ بھی تباہ کر دیا گیا جہاں روپ سنگھ کا بھائی بلدیو سنگھ نگرانی پہ رہتا تھا، ویسے تو اس اڈے کو دھماکے یا آگ سے کچھ نہیں کیا گیا تھا لیکن سارا ریکارڈ حکومت کے پاس جانے کا یہی مطلب تھا کہ اڈہ تباہ ہی ہو چکا۔

اس زمین دوز، وسیع و عریض اڈے میں دستاویزات ہی رکھی جاتی تھیں اور بہت اہم شخصیات کی میٹنگ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اڈے کا خفیہ رستہ لکشمی مندر والے اڈے سے ملتا تھا، اس رستہ کو بلدیو سنگھ والے اڈے کی طرف سے ہی کھولا جا سکتا تھا جس وجہ لکشمی مندر والی

سرنگ میں آرمی گھسنے کے باوجود وہ لوگ "ڈیڈ اینڈ" تک ہی محدود رہے تھے۔ لکشمی مندر والے اڈے سے اہم افراد، اس اڈے میں آتے جاتے تھے اسی وجہ سے وہاں ہی ہیلی کاپٹر بھی رکھا گیا تھا جو بظاہر وزارتِ داخلہ سے متعلق تھا لیکن استعمال فادر اور اس کے افراد کرتے تھے۔

نجانے یہ اتفاق تھا کہ پلاننگ، ایک طرف دو افراد لکشمی مندر والے اڈے میں گھسے، اسے برباد کیا اور دوسری طرف بلدیو سنگھ پہ حملہ کر کے اس اڈے کے بارے میں پولیس کو اطلاع کر دی گئی جس وجہ سے تمام دستاویزی ثبوت حکومت کے ہاتھ لگ گئے اور پھر مختلف مقامات پہ چھاپے مارتے ہوئے سمگل کیا ہوا اسلحہ اور ان کی سپلائی لائن میں شریک تمام افراد دھر لئے گئے۔ اس کے جواب میں فادر کے ہاتھ لگے وہ چار افراد جنہوں نے دونوں مقامات پہ دھاوا بولا تھا اور فادر ان کی تیزی سے یہی اندازہ لگا پایا کہ یہ لوگ ساحر سے متعلق ہو سکتے ہیں۔

اس خیال کے باوجود اس کے دماغ میں ایک خلش ضرور موجود تھی کہ اگر وہ لوگ ساحر سے متعلق ہیں تو چھپ کر کام کرتے ہوئے سردار

منگول یا خود اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے، انہیں کیا ضرورت تھی اس طرح کھلے عام حملہ کر کے خود کو ظاہر کرنے کی اور دوسری طرف ساحر نے بھی ان سے لاتعلقی ظاہر کی تھی، جو سچ یا جھوٹ ہو سکتی تھی۔ ساحر کی نگرانی کا بھرپور انتظام کیا گیا تھا اور وہ اب تک اپنے ملک اور اپنے شہر میں ہی پایا جا رہا تھا۔

اگر وہ ساحر سے متعلق تھے تو ساحر ان کے ساتھ کیوں نہیں تھا؟ انہوں نے خود کو ظاہر کیوں کیا؟ ساحر جیسے خطرناک انسان نے اس نوجوان (جبران) کو بغیر میک اپ کے کیوں بھیجا؟ کیا وہ بھی فادر سے پہلے ہی شطرنج بچھا چکا تھا؟ اگر ان سوالات کا جواب ہاں تھا تو اس کی اگلی چال کیا ہو سکتی ہے جبکہ انہوں نے فادر اور اس کی گروپ کو خود ہوشیار کر دیا تھا، ہاتھ لگے کلیو تباہ کر دیئے تھے، ایسے میں وہ کیا کرنے والا تھا؟ اور اگر ان سوالات کے جواب نفی میں تھے تو پھر وہ چاروں کون تھے؟

چاروں ایک طرف، وہ پانچواں، جسے ساحر نے مذاقاً بادشاہ کہا تھا، وہ تو سب کا چچا نکلا، وہ فادر کے ایک گروپ، کے ٹو گروپ کے دس افراد کو خنجروں سے مار کر اور ان چاروں کو زندہ لے کر نکلتا بنا، اور تو اور.... اس

نے ایک شخص کو صرف اپنی کہانی سنانے کے لئے زندہ چھوڑ دیا جس کے بقول حملہ آور شاید کئی دن سے نہایا نہیں تھا اور آخری درجے کا پاگل اور نفسیاتی تھا، اس حلئے کی تصدیق کیمروں سے بھی ہو گئی تھی۔ یہ لوگ کون تھے پھر؟ کیا انٹیلی جنس نے ساحر کو روک کر کسی اور کو بھیج دیا تھا کیونکہ ساحر فادر وغیرہ کی نظروں میں آ گیا تھا؟۔ یہ خیال فادر کے ذہن میں جڑ پکڑنے لگا۔

ایک طرف وہ ساحر کی نگرانی سخت کرنے کی سوچ رہا تھا تو دوسری طرف ان پانچ افراد کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے پر تول رہا تھا، چاہے وہ انٹیلی جنس سے تھے یا کوئی اور گروپ تھا۔ وہ انہیں پاتال سے بھی کھینچ نکالنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے گروپ کو حرکت میں لا چکا تھا۔

اس کی شدید خواہش تھی کہ ایک بار ساحر گردیزی سے سامنا ہو اور وہ اسے شکست دے کر ثابت کر دے کہ فادر کی ٹکر کا کوئی نہیں، نہ ہی ساحر گردیزی نہ ہیرو..... اور ساحر تھا کہ وہ گھر کا ہی ہو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک کر خیالات سے نکلا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"فادر بول رہا ہوں۔" وہ غرایا۔

"باس، وہ نوجوان نظر آیا ہے جو کئی دن سے نہایا نہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور فادر چونک گیا۔

"کیا مطلب نہایا نہیں؟۔" اسے غصہ آگیا۔

"بب۔ باس مجھے اسی طرح حلیہ سمجھایا گیا کہ یہ اس کی امتیازی نشانی ہے۔" وہ سہم گیا۔

"کہاں پہ ہے وہ؟۔" فادر چونک کر سیدھا ہوا۔

"وہ مارکیٹ میں کچھ خنجر خریدتا دیکھا گیا ہے، اب اس کی نگرانی جاری ہے، وہ ٹیکسی میں بیٹھا شنکر کالونی کی طرف جارہا ہے۔" جواب ملا۔

"اس کی نگرانی میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ اور جس رہائش گاہ میں بھی جائے، مجھے فوری اطلاع کرو، اسے بھنک بھی لگی کہ کوئی اس کے پیچھے ہے تو کاٹ کر کتوں کے آگے پھینک دوں گا تم لوگوں کو۔" اس نے غراتے ہوئے کہا اور کال بند کر دی۔ اس نے تیزی سے نمبر ملایا۔

"کرنل بول رہا ہوں۔" ایک بھاری مگر سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"فادر بول رہا ہوں۔ سپلائی لائن کے بارے میں کیا چل رہا ہے؟۔" اس نے پوچھا۔

"باس، کام ہو رہا ہے، آج شام تک فائنل ہو جائے گا۔"

"گڈ۔ رپورٹ کرنا۔" اس نے کریڈل دبایا اور دوبارہ نمبر ملایا۔

"کے ٹو سپکنگ۔" دوسری طرف سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"فادر بول رہا ہوں، تجھے زنگ لگ گیا ہے کیا؟۔" وہ فوری چڑھ دوڑا۔

"بب۔ بب۔ باس۔" کے ٹو کی تو گھگھی ہی بند ہو گئی۔

"شکار دوبارہ ہاتھ لگنے والا، اس بار کوئی غلطی ہوئی تو کھال کھینچ لوں گا تمہاری، سمجھے تم، اپنا گروپ تیار کرو فوری۔ شنکر کالونی میں جانا ہے، تب تک حملہ نہیں کرنا جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اندر کم از کم پانچ لوگ موجود ہیں۔" فادر نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اچانک ہی اس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی اور وہ ریلیکس ہوتا چلا گیا۔

* * *

وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا، ہکا بکا، منہ کھولے خبریں سن رہا تھا اگر اس کے دونوں جبڑے جڑے ہوئے نہ ہوتے تو حیرت اور شاک کے مارے اب تک نچلا جبڑا فرش پہ ہوتا۔ جیسے جیسے "خبری خاتون" زبان کی خارش مٹاتی گئی، ویسے ویسے حیرت اور شاک کی جگہ غصہ لیتا چلا گیا۔

خبروں میں دو ٹرک دکھائے جا رہے تھے جو پچھلی رات سمندر کے ساتھ والی سڑک پہ پہ پکڑے گئے تھے۔ بتایا جارہا تھا کہ ان میں خوفناک اسلحہ بھرا تھا جو کہ سمندر کے ذریعے غیر قانونی طریقے سے ملک میں لایا گیا تھا۔ پولیس اور کسٹم ابھی تک اسلحہ کی کی نوعیت پہ مبنی تفصیلی رپورٹ تیار کر رہی تھی۔ ذرائع کے مطابق ٹرک ڈرائیور پولیس کی حراست میں تھے جن سے پوچھ گچھ جاری تھی۔ ابتدائی طور پہ اسلحہ کی ایک پیٹی کھول کر دکھا دی گئی تھی جس میں انتہائی خطرناک گن جے کے موجود تھی۔ کچھ ایسی پیٹیاں بھی دکھائی جارہی تھیں جن پہ تابکاری عناصر کا مخصوص نشان موجود تھا، نجانے ان میں کیا تھا۔ تابکاری فضلہ یا کوئی مہلک ہتھیار۔ انہیں محض احتیاط کی وجہ سے کھولا نہیں جارہا تھا اور کہا جارہا تھا کہ یہ پیٹیاں سائنس لیبارٹری میں ہی کھولی جائیں گی جہاں ایسا کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔

دراصل تابکاری نشانات والی پیٹیاں دیکھ کر ہی وہ غصے میں آگیا تھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا، سیڑھیاں اترتا، تہ خانے میں پہنچا اور راہداری میں بڑھتا چلا گیا۔ تیسرے کمرے کے سامنے رک کر اس نے دستک دی اور کٹک

کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ اس نے قدم بڑھائے اور دفتر کے سے انداز میں سجے کمرے میں داخل ہوا جس کی مشرقی دیوار کے ساتھ بڑی سے میز کے پیچھے، نفیس شیشوں والی عینک لگائے ایک دراز قد، نہایت ہی شفیق چہرے والا شخص فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔

"کیا بات ہے پرساد؟۔" اس نے بغیر نظریں اٹھائے پوچھا۔

"باس۔ آپ نے خبریں سنیں؟۔" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں۔ روز ایک ہی ڈش کون کھا سکتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"باس۔ ہمارا مال پکڑا گیا۔ ہمارے ٹرک دکھائے جا رہے ہیں ٹی وی پہ۔" اس نے کہا تو وہ شخص چونک کر سیدھا ہوا، اس نے چشمہ اتار کر میز پہ رکھا اور نظریں پرساد پہ گاڑ دیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔" اس کا لہجہ ابھی بھی پرسکون ہی تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ باس میں نے تبھی کہا تھا کہ یہ رومیو جیسے بیہودہ انسان کے بس کا کام نہیں۔ نہ صرف اسلحہ پکڑا گیا ہے بلکہ وہ مخصوص پیٹیاں بھی۔" پرساد نے کہا تو باس کے چہرے پہ ایک رنگ سا گزر گیا۔

"رومیو نے مجھے رپورٹ کیوں نہیں دی پھر؟۔" وہ غرایا۔

اس کی غراہٹ، اس کے شفیق چہرے سے بالکل بھی میل نہیں کھا رہی تھی، یوں لگ رہا تھا جیسے رکشے کی باڈی میں گدھا جوت دیا گیا ہو۔

"باس، نئے لوگوں پہ اتنا بھروسہ ٹھیک نہیں ہوتا۔" پرساد نے محسوس کیا کہ لوہا گرم ہے۔

"مجھے لوگوں کی صلاحیتوں کی پہچان ہے پرساد۔" وہ غرایا تو پرساد سہم گیا۔ اسی وقت انٹرکام کی گھنٹی بجی اور پرساد کو گھورتے ہوئے اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا۔

"کرنل۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"مسٹر رومیو آئے ہیں آپ سے ملنے۔" مترنم آواز سنائی دی۔

"بی تھری میں بھیج دو۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"رومیو آرہا ہے۔ تم بھی بیٹھو۔"

اس نے پرساد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو پرساد نے بے چینی سے منہ چلایا، پھر خالی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ دو سے تین منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور ایک معصوم صورت، مگر چمکدار آنکھوں والا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور پیشانی ظاہر کرتی تھی کہ وہ بلا کا ذہین انسان ہے اور انداز میں پھرتی دیکھ کر لگتا تھا کہ بجلی کا چلتا پھرتا ٹرانسفارمر ہے۔

"ہیلو باس۔ بال کیسے ہیں؟ بچے کیسے ہیں؟۔" اس نے قدرے مودبانہ مگر شگفتہ لہجے میں کہا جس میں مرعوبیت اور ملازمت کی بو شامل نہ تھی۔

"یہ میں کیا خبر سن رہا ہوں رومیو۔" کرنل نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں باس۔" اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"پرساد۔ بتاؤ اسے۔" کرنل کا موڈ بگڑ گیا تھا۔

پرساد الف سے شروع ہوا اور پوری کہانی تیزی سے دہرا دی، کہانی دہراتے ہوئے اس کے چہرے پہ خوشی کی ہلکی سی لہر دوڑ رہی تھی، شاید

وہ رومیو کو پسند نہیں کرتا تھا جس وجہ سے اس کی ناکامی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"یہ سچ ہے باس کہ ہمارے ٹرک پکڑے گئے۔" رومیو نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور پرساد کی آنکھوں میں فتح بھنگڑا ڈالنے لگی جبکہ کرنل کا ہاتھ دراز کی طرف رینگ گیا۔

"اس کا مطلب سمجھتے ہو تم؟۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ناکامی کی صورت میں موت ہی مقدر بنے گی۔" کرنل غرایا۔

"یس باس لیکن ٹرک پکڑے جانے کا مطلب ناکامی تو نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔

"تو پھر؟۔ ٹی وی پہ جے کے گن بھی دکھا رہے ہیں اور وہ مخصوص پیٹیاں بھی جن کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔" پرساد نے جلدی سے لقمہ دیا۔

"ایک گن کے علاوہ کتنا اسلحہ بتا رہے ہیں وہ لوگ؟۔" اچانک رومیو سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا مطلب؟۔ وہ تو لسٹ بنانے کے بعد ہی بتائیں گے۔" پرساد نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"رہنے دو۔ پلاسٹک کے کھلونوں کی وہ کیا لسٹ بنائیں گے۔" رومیو نے قہقہہ لگایا اور پرساد نچلا جبڑا اتہبند سنبھالتے ہوئے کھل گیا۔

"کک۔ کیا مطلب؟۔" پرساد کے منہ سے لفظ گرتے چلے گئے اور کرنل آنکھیں سکیڑے رومیو کو دیکھ رہا تھا۔

"میری مہنگی کھاد۔ جو مال ہم لے کر آئے ہیں اس کے سامنے ایک جے کے گن کی کیا اوقات۔ بس ایک گن اور کچھ ناکارہ پسٹل ہی اصلی ہیں۔ باقی سب تہواروں پہ بچوں کے کام آنے والا اسلحہ ہے۔" رومیو نے پچکارا تو پرساد بوکھلا کر کرنل کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل کا چہرہ خوشی سے مزید شفیق ہوتا نظر آرہا تھا۔

"کھاد نہیں۔ پرساد۔" پرساد نے منہ بنایا۔

"ہاں۔ وہی۔ ساگ۔" رومیو نے اثبات میں سر ہلایا تو پرساد کا جی چاہا کہ اس کا سر پھاڑ دے۔

"اور وہ مخصوص پیٹیاں؟۔" کرنل نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ پیٹیاں بھی نقلی ہیں، ان کے اندر چھوٹے چھوٹے سلنڈر ڈال دیئے گیس بھروا کر۔ بس ان پہ تابکاری عناصر والا مخصوص نشان بنا دیا تھا رنگ سے۔ اب چائے بناتے پھریں گے ان سلنڈروں پہ۔" رومیو نے کہا تو کرنل نے قہقہہ لگایا۔

"واہ۔ تم پہلے ایسے رومیو ہو جس پہ لڑکیاں تو کیا مرد بھی فدا ہوں گے۔

" کرنل ہنستے ہوئے بولا۔

"ارے باس۔ کیوں بدعا دیتے ہو۔ لڑکیاں ہی کافی ہیں۔ کیا خیال ہے میرے گروپ کے بارے میں اب؟۔" رومیو ہنسا۔

"ویلکم تو 'گروپ سی' مائی بوائے۔" کرنل نے کہا۔

"بہت شکریہ باس۔ یقیناً اس فیصلے پہ آپ کو پچھتاوا نہیں ہو گا۔" رومیو کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک تھی۔

"ویسے یہ سب کیسے ہوا؟۔" کرنل نے پوچھا۔

"آپ نے جو کچھ مجھے بتایا تھا اس کے مطابق سامان بہت حساس تھا جسے

ہتھیانے کے لئے بہت سے لوگ تیار تھے اور ایسا سامان تھا جسے بندر گاہ پہ موجود حکومتی اہلکار شناخت کر ہی لیتے۔ جس وجہ سے کچھ حکومتی اہلکاروں کو اعتماد میں لے لیا گیا تا کہ سامان کو بغیر چیک کئے نکلنے دیا جائے۔ اس مخصوص سامان کی نوعیت چھپانے کی غرض سے اسے اسلحہ سمگلنگ کی واردات بنانے کا پلان اس لئے تھا کہ مخالفین الجھے رہیں اور اصل بات تک نہ پہنچ سکیں۔ ویسے تو پولیس والوں کو خرید رکھا تھا لیکن اندر سے خبر ملی تھی کہ افسرانِ بالا اپنی سالانہ کارکردگی رپورٹ میں آخری خانہ پر کرنے کی غرض سے پلٹنے کا منصوبہ رکھتے ہیں اور کریڈٹ مخصوص افراد تک محدود کرنے کے لئے نفری بھی کم ہی رکھیں گے۔"

"آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ سامان تو ایک رکشے سے بھی کم تھا، ٹرک تو میں نے جان بوجھ کر آگے بڑھائے تھے۔ میں نے نقلی سامان ٹرکوں میں رکھوایا اور اصلی چوری کی گئی سپورٹس کاروں میں۔ جیسے ہی پولیس نے پلٹی ماری۔ انھی ٹرکوں میں سے کاریں نکلیں اور انہیں پولیس تو کیا، سڑک پہ رستے میں حائل بانس بھی نہ روک سکا کیونکہ کاروں کی اونچائی اتنی ہی تھی کہ بانس کے نیچے سے نکل سکیں، کاروں میں صرف ڈرائیور

والی سیٹ ہی تھی، باقی جتنا ممکن تھا، اتنی کار خالی کرا کر گنوں کے پارٹس اور وہ مخصوص پیٹیاں ان میں بھر لی گئیں۔

افسرانِ بالا کو امید نہیں تھی کہ ہم اس طرح مال لے کر نکل جائیں گے جس وجہ سے اگلی چوکی پہ دو تین افراد ہی تھی، میں نے ان کو ٹھکانے لگانے کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ ٹرک سڑک کنارے لگاتے ہی میرے آدمی بھی نکل گئے۔ ادھر تھوڑے فاصلے پہ جا کر کاروں سے سامان

نکال کر چھپا دیا گیا، جسے آج نکالا جائے گا اور بس، کام ختم۔ پولیس ایویں ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے کہ ان کے پاس ٹرک ڈرائیور بطور گواہ ہیں، جبکہ میرے گروپ کے لوگ کل سے عیاشی کر رہے ہیں۔ اب بس انٹیلی جنس والوں کا کچھ کرنا ہے کیونکہ وہ بھی پر مارنے کی کوشش کریں گے، اور یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

رومیو نے کہا اور کرنل نے بے اختیار ہاتھ بلند کئے اور تالی بجانا شروع کی، پرساد نے ناگواری سے ہاتھ اٹھائے اور کرنل کا ساتھ دینے لگا جبکہ رومیو مسکرا رہا تھا۔

* * *

عمارت "سرکاری میک اپ" سے لتھڑی ہوئی تھی، جابجا سیمنٹ اور پینٹ بین کر رہا تھا، درخت حیرت سے آنے جانے والوں کو نفسا نفسی کے عالم میں تقدیر سے بے خبر گھومتے دیکھ رہے تھے اور لوگ بیچارے۔ اپنے اپنے مسائل میں گھرے ویسے ہی اس گھوڑے کی مانند نظر آرہے تھے جسے ٹانگے میں لگا کر آنکھوں پہ پٹی باندھ دی گئی ہو۔ ہندلینڈ کے پولیس سٹیشن کا منظر کوئی نئی بات نہ تھی۔ ان دو ممالک میں بہت سے مناظر ایک جیسے ہی رہتے تھے۔

جب ایسے مناظر ایک جیسے رہتے تھے تو افسران۔ وہ بھی ایک جیسے ہو سکتے تھے، اور واقعی ایسا تھا، اس وقت تھانے میں ایک کمرے میں نہ صرف افسران، بلکہ کمرہ بھی سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"لوگ فلموں پہ یقین کریں تو ہماری پولیس پہلے نمبر پہ ہے لیکن در حقیقت۔" ایک افسر نے منہ بناتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"حقیقت میں بھی ایسے نوجوان موجود ہیں جو سر دھڑ کی بازی لگا کر عوام اور ملک کی خدمت کر رہے ہیں جناب کاکڑ صاحب۔" دوسرے افسر نے بھی جوابی منہ بنایا۔

"کوئی ایک ایسا نوجوان ہمیں بھی عنائیت فرمائیں کرپا کر کے وشنو جی۔" کاکڑ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"ارے کا ہوا کاکڑ جی۔ سسرا ایک ریڈ ہی غلط ہوا نا۔ اگلا ریڈ وا میں ساری کسر نکال لیجیو۔" ایک گنجے افسر نے نفاست سے فرش پہ پان تھوکتے ہوئے کہا۔

"لال بہاری جی۔ فرش پہ گوبر تو مت پھیلاؤ آپ۔" کاکڑ نے احترام سے کہا۔

دروازہ کھلا اور ایک سپاہی اندر داخل ہوا، اس نے زوردار سلیوٹ مارا اور

لال بہاری جی جو پیک پھینکنے ہی والے تھے، پیک لڑکھڑا کر ان کے گریبان میں ہی جھانکنے لگی۔

"اِی سسرے کی ہی کمی تھی بس۔ ابے سالے۔ تھارے پاؤں میں کونسا سپرنگوا پھِٹ ہے جو تھکتا ناہی۔ جہاں دیکھو گدھے کی طرح دھڑپ دھڑپ کَرت ہو۔" لال بہاری جی کے منہ سے رال اور پیک ایک ساتھ نکلی۔

"صاحب۔ انٹیلی جنس سے انسپکٹر صاحب آئے ہیں۔" سپاہی بھی تجربہ کار تھا، ڈھٹائی سے دانت نکالتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اندر بھیجو انہیں۔ جلدی۔" وشنو نے کہا تو سپاہی دوبارہ "دھڑپ" کے ساتھ باہر نکل گیا۔

"کسی دن ہمی اس سسرے کی ٹانگوا میں گولی گھسیڑ دیں گے۔ قسم سے۔" لال بہاری جی نے آگ اگلتی آنکھوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا، دروازے میں ایک لمبا چوڑا، صحتمند

نوجوان کھڑا نظر آیا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک اور ہونٹوں پہ دلفریب مسکراہٹ تھی۔

"آیئے آیئے انسپکٹر صاحب۔ خوش آمدید، آج تو بغیر ریوالور اور آئی ڈی کے نظر آرہے ہیں۔" وشنو نے مسکرا کر کہا۔

"سر۔" اس نے سب کو پرنام کیا۔

"سر۔ دراصل۔ کام ہی ایسا ہے، وردی، پسٹل آئی ڈی کے بغیر ہی کام چلتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کا بات ہے۔ یہ ہوئی نا بات۔ نا وردی۔ نا پھرج۔ (فرض)۔ سسرا آجادی ہی آجادی۔" لال بہاری نے کھل کر پیک سے فرش کی 'نفیس' کرتے ہوئے کہا۔

"مہاشے۔ کیا نام ہے آپ کا؟۔" وشنو نے پوچھا۔

"سر، اشوک۔"

"بیٹھیے اشوک صاحب۔ اس کیس سے متعلق تمام افسران موجود ہیں،

پوچھئے جو پوچھنا چاہتے ہیں آپ۔" وشنو نے کہا تو اشوک شکریہ کہتے ہی خالی کرسی پہ بیٹھ گیا، کاکڑ اور لال بہاری نے یہ دیکھ کر منہ بنایا۔

"سر مجھے واردات سے متعلق ہر ایک بات جاننی ہے، جب تفصیل معلوم ہو گی تو سوال پوچھ سکوں گا۔" اس نے کہا۔

"کاکڑ جی، بتائیں تفصیل۔"

وشنو نے کہا تو کاکڑ جی نے ہاتھ جوڑ کر سینے پہ رکھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا جیسے تپسیا کرنے لگے ہوں اور پھر کھل گئے۔ لیکن جس طرح سے اس نے تفصیل بتائی، وہ کمال تھی۔ چھوٹی سے چھوٹی بات اسے یوں ازبر تھی کہ سال بھر سے رٹہ لگا کر پیپر دینے والے طالبعلم کو بھی یاد نہ ہو۔

"ظاہر ہے کہ جہاں ہماری طرف سے دوہری پلاننگ ہوئی تھی، ان لوگوں نے بھی دوہری پلاننگ کی لیکن جب رستہ صاف تھا تو انہوں نے دوہری پلاننگ کی کیوں؟۔" اشوک نے تفصیل سننے کے بعد سب کے چہرے دیکھتے ہوئے کہا۔

"احتیاط۔ آخر مال ان کا تھا، وہ مکمل بھروسہ تو نہیں کر سکتے تھے ہم پہ۔" وشنو نے کہا۔

"اور ہم پولیس والوں پہ بھروسہ کرنا عقلمندی بھی نہیں مگر ان کی دوہری پلاننگ کا مطلب ہے کہ انہیں خبر تھی کہ ہم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟۔" اشوک مسکرایا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔ یہ میٹنگ خاص افراد کے درمیان تھی جس میں ہم تینوں کے علاوہ آئی جی صاحب تھے اور ایک سیاستدان۔" وشنو نے کہا۔

"میٹنگ کی ریکارڈنگ بھی تو ہو سکتی ہے۔" اشوک نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلائے۔

"اب مجھے اس گروپ کی تفصیلات بتائیں گے آپ لوگ۔ جس نے یہ سب کیا؟۔" اشوک نے پوچھا۔

"رومیو گروپ۔ یہ گروپ تقریباً دو سال پہلے بنا تھا اور چھوٹے موٹے جرائم ہی کرتا تھا۔ جس میں جیب کترنا، چوری کرنا وغیرہ شامل تھا۔ پھر

یہ لوگ پیسوں کے عوض قتل کرنے لگے اور کچھ عرصہ پہلے ان کا نام منشیات کی سمگلنگ میں سامنے آنے لگا۔ اسلحہ کی سمگلنگ میں اب شامل ہو رہے ہیں شاید۔ اس گروپ کا لیڈر 'رومیو' نامی نوجوان ہے جو کہ شرارتی ہونے کے ساتھ ساتھ بلا کا ذہین اور شاطر انسان ہے۔ پہلے سڑک چھاپ تھا اور اب نوٹ چھاپ ہے، یعنی نقلی کرنسی بھی بناتا لیکن آج تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا۔ شروعات میں تو کسی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا تھا، اب اس کے ساتھ ایک محافظ بھی ہے۔ صرف نام کا ہی نہیں، کام بھی شاید رومیو ہی ہے، انتہائی خوبصورت لڑکی اس کی محافظ ہے۔"

"رومیو گروپ اگرچہ پھیل رہا ہے پھر بھی رومیو کے علاوہ کچھ ہی لوگ اس قابل ہیں کہ ان کو خطرناک گردانا جائے۔ اس گروپ کے اوپری لوگوں کا اتحاد دیکھنے لائق ہے جس وجہ سے گروپ کو توڑنا بہت مشکل ہے۔ جس طرح سے رومیو اپنا گروپ پھیلا رہا ہے، کچھ ہی عرصے میں وہ رومیو ایمپائر کھڑا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہماری ڈیل بھی رومیو سے ہوئی تھی اور وہی یہ ڈیل دیکھ رہا تھا۔" وشنو نے بغیر رکے

رومیو گروپ کی کنڈلی پڑھ ڈالی۔

"یعنی صرف رومیو کو مارنے یا پکڑنے سے گروپ ختم نہیں ہو گا؟۔" اشوک نے کہا۔

"درست۔ جس قسم کے یہ لوگ ہیں، رومیو کے خلاف کچھ بھی ہوا تو وبال کھڑا ہو جائے گا۔ ہمارے علم میں یہ پہلا گروپ ہے جس میں لوگ سربراہ کو ہٹا کر اس کی جگہ لینے کی بجائے اسی کو سربراہ دیکھنا چاہتے ہیں۔" وشنو نے کہا۔

"تو سارا گروپ ہی ختم کر دیں گے۔ ان سے متعلق کوئی فائل تیار کی ہو آپ نے؟۔" اشوک نے لاپرواہی سے کہا۔

"بِٹوا۔ گروپوا کھتم کرنا ہے۔ چنا نہیں بھوننا سسرا۔ (بیٹا۔ گروپ ختم کرنا ہے، چنے نہیں بھوننے)۔" لال بہاری نے جگالی کرتے ہوئے کہا۔

"وہی کریں گے بہاری جی، اور آپ میرے ساتھ ساتھ ہوں گے۔" اشوک مسکرایا اور بہاری نے گھبرا کر وشنو کی طرف دیکھا۔ وہ کسی بھی طرح قربانی میں حصہ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"میرا ذاتی خیال ہے کہ ہسپتال کے سامنے ہونے والے سانحہ اور اس اسمگلنگ میں ضرور کوئی تعلق ہے۔ اس کھیپ میں موجود پیٹیوں پہ تابکاری نشان جان بوجھ کر ڈالا گیا ہے، اب ایسا ہے کہ انسان جو کام کر رہا ہوتا ہے لاشعوری طور پہ کسی نہ کسی طرح اس کا اظہار کر ہی دیتا ہے۔ اسی طرح ہمیں غلط سائیڈ پہ لگانے کے لئے جہاں ان سلنڈروں کی شکل میں ہمارے ساتھ مذاق کیا گیا، وہیں لاشعوری طور پہ انہوں نے اپنا تعلق اس سانحہ سے ظاہر کر دیا۔ ہم یہ دونوں کیس ایک ہی بار میں حل کر دیں گے۔ رومیو کو میں دیکھ لوں گا اب۔۔" اشوک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ ٹھیک ہے اشوک صاحب۔۔ مگر اُو سسرا ہمیں آپ کے ساتھ دیکھ لیا تو ہمرا تو رام نام۔۔۔" بہاری نے لال زبان ہونٹوں پہ مارتے ہوئے ہونٹ بھی لال کر لئے۔

* * *

کے ٹو کے لوگ رات بھر اس کوٹھی کی نگرانی کرتے رہے جہاں وہ نوجوان داخل ہوا تھا جو "نہانے" کا عادی نہیں تھا، آس پاس کی کوٹھیوں سے تانک جھانک کے باوجود وہ رہائش گاہ سنسان ہی محسوس ہوئی اور وہ لوگ ٹِک گئے کہ شاید اس کے ساتھیوں نے ابھی آنا ہو لیکن ساری رات کوئی اور شخص وہاں نہ گھسا تو ان میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی کہ انہیں گمراہ تو نہیں کیا گیا۔ اب کے ٹو بذاتِ خود وہاں پہنچ گیا تھا، اطراف کا مکمل جائزہ لینے کے بعد اس نے فادر کو کال کرنا ہی مناسب سمجھا۔

"باس، صرف وہی نوجوان ہے عمارت میں، گروپ کے لوگ ساری رات پہرے پہ رہے ہیں لیکن اور کوئی بھی نہیں آیا۔ "

"ایسا تو نہیں کہ وہ بھی رات کے اندھیرے میں کسی اور طرف نکل گیا ہو؟۔ "فادر غرایا۔

"نن۔ نہیں باس، میں نے سب سے اچھی طرح پوچھا ہے اور ہمارے لوگ آس پاس کی چھتوں پہ بھی موجود ہیں، اس نوجوان کے بعد نہ تو کوئی اندر گیا نہ باہر آیا ہے۔ "کے ٹو بوکھلا گیا۔

"اوکے۔ اسے اٹھا کر لے آؤ۔ "جواب ملا اور کال بند ہو گئی۔

کے ٹو تیزی سے کار سے باہر نکلا اور مخصوص انداز میں اشارہ کیا تو چند لمحوں میں دو افراد اس کے قریب پہنچ گئے۔ "باس نے کہا ہے کہ اس نوجوان کو اٹھا لاؤ لیکن یاد رکھنا کہ اس نے ہمارے دس افراد کو زہریلے خنجروں سے مار گرایا تھا، ایسا نہ ہو کہ میں تم لوگوں کی لاشیں ہی اٹھا سکوں۔ ہر طرف سے کوٹھی میں گھسو، چھتوں پہ موجود افراد کو الرٹ کر دو۔ "اس نے تنبیھہ کرتے ہوئے کہا۔

"یس باس، ہم خیال رکھیں گے۔" ان لوگوں نے قدرے ناگواری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور کے ٹو نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا اور سیٹ پہ بیٹھ رہا۔

ان افراد نے واکی ٹاکی پہ مخصوص کوڈز میں اپنے ماتحتوں کو اندر گھسنے کا اشارہ دیا اور اگلے لمحے اس عمارت کی دیوار سے اندر، لوگ ایسے گر رہے تھے جیسے پکے پھل درخت سے۔ وہ سب پھیل کر تیزی سے عمارت کے گرد گھیرا تنگ کر رہے تھے ۔ رات بھر پہرہ دینے کی بیزاری، اندر ایک شخص کی موجودگی کا پر سکون احساس اور اس چھوٹے سے کام کے لئے اتنے لوگوں کے ہونے کی وجہ سے حد سے زیادہ اعتماد ان کے چہروں پہ چمک رہا تھا۔

وہ جھکے جھکے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کی دلخراش چیخ فضا میں لہرا گئی، وہ سینے پہ ہاتھ رکھے دھپ سے لان میں نرم نرم گھاس پہ گرا، اس کے ساتھی نے دیکھا کہ اس شخص کے سینے سے خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ اس کے اشارے پہ سب لوگ برق رفتاری سے لان میں گرتے، لیٹتے چلے گئے تا کہ اگلا نشانہ وہ نہ بن

سکیں لیکن........ نیچے گرتے ہی چند ایک چیخیں پھر سے ابھریں اور ان میں سے تین لوگ بری طرح تڑپنے لگے، کسی کا ہاتھ سینے پہ تھا تو کسی کا پیٹ پہ، اور کسی کا پنڈلی پہ۔

باقی ماندہ نے سراسیمگی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کس بھوت بنگلے میں پھنس گئے ہم لوگ۔" ایک بڑبڑایا۔ اب انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آگے بڑھیں یا واپس مڑ جائیں۔ اتنی دیر میں دوسری طرف سے آنے والوں کی چیخیں بھی سنائی دینے لگیں اور پھر فائرنگ سے عمارت گونج اٹھی اور ہڑبونگ مچ گیا، جو جہاں تھا، وہیں سے پلٹا اور کھلے سانڈ کی طرح یوں واپس دوڑتے چلے گئے جیسے موت کا فرشتہ ہیوی بائیک پہ ان کے پیچھے ہو، وہ برق رفتاری سے دیوار کی جانب بڑھ رہے تھے کہ کوٹھی کی تمام اطراف میں فائرنگ کی آواز گونجنے لگی اور اگلے ہی لمحے جگہ جگہ زخمی و مردہ غنڈے تڑپ رہے تھے یا ابھی بھی دیوار کی طرف اپنے زخمی وجود کو گھسیٹ رہے تھے۔

آس پاس کی چھتوں پہ موجود افراد خود سکتے کی حالت میں تھے کیونکہ

ابھی تک دشمن سامنے آیا ہی نہیں تھا، وہ کسی کو کیا گولی مارتے یا کوئی اطلاع دیتے۔ وہ گنیں سنبھالے، چپ چاپ اپنے ساتھیوں کو چیختے، مرتے اور دیوار کی طرف پیش قدمی کرتے دیکھنے تک ہی محدود رہے تھے۔ رام بھی ایک چھت پہ موجود تھا اور اس وقت اس کا دماغ بالکل خالی ہو چکا تھا، وہ مجرم تو تھا لیکن جو منظر اس وقت اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں، وہ سکتے کی حالت میں نظر آ رہا تھا۔ سامنے نظر آنے والا خونی منظر ہی حواس پہ چھایا ہوا تھا جہاں ہر طرف سے گولیاں چلیں اور اس کے دوڑتے ہوئے ساتھی لہراتے ہوئے گرتے چلے گئے اور کوٹھی میں یوں چیخوں کا سیلاب آیا جیسے بدروحوں کا مسکن رہی ہو۔ اس نے خشک زبان، خشک ہونٹوں پہ پھیری۔

"ہیلو برادر۔" ایک سخت آواز سن کر وہ تیزی سے پلٹا اور گن سیدھی کی، اس کی گن پہ ٹھوکر لگی اور گن ہاتھ سے پھسل کر ایک طرف جا گری۔

"کک۔ کون ہو تم؟۔" اسے سامنے کھڑا لمبا تڑنگا نوجوان بھوت ہی محسوس ہو رہا تھا۔

"تم لوگوں کا محاصرہ کئے ہمیں رات بھر جاگنا پڑا یار۔ پریشان مت ہو، اُس عمارت میں دو ہی لوگ ہیں بس۔"

اس نے مسکرا کر کہا اور رام کانپ کر رہ گیا، تو کیا وہ خود شکار کر لئے گئے تھے؟ وہ تو شکاری بن کر آئے تھے اور شکار، شکاری کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا جبکہ شکاری قابلِ رحم حالت میں زمین پہ پڑا تھا لیکن اسے زیادہ سوچنے کی مہلت نہ ملی اور زبان ہلنے سے بھی پہلے نوجوان کی جیب سے پسٹل نکلا اور ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کچھ اس کی پیشانی میں گھسا، سانس گلے میں اٹکنے لگی اور یوں لگا جیسے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

* * *

اشنان کلب، جس کا نام ہی کافی تھا۔ شہر کی ایسی جگہ تھی جہاں امیر کبیر، عالی خیال لوگ نہانے کے نام پہ عیاشی کرنے آتے تھے، یہاں جنس کی تمیز کی وبا ابھی نہیں پھیلی تھی۔ کلب کا دوسرا اور تیسرا فلور سوئمنگ پولز پہ مشتمل تھا جبکہ گراؤنڈ فلور عام کلب کی طرح شراب نوشی، جوئے اور ڈانس کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ چوتھے فلور پہ کلب کی

باعزت انتظامیہ کے دفاتر تھے اور پانچویں فلور پہ امیر گاہکوں کے لئے مخصوص اور آرام دہ کمرے۔

اشوک، شراب کا گلاس سامنے رکھے، سگریٹ سلگائے گراؤنڈ فلور کے کاؤنٹر پہ کش لگاتے ہوئے نظاروں میں گم تھا، یہ الگ بات تھی کہ وہ گم ہونے کے باوجود چوکنا بھی تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی وہاں پہنچا تھا اور کسی کا انتظار کر رہا تھا۔

کلب کا مرکزی دروازہ کھلا اور اشوک نے سرسری نظر ڈالی اور پھر چونک کر سیدھا ہوا۔ دروازے میں ایک صحتمند نوجوان کھڑا تھا۔ وہ ماحول سے لاپرواہ نظر آرہا تھا، وہ ہال میں داخل ہوا تو اس کے پیچھے خوبصوتی کا سمارٹ سا شاہکار، جس کی زلفیں اس کے حسن کو گاہے بگاہے لوگوں کی آلودہ نظروں سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں داخل ہوا۔ وہ اس نوجوان کے پیچھے تھی اور دونوں اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ نوجوان کا کوٹ تو بڑے سلیقے سے بند کیا گیا تھا جبکہ لڑکی کا کوٹ سامنے سے کھلا تھا۔

"پورا رومیو ہے سالا۔ ساتھ چلتا پھرتا ایٹم بم رکھ لیا حفاظت کے لئے، جسے خود محافظ رکھنے چاہییں۔" اشوک نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے سسکاری بھر کر کہا۔

لڑکی کا جائزہ لینے کے بعد اشوک کی نظریں رومیو پہ جم گئی تھیں جو بظاہر لاپرواہ ہی محسوس ہوتا تھا لیکن اشوک نے محسوس کیا کہ اس کی نظر پل بھر میں سامنے والے کے وجود کو یوں 'سکین'(scan) کر جاتی تھی جیسے لباس کی پابندی اس کے لئے معنی نہ رکھتی ہو۔ آنکھوں میں ذہانت سے بھرپور چمک اور جسم بجلی کا مخزن۔ وہ دونوں کاؤنٹر پہ، اشوک سے تھوڑے سے فاصلے پہ پہنچ کر رکے۔ اس کی محافظ وہاں موجود ہر شخص کو ایسے گھور رہی تھی جیسے رات کی ہنڈیا کے لئے گوشت پسند کر رہی ہو۔

"راکیش سے کہو رومیو آیا ہے۔" رومیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پبلک ہال ہونے کی وجہ سے وہاں کافی شور تھا جس میں رومیو کی آواز اشوک تک پہنچنا ناممکن ہی رہتا مگر راکیش کا لفظ کان میں پڑتے ہی باقی اس نے اندازہ لگالیا۔

کاؤنٹر گرل نے انٹر کام کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا تھا اور پھر اس کے لب ہلتے نظر آئے، اشوک کی نظر اس کے ہونٹوں پہ ہی تھی، وہ اندازہ لگانا چاہ رہا تھا کہ لڑکی کیا بات کر رہی ہے لیکن صرف رومیو، باس جیسے الفاظ کا اندازہ ہی لگا پایا۔ لڑکی نے ریسیور رکھا اور مودبانہ انداز میں لفٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رومیو سے مخاطب ہوئی اور رومیویوں مسکرایا جیسے کاؤنٹر گرل ہی اس کی بچھڑی ہوئی محبوبہ ہو اور پھر لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"تم باز نہیں آؤ گے اپنی حرکتوں سے۔" اشوک کو رومیو کی محافظ لڑکی کی رسیلی مگر غصیلی آواز سنائی دی۔

"کیا کروں روز۔ تم بھاؤ نہیں دو گی تو یہ تو کرنا پڑے گا۔" رومیو مسکرا کر لڑکی کی طرف پلٹا اور اشوک نے معنی خیز انداز میں اپنے ابرو کھینچے۔ وہ لڑکی، محافظ سے زیادہ تھی۔ کچھ نہ کچھ زیادہ۔ اور وہ بھی شاید رومیو کے لئے ورنہ وہ ایسی نظر نہ آتی تھی۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔" اشوک سے دور جاتی لڑکی پھنکاری اور اشوک مسکرایا۔

"تو رومیو صاحب اپنی محافظ کے بھی عاشق ہیں اور محافظ بھی ان میں دلچسپی لیتی ہے۔ دلچسپ۔" وہ بڑبڑایا اور شراب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا۔

لفٹ کا دروازہ بند ہوا تو اشوک نے گلاس واپس رکھا اور جیب سے بٹوا نکال کر اس میں سے ایک نوٹ نکال کر گلاس کے نیچے رکھتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ جانتا تھا کہ لفٹ کس منزل کی طرف جاتی ہے اور وہ اپنی حیثیت استعمال کرتے ہوئے وہاں تک راہ ہموار کر چکا تھا۔ سیڑھیوں کی مدد سے وہ متوسط رفتار سے چڑھتے ہوئے جلد ہی چوتھے فلور پہ پہنچا، اس کا سانس رفتار پکڑ چکا تھا اور جسم کے مسام گرمی اگلنے لگے تھے۔

چوتھے فلور پہ پہنچ کر وہ تیزی سے راہداری میں بڑھتا چلا گیا اور دوسرے کمرے کے بند دروازے پہ دستک دی، دروازہ کھولنے والا اشوک کی شکل دیکھتے ہی تیزی سے باہر نکلا اور اشوک کمرے گھسا، اس نے کمرے کی چٹخنی چڑھائی اور چھوٹے سے میز پہ رکھے لیپ ٹاپ کی

طرف بڑھ گیا۔ لیپ ٹاپ میں ملحقہ کمرے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا ۔ اشوک نے لیپ ٹاپ سے منسلک ہیڈ فونز اٹھا کر کانوں پہ سیٹ کیئے اور پوری توجہ سے سکرین دیکھنے لگا۔

سکرین پہ نظر آنے والے کمرے میں راکیش جو کہ اشان کلب کا مالک و مینجر تھا، کے ساتھ رومیو محو گفتگو تھا جبکہ رومیو کی محافظ ایک طرف صوفہ پہ بیٹھی تھی۔

"دیکھو رومیو۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم سر پہ چڑھ جاؤ، مجھے تمہاری نوکری کرنے کا کوئی شوق نہیں۔" راکیش نے چڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"راکیش، اس میں نوکری کی بات کہاں سے آ گئی۔ میں تو تمہیں اپنا حصہ دار بنانا چاہتا ہوں۔" رومیو کے چہرے پہ دلفریب مسکراہٹ تھی۔

"انسانیت کا قتل کرنے میں حصہ دار؟۔" راکیش نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تم انسانیت کا قتل کسے سمجھتے ہو؟۔" رومیو مسکرا کر سیدھا ہوا۔

"تم جو چاہتے ہو اس سے ہزاروں لوگوں کی جان جائے گی۔ یہ انسانیت کا قتل نہیں تو اور کیا ہے؟۔" راکیش نے کہا تو اشوک چونک گیا۔ ظاہر ہے وہ بات کے سیاق و سباق سے لاعلم تھا۔

"راکیش، بے شک انسان کی جان لینا قتل ہے لیکن صرف یہی انسانیت کا قتل نہیں۔ انسانیت کا قتل تو وہ بھی ہے جو تمہارے کلب میں ہوتا ہے۔ اشان کلب، وجود کی موت ہی انسانیت کی موت نہیں۔ قدرت کے اصول توڑنا، حدود پھلانگ کر مستی کے نام پہ گندگی پھیلانا دراصل انسانیت کی موت ہے۔"

رومیو یکلخت سنجیدہ ہوا اور اشوک اس کی بات سن کر پھریری لے کر رہ گیا۔ اس کی بات میں اشوک کو عجیب سا ارتعاش اور گہرائی محسوس ہوئی، پل بھر کے لئے رومیو کچھ اور محسوس ہونے لگا تھا۔

"تمہارا لیکچر نہیں سننا چاہتا۔" راکیش نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں سنانا بھی نہیں چاہتا کیونکہ میں خود اس گندگی کا حصہ ہوں۔ تمہارے کلب میں کچھ نایاب وجود مجھے بہت پسند آئے۔" رومیو نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کمینگی سے دانت نکالے۔

"میں جانتا تھا کہ تمہاری حقیقت کیا ہے زبانی باتیں تو سب کر ہی لیتے ہیں۔ جو وجود نایاب ہوں میری طرف سے تحفہ سمجھ کر لے جاؤ۔"

راکیش نے اس بار قہقہہ لگایا۔

"راکیش۔ تم ایک بار میری پیشکش پہ سوچنا، منشیات کی سمگلنگ کے لئے تمہارا سیٹ اپ بہت اچھا ہے، اسی کو استعمال کر کے تم مفت میں لاکھوں ڈالر کما سکو گے اگر تمہیں مجھ سے مسئلہ ہے تو میں بس ڈیلیوری کے وقت سامنے آؤں گا۔ باقی سب تم سنبھال لو۔" رومیو پھر سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"رومیو۔ اس وقت تو میرا وہی جواب ہے جو دے چکا ہوں، پھر بھی سوچوں گا ضرور، کل تک تمہیں بتا دوں گا۔" راکیش نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا جس کا مطلب تھا کہ وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔

"میں انتظار کروں گا۔" رومیو مسکرایا لیکن اس کی مسکراہٹ کے پیچھے جیسے شیر نے بھوری گھاس میں سے سر اٹھا کر ہرن کو دیکھا ہو۔ وہ راکیش سے مصافحہ کر کے دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ محافظ لڑکی اس کے پیچھے چل دی اور اشوک گہری سوچ میں ڈوبتا چلا گیا۔

✺

وہ عمارت اس وقت پولیس اور انسدادِ دہشت گردی فورس کے گھیرے میں تھی جس میں ہر طرف سرکاری نوجوان تعینات نظر آرہے تھے۔ علاقے میں کچھ ہی دیر پہلے تیز فائرنگ کے علاوہ انسانی چیخ و پکار سنی اور پھر دیکھی بھی گئی جب آس پاس کی چھتوں سے لوگوں نے تانکا جھانکی کی تو لان لاشوں سے اٹا ہوا نظر آیا۔ پولیس ویسے ہی فائرنگ کی آواز سن چکی تھی اور منتظر تھی کہ کب فائرنگ رکے تو وہ لوگ بھی نکلیں، اور پھر انہیں کال موصول ہوئی تو وہ لوگ نکل پڑے۔ ان کے پہنچنے تک انسدادِ دہشت گردی والے بھی پہنچ گئے۔

کوٹھی کے لان میں بیس کے قریب ایسے افراد کی لاشیں یا زخمی وجود پڑے تھے جو شہر کے بدنام غنڈے تھے، چوری، منشیات کی لین دین اور اغوا کے کیسز میں مطلوب کافی چہرے ایک جگہ ہی نظر آ رہے تھے اگر انسدادِ دہشت گردی والے نہ پہنچتے تو پولیس ہی اس کا کریڈٹ لے جاتی لیکن اب کریڈٹ دو حصوں میں بٹتا نظر آ رہا تھا۔

کیپٹن ڈی، وہ مضبوط جسم اور فراخ پیشانی والا لمبا تڑنگا شخص تھا، عمر تینتیس، چونتیس کے لگ بھگ تھی اور بہت ہی خاموش طبیعت محسوس ہو رہا تھا۔ انسدادِ دہشت گردی میں اسے خاص طور پہ شامل کیا گیا تھا، پہلے آرمی میں کیپٹن تھا، اس کا نام دیوداس تھا لیکن کسی وجہ سے وہ اپنا نام پسند نہیں کرتا تھا، اس وجہ سے خود کو ڈی کہلواتا تھا۔ وہ ماحول کا جائزہ لینے میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ کچھ ماتحت اس سے دور، اس کے پیچھے پیچھے تھے تاکہ جب "صاحب" بلائیں تو فوری خدمت کی جا سکے۔

اس کے تجزیے کے مطابق عمارت کے اندر کم از کم دو لوگ تھے۔ عمارت میں چار مشین گنوں کے علاوہ کچھ دستی بم بھی ملے اور اس کے علاوہ ایک خالی بوتل سریع الاثر زہر کی۔ وہ جو بھی تھے انہوں نے لان

میں مختلف جگہوں پہ بڑے بڑے کیل یوں گاڑے کے عام نظر سے وہ دیکھے نہ جا سکتے تھے، حملہ آور جب تیزی سے نیچے گرے تو کچھ ان کیلوں پہ گرے اور کیل زہر آلود تھے۔ انہوں نے کسی طرح حملہ آوروں کو حواس باختہ کیا، کچھ لوگ زہر کا شکار ہوئے اور پھر انہوں نے پسپائی اختیار کی جس پہ ان کو پیچھے سے گولیاں ماری گئیں۔

اس عمارت کے علاوہ، ملحقہ دو عمارتوں کی چھتوں پہ بھی ایک ایک لاش موجود تھی۔ چہرے مہرے سے وہ بھی ان لوگوں کے ہی ساتھ نظر آ رہے تھے جو اس عمارت میں گھس کر "جام رسوائی" نوش فرما گئے تھے۔ چھتوں پہ موجود اُن دو افراد کو قریب سے گولیاں ماری گئی تھیں لیکن سب سے اہم سوال..... وہ لوگ تھے کون جن پہ انہوں نے حملہ کیا؟ حملہ کیا کیوں؟ اور وہ کتنے لوگ تھے؟ وہ یہاں سے نکلے کیسے؟ اور اب کہاں ہیں؟۔

ان سوالوں کے جوابات کے لئے بہت بھاگ دوڑ کی ضرورت تھی، اس تجزیے کے بعد وہ سب لوگ سمجھ گئے کہ وہ جو لوگ بھی تھے، ماہر شکاری تھے جن کا سراغ ملنا بہت مشکل ہو گا..... اور اگر سامنا ہوا تو لینے

کے دینے پڑ جانے کے چانسز زیادہ ہیں۔ حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد وہ عمارت سے نکل کر کھلی سڑک پہ پہنچا اور جیب سے موبائل فون نکالا۔ یہ چھوٹا سا مخصوص ساخت کا موبائل تھا۔

"کے ٹو بول رہا ہوں۔"

"قادر بول رہا ہوں۔ کوئی سراغ ملا؟۔" کیپٹن ڈی کے منہ سے انتہائی سرد آواز نکلی۔

"سوری باس، ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔"

"تم فائرنگ ہوتے ہی خوفزدہ بکری کی طرح نکل نہ جاتے تو کوئی نہ کوئی سامنے آ ہی جاتا۔" وہ غرایا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

کے ٹو نے فائرنگ اور جانی پہچانی چیخیں سن کر، اپنی پہچان چھپانے کی غرض سے نکل جانا ہی مناسب سمجھا لیکن وہ یہ بھول گیا کہ اپنے لوگوں کی وجہ سے جلد یا بدیر، پولیس پھر بھی اس تک پہنچ ہی جائے گی۔

"جس لڑکے کے پیچھے تم لوگ آئے تھے، اس کے ساتھی ملحقہ عمارتوں میں تھے جہاں سے تم لوگ بار بار مطلوبہ عمارت کی نگرانی کے

لئے جھانکتے تھے، ڈفر ہیں تمہارے لوگ۔ انہوں نے تم لوگوں کو مصروف رکھ کر خود زہریلا جال بچھا دیا۔ اب تک تمہارے تیس کے قریب آدمی کام آگئے ہیں، تم سمجھتے ہو کہ اس کا کیا مطلب ہے؟"

"سس۔ سس۔ سوری بب۔ باس۔"

"پھر موقع دے رہا ہوں۔ ایک فون نمبر اور گاڑی کا نمبر نوٹ کرو، ان کو تلاش کرو، جہاں جہاں تمہارے آدمی ہیں سب کو اس کام پہ لگا دو۔" فادر نے کہا اور تیزی سے دو نمبر نوٹ کرا کر کال بند کرتے ہوئے عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ ساحر گردیزی ہی ہے۔ اس کے علاوہ اس طرح کی خطرناک اور فائدہ مند پلاننگ کوئی اور کر ہی نہیں سکتا، اتنا نقصان، دو اڈے، سپلائی لائن، مقامی حکومت کے سامنے ظاہر کر دینا اور تیس افراد بمقابلہ زیرو۔" وہ بڑبڑایا۔ "مجھے خود سامنے آنا پڑے گا، یہ کسی اور کے بس کا نہیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

ابھی وہ ہٹنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا، اس کا

چھوٹا سا موبائل تھرتھرا رہا تھا۔ "یس۔"

"کرنل بول رہا ہوں باس۔ رومیو مشکل میں پڑ گیا ہے۔" دوسری طرف سے 'سی گروپ' کے باس کرنل کی آواز سنائی دی تو فادر چونک گیا۔

"کیسی مشکل؟۔"

"اس کے پیچھے حکومت کے لوگ پڑے ہیں، مسلسل نگرانی کی جا رہی ہے۔" کرنل نے کہا۔

"تو کیا وہ ڈر گیا ہے؟۔" فادر نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا۔

"نہیں باس۔ اس نے اجازت لینے کے لئے رابطہ کیا ہے کہ وہ ان افراد کو ختم کرنا چاہتا ہے۔" کرنل نے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو کام کا بندہ ہے، اجازت دے دو، کر دے ختم جو نگرانی کرتا ہے لیکن اپنی پہچان بچا کر۔" فادر نے فوری کہا اور کال بند کر کے کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔

* * *

وہ اُن کا پیچھا کرتے ہوئے شہر سے باہر، قدرے سنسان سڑک سے گزر رہا تھا۔ ویسے تو رومیو کے آگے پیچھے ایک دو گاڑیاں ضرور رہتی تھیں لیکن آج خوش قسمتی سے بس اس کی اپنی کار ہی تھی جس میں وہ اپنی حسین و جمیل محافظ کے ساتھ موجود تھا۔

ایک طرح یہ خوش قسمتی تھی تو بد قسمتی بھی تھی کہ اس سڑک پہ رومیو کے قافلے کی بجائے بس دو کاریں ہی تھیں جس وجہ سے اشوک کی کار کا نظر میں آنا ممکن تھا اور اسی وجہ سے اشوک نے فاصلہ بڑھا دیا تھا۔ رومیو کا پیچھا کرتے ہوئے اس نے بہت سے افراد کی لسٹ بنا لی تھی جن کو رومیو اپنے ساتھ ملا کر کوئی بڑا کام کرنا چاہ رہا تھا۔ دراصل اشنان کلب بھی وہ مخبری کی وجہ سے ہی پہنچا تھا اور پھر کلب کے اسسٹنٹ مینجر کی

مدد سے مینجر کے کمرے میں کیمرہ و مائیک وغیرہ چھپائے جس وجہ سے وہ اس کمرے کی کاروائی ساتھ والے کمرے میں لیپ ٹاپ پہ براہِ راست دیکھ سکا۔ اس نے اپنے ماتحت ہر ایک مہرے کے پیچھے لگا رکھے تھے اور خود سب سے اہم مہرے، رومیو کے پیچھے سائے کی طرح لگا ہوا تھا، اسے بس انتظار تھا تو بس اس بات کا جس کے لئے رومیو سب کو اکٹھا کر رہا تھا۔ اس راز کے کھلنے تک وہ رومیو کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔

موڑ مڑتے ہی اس نے پوری قوت سے بریک لگائی، رومیو کی کار سامنے آڑی ترچھی کھڑی تھی۔ اشوک کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ تو کیا رومیو تعاقب سے آگاہ تھا؟ کیا وہ شروع سے ہی آگاہ تھا یا اب؟ اشوک کو یہ سوچ کر تسلی ہوئی کہ آج سنسان سڑک کی وجہ سے اسے شک پڑا ہو گا۔ اس نے انجن سٹارٹ ہی چھوڑا اور شیشہ نیچے کھسکا کر سر باہر نکالا۔

"اے مسٹر، راستہ کیوں روک رکھا ہے؟۔"

گاڑی کے نیم سیاہ شیشوں سے کچھ خاص نظر تو نہیں آ رہا تھا، اس نے

ایویں ہیچیچ کر کہا اور جواباً گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھلا اور جینز اور کھلی شرٹ میں ملبوس آفت کی پرکالہ اتری، اس کا اوور کوٹ

حسبِ روایت کھلا ہی تھا اور جھولنے کے انداز سے ظاہر تھا کہ کوٹ "اکیلا" نہیں، اسلحہ جیبوں میں استراحت فرمارہا ہے۔

آج اس نے بال پونی ٹیل طرز پہ باندھ رکھے تھے، اشوک اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ لڑکی نے دروازہ بند کیا اور کار سے ٹیک لگا کر ایک پاؤں کار کی باڈی پہ رکھ کر ایسے آرام سے کھڑی ہو گئی جیسے یونیورسٹی میں کسی دیوار سے لگ کر اپنی دوستوں سے گپ شپ کر رہی ہو۔

اشوک نے جیسے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولی ہوں، وہ اس آفت کے حسین سحر سے نکل آیا تھا۔ "یہ کیا بد تمیزی ہے؟"۔ وہ جھلا کر اس سے مخاطب ہوا تو لڑکی کے چہرے پہ ہلکی سے مسکراہٹ اس نے دور سے بھی محسوس کی، اگر دن کا اجالا نہ ہوتا تو وہ ضرور کہتا کہ چاند دھرتی پہ اتر آیا ہے لیکن اس وقت.... اس نے حیرت سے لڑکی کی طرف دیکھا اور اس کی پیشانی شکن آلود ہونے لگی، وہ منہ بناتا ہوا تیزی سے کار سے نکلا، غیر ارادی طور پہ جیب کو تھپتھپا کر پسٹل کی موجودگی یقینی بناتے ہوئے تیزی سے اس لڑکی جانب بڑھا۔

"محترمہ، یہ کیا طریقہ ہے کسی کو پریشان کرنے کا؟۔" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اور محترم یہ کیا طریقہ ہے کسی محترمہ کا پیچھا کرنے کا؟" وہ مسکائی۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" اشوک بھی مسکرایا۔

اتنے میں دوسری طرف کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ باہر نکلا جسے دیکھ کر اشوک کا خون یکلخت رفتار پکڑ گیا اور بھنویں تن گئیں۔

"چھوڑو اشوک، یہ کام تمہارے اور تمہارے آدمیوں کے بس کا نہیں، ایویں انہیں بھی ہلکان کر رہے اور خود بھی دیکھو کتنے کمزور ہو گئے ہو، حلقوں کے گرد آنکھیں نکل رہی ہیں۔۔ہے ناروز؟" اس نے اپنی بونگی کی تصدیق اپنی محافظ سے چاہی۔

"کیا بے ہودہ اور الٹی بات ہے۔" وہ غرائی لیکن نظریں اشوک پہ ہی تھیں۔

رومیو کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے کان سے مکھی اڑائی ہو اور اشوک کو حیرت بھرا جھٹکا لگا، وہ اس سے یوں مخاطب تھا جیسے اشوک کو بچپن سے

جانتا ہو اور اس نے اشوک کی ساری غلط فہمیوں پہ وائپر پھیر دیا۔ وہ شروع دن سے ہی اشوک کو جانتا تھا۔

"تت۔ تم۔"

"کہا تو ہے رہنے دو، تم سے نہیں ہو گا۔" رومیو مسکرایا اور اس کی مسکراہٹ نے اشوک کے تن بدن میں آگ لگا دی۔

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟۔" وہ غرایا۔ اس کے دماغ سے محافظ، مصلحت سب کچھ نکل گیا تھا۔

"مسٹر اشوک میں تمہارے افسرانِ بالا کا اَن داتا ہوں اور جلد ہی اس دیش کا بھی بن جاؤں گا۔ تمہارے لئے بہتر ہے کہ آم لے جاؤ کچھ اور آرام سے پیر پسار کر چوستے رہو، تب تک چوستے رہو جب تک گٹھلیاں خود تمہارے منہ سے پھسل کر تمہارے پاؤں پڑ کر معافی نہ مانگیں، لیکن گننے کے لئے پیڑ مت تلاش کرو۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"رومیو، تجھ جیسے سر پھرے میں نے بہت دیکھے ہیں، تیری بہتری اسی میں ہے کہ جرائم کی دنیا چھوڑ دے یا میں تجھے یہ دنیا چھوڑنے پہ مجبور کر دوں گا۔" اشوک غرایا۔

"یقین مانو، تم نے میرے جیسا سر پھرا نہ دیکھا ہو گا اور نہ ہی دیکھو گے، میں اپنی طرز کا ایک ہی ہوں۔ رہی بات دھمکیوں کی، تم اس لڑکی کو نہیں ہرا سکتے، مجھے تو دور کی بات ہے۔" رومیو مسکرایا۔

"بزدل بھی ہو۔" اشوک نے چوٹ کی۔

"کوئی شک ؟۔" رومیو نے سینہ پُھلا کر کڑک لہجے میں کہا۔

"لعنت ہے تجھ پہ۔" اشوک نے منہ بنایا اور اگلے لمحے جیسے بجلی کڑکی، اس لڑکی نے اشوک کی گردن پہ ہاتھ ڈال کر پوری قوت سے اس کا سر کار پہ دے مارا۔

"انسان کی بچی بنو، نئی گاڑی ہے۔" رومیو غرایا۔

"سس۔ سوری باس۔" لڑکی گھبرائی، یہی لمحہ اشوک کو غنیمت لگا اور اس نے گھوم کر لات پوری قوت سے اس لڑکی کے پہلو میں ماری اور

اس کے منہ سے بے اختیار نکلا "اوہ۔ ی۔ یہ" کیونکہ لڑکی چکنے صابن کی طرح پھسل کر دور جا کھڑی تھی اور اشوک کی لات گاڑی سے ٹکرائی اور دھپ کی آواز نکلی۔

"اس ماہ کی تنخواہ گئی تمہاری روز۔" رومیو منہ بناتے ہوئے لڑکی سے مخاطب ہوا اور دروازہ کھول کر گاڑی میں گھس بیٹھا جیسے اس ہنگامے سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ لڑکی نے نفرت سے بھرپور نظروں سے اشوک کی طرف دیکھا جو اس کی ایک ماہ کی تنخواہ کھا گیا تھا۔

"میں تجھے چھوڑوں گی نہیں۔" وہ غراتی ہوئی اس پہ ٹوٹ پڑی اور دو سے تین منٹ میں ہی اشوک کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوتے چلے گئے۔

"اسے کھینچ کر ڈگی میں ڈالو۔" رومیو نے شیشہ نیچے کر کہا اور لڑکی نے منہ ہی منہ میں کچھ کہا اور اشوک کے بھاری بھر کم جسم کو کھینچ کر ڈگی کی طرف لے جانے لگی۔

"ڈگی تمہارا باپ کھولے گا؟۔" رومیو کی آواز سنائی دی اور وہ جھلا کر دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

* * *

اندھیرا منہ پہ ہاتھ رکھے "اُباسیاں" روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ سیون کلب کے احاطے میں ایک سیاہ رنگ کی جیپ داخل ہوئی، اس کے پیچھے ایک پرانے ماڈل کی سیاہ کار تھی۔ دونوں تیزی سے پارکنگ میں پلٹ گئیں اور پارکنگ میں گاڑی رکتے ہی جیپ میں سے تین افراد نکلے۔ انہوں نے گھٹنوں تک لمبے کوٹ پہن رکھے تھے۔ ہاتھوں میں اونی، مگر سیاہ دستانے اور چہروں پہ بھی مفلر طرز کے کپڑے۔ پہلی نظر میں وہ امیر زادے محسوس ہو رہے تھے۔ ان میں سے دو لمبے تڑنگے اور مضبوط جسموں کے مالک تھے جبکہ ایک قدرے

چھوٹے قد کا مگر جسم اس کا بھی سمارٹ ہی تھا۔

"کے ٹو میرا شکار ہے۔" چھوٹے قد والے نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"تمہارا ہی ہے، بے فکر رہو۔" ایک لمبے قد والے نوجوان نے کہا۔

"چنگیزی تم اتنے ضدی کیوں ہو؟۔" دوسرے لمبے تڑنگے نوجوان نے پوچھا۔

"جمال صاحب، اپنا اپنا شوق ہے۔ جیسے آپ چڑیاں مارنے کے شوقین ہیں، میں باز مارنے کا، اور جب تک باز مار نہ لوں چین نہیں ملتا۔"

گفتگو شروع کرنے والا، جو کہ چنگیزی تھا، دانت نکالتے ہوئے مسکرایا اور پل بھر کے لئے جمال کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کی چمک ابھری۔

"یہ جان بوجھ کر ٹانگ کھینچ رہا ہے۔" پہلے نوجوان نے جمال کے کندھے پہ ہاتھ کر کہا تو جمال مسکرایا۔ وہ کبیر تھا۔

"یہاں کی لوکیشن کیسے ملی؟۔" جمال نے پوچھا۔

وہ ابھی گاڑی کے پاس ہی رکے ہوئے تھے، جیسے کسی وقت یا شخص کا انتظار کر رہے ہوں۔

"اصل کے ٹو گروپ یہاں، ہندلینڈ میں ہی آپریٹ کرتا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک ڈمی گروپ ہمارے ملک بھیجا اور ایک اہم شخصیت کے قتل کا مشن سونپ دیا گیا جسے چنگیزی نے ناکام کیا اور وہاں موجود نقلی کے ٹو

اور ریزر کو مار گرایا۔ ہم جانتے تھے کہ تھوڑے وقت میں اتنی شہرت پانے والا کے ٹو گروپ اتنا عام یا چھوٹا نہیں ہو گا کہ فوری ختم ہو جائے اس لئے چیف اس گروپ کی ٹوہ میں لگا رہا اور آخر کار، پاکسٹیٹ میں موجود اصلی کے ٹو کے اصلی نائب "ریزر" تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا، کیسے کامیاب ہوا یہ صرف چیف ہی جانتا ہے۔ اصلی ریزر کی نگرانی کے بعد جب حسبِ ضرورت معلومات اور اس سے متعلق لنکس کا علم ہوا تو چیف نے اس کا کلب بھی تباہ کر دیا اور اصلی ریزر بھی ختم ہو گیا لیکن مرتے مرتے اس نے آخری کال اس کلب میں کی، اس کی ریکارڈنگ چیف کے پاس ہے اور چیف کا اندازہ ہے کہ اس کلب کا مالک ہی اصل کے ٹو ہے۔" کبیر نے تفصیل بتائی۔

"تمہاری ٹیم میں پھر دو ہیرو ہیں، چیف اور ماسٹر زیرو۔" جمال نے سر ہلایا۔

"یہ نام مت لو، ہیرو۔ بڑا خطرناک تھا۔" کبیر مسکرایا۔

"لیکن وہ گیا کہاں؟۔" جمال کو جیسے اچانک یاد آیا ہو۔

"یہ بھی چیف ہی جانتا ہے، وہی اسے لے گیا تھا۔" کبیر نے جواب دیا۔

"جہاں بھی ہے، اگلی بار میرے سامنے آیا تو ٹانگیں چیر دوں گا۔" چنگیزی نے نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"سنا ہے پچھلی بار بھی اس بازمار کی ٹانگ پہ گولی مار گیا تھا ہیرو؟۔" جمال مسکرایا تو چنگیزی اسے گھورنے لگا۔

"اس کی قسمت اچھی تھی اور تمہاری بھی کہ ہم اس وقت ایک ہی ٹیم میں ہیں ورنہ اس بات کا عملی جواب دیتا میں۔"

چنگیزی دانت پیستے ہوئے بولا تو کبیر اور جمال دونوں ہنس دیئے اسی وقت ایک شخص، جو شراب کے نشے میں دھت تھا، وہ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے لڑکھڑا کر کبیر سے ٹکرایا۔

"دیکھ کر چلو، اندھے ہو گئے ہو کیا؟۔" جمال نے کالر سے پکڑ کر اسے پیچھے کھینچا اور دور دھکیل دیا۔

"سس۔سوڑی۔" اس نے ایسے مضحکہ خیز انداز میں یہ لفظ کہا کہ چنگیزی کے منہ سے قہقہہ نکلا اور وہ شرابی گاڑی کے عقب میں گم ہو گیا۔ جمال اور چنگیزی کی نظریں ادھر ہی تھیں جدھر وہ شرابی گم ہوا تھا

جبکہ کبیر ایک چھوٹی سے پرچی کھول رہا تھا جسے مروڑ تروڑ کر گولی بنایا گیا تھا۔

"نجانے اتنی کیوں پی لیتے ہیں لوگ؟۔یہ۔ یہ کیا ہے؟۔" جمال بڑبڑاتے ہوئے حیرت سے کبیر کی طرف پلٹ کر بولا۔

"چلو، اشارہ مل گیا، شکار اندر ہی ہے۔" کبیر مسکرایا۔

"تو یہ شرابی ہمارا جاسوس تھا؟۔"چنگیزی بھی مسکرایا۔

"نہیں، ہمارا لیڈر، یہ ماسٹر زیرو تھا۔" کبیر نے جمال کی وجہ سے مخصوص نام ہی استعمال کرتے ہوئے کہا تو جمال کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اوہ۔میں نے اسے کالر سے پکڑ کر دھتکار دیا۔" جمال کے منہ سے لفظ بہہ گئے۔

"چھوڑو اس ذکر کو، چلو اب۔" کبیر نے انگڑائی لی اور تینوں کے قدم کلب کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ جیسے ہی وہ گاڑی سے دور ہٹے، دوسری گاڑی کے عقب سے شرابی نکلا، اس بار اُس کے ہاتھ میں

موبائل تھا۔ اس نے نمبر ملا کر موبائل کان سے لگایا، انداز اب بھی شرابیوں جیسا ہی تھا۔

"نہرو بول رہا ہوں۔ "سخت آواز سنائی دی۔

"دد۔ در۔ سمندر رؤ بول رہا ہوں نہرو بھائی۔ تیار ہو جاؤ۔ "اس نے "نہرو یا متبادل دریاؤ" رکھتے، لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بب۔ باس۔ گڑبڑ ہو گئی۔ " بوکھلائی ہوئی آواز سن کر بھی اس کا نشہ قائم رہا۔

"رشتہ دیکھنے آ گیا کوئی؟۔ کونسی گڑبڑ؟۔ "وہ غرایا۔

"سیون کلب کو نامعلوم افراد گھیر رہے ہیں، ان کا لیڈر بالکل روپ سنگھ کے قد و قامت کا ہے، آپ نے جو قد و قامت بتایا تھا، بالکل فٹ آتا ہے اس پہ۔ " دوسری طرف سے کہا گیا تو اس بار وہ شخص یوں سیدھا ہوا جیسے اچانک بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔

"فادر۔ وہ یہاں کیسے؟۔" اس کے منہ سے میکانکی انداز میں نکلا جیسے حیرت کے مارے اسے کچھ سمجھ نہ آیا ہو۔ اسے شاید امید نہیں تھی کہ فادر یوں کھلے عام سامنے آ جائے گا۔

"باس، کیا کہا آپ نے؟۔" دوسری طرف والا شاید 'فادر' کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔

"اپنے لوگوں کو تیار رکھو، دشمن ٹیم کو لے کر نکلنے کی کوشش کرے گا، اس کی نگرانی کرنی ہے۔" اس بار وہ بدلی ہوئی شخصیت محسوس ہوا اور کال بند کر موبائل جیب میں ڈالا۔

"کہاں غلطی کر دی تم لوگوں نے جو وہ تم تک پہنچ گیا؟۔ سب کچھ الٹا ہو گیا، اب رفتار بڑھانی پڑے گی۔" وہ سوچنے والے انداز میں بڑبڑایا اور پھر لاپرواہی سے کندھے سکوڑے۔

"یہ جنگ تم تینوں نے ہی لڑنی ہے، میں مشن خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔" وہ عمارت کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا جیسے کوئی بزرگ بچے کو دعا دے رہا ہو اور خارجی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

* * *

فادر اس وقت میک اپ میں تھا، اور میک اپ اتنا مکمل تھا کہ کیپٹن ڈی کے طور پہ پہچانا جانا ناممکن تھا۔ کے ٹو گروپ کے تمام افراد کے علاوہ ہر سرکاری ادارے میں بھی اس کے مقروض موجود تھے جن کی مدد سے جلد ہی وہ ان لوگوں کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا جنھوں نے بلدیو سنگھ والی حویلی کی طرف سے اس کے اڈے پہ حملہ کیا تھا۔ دراصل بلدیو سنگھ والی حویلی میں جو کیمرے نصب تھے، ان میں موجود ریکارڈنگ میں ان دونوں کے حلئے اور قد و قامت تھے جس کی تصویریں بنا کر پوچھ گچھ کی گئی اور اسی دوران وہ لوگ مارکیٹ سے اسلحہ خریدتے ہوئے نظر میں آئے۔

دوسری قابلِ قدر چیز وہ "نہانے" سے باز رہنے والا شخص تھا جو چاہ کر بھی چھپ نہ سکا، وہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ جیسے ہی فادر تک یہ معلومات پہنچیں، وہ میک اپ میں نکل کھڑا ہوا اور اس بار اس نے جلد بازی کرنے کی بجائے جال پھیلا کر شکار کرنا بہتر سمجھا۔

وہ اسی پلان پہ عمل کرتے ہوئے اس وقت کلب سے باہر، سیاہ شیشوں والی ایک گاڑی میں بیٹھا تھا اور اس کے ماتحت کلب کے اردگرد پھیل

رہے تھے، اس کے علاوہ کے ٹو اور اس کے لوگ بھی اندر الرٹ کر دیئے گئے تھے۔ دشمنوں کی تعداد پانچ متوقع تھی اور وہ کسی طرف سے بھی حملہ آور ہو سکتے تھے، اسی خیال سے ہر طرف کڑی نگرانی بٹھائی گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں گاڑی کے باہر کوئی آ کر کھڑا ہوا، اس کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھا، فادر نے شیشہ نیچے کیا اور اس سے لیپ ٹاپ پکڑ کر دوبارہ شیشہ اوپر کرتے ہی لیپ ٹاپ دوسری، خالی سیٹ پہ رکھا اور اور اسے آن کیا۔ چند لمحوں میں لیپ ٹاپ آن ہوا اور فادر نے مخصوص آئیکون (Icon) پہ کلک کیا تو ایک پروگرام شروع ہوا اور سکرین ایک منظر کے ساتھ روشن ہوئی۔

یہ ایک کمرے کا اندرونی منظر تھا جس کے وسط میں بڑی سی میز کے پیچھے، ریوالونگ چیئر پہ ایک سخت چہرے والا شخص براجمان تھا۔ اچانک دستک کی آواز سنائی دی تو نہ صرف وہ شخص بلکہ فادر بھی چونک کر مزید متوجہ ہوا۔ دروازہ کھلا اور دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ایک لمبا تڑنگا تھا

اور دوسرا، چھوٹے قد کا۔ دونوں بہت ہی پر سکون انداز میں چلتے ہوئے میز کی دوسری جانب کرسیوں تک پہنچے۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟۔" سامنے والے نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"اتنا اونچا شخص ہماری کی مدد کرے گا بھلا۔" چھوٹے قد والا مسکرایا۔ اس کے مسکرانے میں عجیب سی وحشت تھی۔

"میں سمجھا نہیں؟۔"

"سنا ہے کے ٹو بہت اونچا ہے، لیکن ہمارے ملک میں تو گلیوں اور نالیوں میں ہی تیر تا رہا کیونکہ ہم نے کے ٹو سگریٹ ایجاد کر کے کے ٹو کو سَر کیا ہے۔" اس نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"کیا پاگل پن ہے؟ کون ہو تم لوگ؟۔" کے ٹو ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"تم بتا سکتے ہو کہ حشمت گردیزی کو مارنے کا کام کس نے سونپا تھا تمہیں؟۔" لمبے تڑنگے نوجوان نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا، فادر

اسے پہچان گیا تھا، یہ وہی تھا جسے فادر نے خود، اس زیرِ تعمیر عمارت میں بے ہوش کیا تھا۔

"اوہ تو تم لوگ وہی ہو۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" کے ٹو اچھل کر کھڑا ہوا، اس کی بات سن کر وہ دونوں چونکتے نظر آئے۔

"ستیاناس، الو کا پٹھا۔" فادر دھاڑا۔

ادھر کے ٹو نے کوئی بٹن دبا دیا تھا جس کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور دو افراد مشین گنیں سنبھالے اندر داخل ہوئے۔ چھوٹے قد والے کا اچانک ہاتھ گھوما اور سرر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ کے ٹو سینے پہ ہاتھ رکھے دھڑام سے کرسی پہ اور پھر کرسی سمیت زمین پہ گرا، عقب میں موجود افراد نے گنیں سیدھی کی ہی تھیں کہ دوسرا نوجوان پلٹا اور ٹرچ ٹرچ کی آواز کے ساتھ وہ چیختے ہوئے گرے، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑے۔

فادر غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا، اس نے موبائل نکال کر نمبر ملایا۔

"یس باس۔"

"ہری اپ۔ انہوں نے کے ٹو کو مار دیا ہے۔ مجھے وہ زندہ چاہییں۔" وہ حلق کے بل چیخا اور کال بند کر کے سیل ڈیش بورڈ پہ رکھ کر بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"یہ الو کا پٹھا کچھ نہ بکتا تو بڑے آرام سے ہاتھ آ جاتے، گھامڑ کہیں کا۔" فادر کو کے ٹو پہ رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا جس نے قبل از وقت ہی سب اگل دیا تھا۔

فادر نے اس کی لاعلمی میں اس کے آفس کو اپنے آفس سے کنکٹ کر رکھا تھا، یہ ان کے کام کرنے کا انداز تھا، اسی وجہ سے وہ اپنے ماتحتوں کے راز و نیاز جان پاتے تھے اور ان کی نگرانی بھی کی جاتی تھی، اسی سسٹم سے جڑ کر وہ کے ٹو کے آفس کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہی سسٹم کچھتبدیلیوں کے ساتھ لکشمی مندر والے اڈے میں اور بلدیو سنگھ والے اڈے میں بلکہ ہر اہم اڈے میں نصب تھا۔

شیشے کے سامنے آ کر کوئی کھڑا ہوا تو فادر نے شیشہ نیچے کھسکایا اور اس کے کان کھڑے ہو گئے، کلب کی طرف سے فائرنگ کی آواز سنائی دینے

لگی تو اس نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور نکل کر تیزی سے کلب کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ایک ماتحت نے مشین گن فادر کی طرف بڑھائی، اس نے جھپٹ کر گن پکڑی اور ساتھ ہی اس کے قدموں نے رفتار پکڑی۔

وہ اور اس کے ماتحت اسلحہ تھامے یوں دندناتے پھر رہے تھے جیسے شہر کے مالک ہوں، نجانے کس طاقت کا احساس تھا جو یوں کھلے عام حملہ آور ہو رہے تھے یا فادر کا اعتماد تھا کہ وہ سب کچھ سنبھال لے گا۔ کلب کے احاطے میں اب گاہے بگاہے فائرنگ ہو رہی تھی اور جلد ہی فادر اور اس کے ساتھی، فائرنگ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جا ملے اور مخالفین پہ دباؤ بڑھ گیا۔

کچھ ہی دیر میں دوسری طرف سے فائرنگ بند ہوئی اور فادر نے اپنے لوگوں کے ساتھ مل کر گھیرا تنگ کرنا شروع کیا۔ عمارت کے عقبی دروازے سے بھی فادر کے لوگ پہنچ چکے تھے اور اطراف سے ویسے ہی گھیرا تنگ تھا۔

"تم لوگ خود کو ہمارے حوالے کر دو، بہتری اسی میں ہے۔" فادر کے اشارے پہ ایک شخص کھڑا ہو کر چیخا اور پھر وہ واقعی چیخا۔۔۔۔نہ صرف چیخا بلکہ اس کے منہ میں چھوٹا سا خنجر گھسا نظر آیا اور وہ دھڑام سے فادر کے قدموں میں گرا، فادر دانت پیس کر رہ گیا۔

"مریں گے حرامزادے، خاص طور پہ یہ قصائی کا بچہ۔" وہ زمین پہ گھونسہ مارتے ہوئے چیخا۔ "اپنے لوگوں کو کہو کہ فائرنگ کریں اور ان کے جسموں میں اتنے سوراخ کریں کہ ہوا کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔" فادر نے دوسرے ماتحت سے کہا تو ماتحت نے اوٹ سے منہ نکال کر فادر کا حکم نامہ سنایا۔

"ہم سرنڈر کرتے ہیں۔" ایک آواز لہرائی اور فادر کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"پکڑ لو۔" ماتحت کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر فادر نے کہا اور اس کے کھڑے ہوتے ہی اس بار ہر طرف سے اسلحہ بردار کھڑے ہوئے اور وہ ان تین افراد کی طرف بڑھنے لگے جو ہاتھ بلند کی عمارت سے ذرا فاصلے پہ موجود تھے۔

فادر نے اس بار دوہری پلاننگ کی تھی، پہلا حملہ اس کے لوگ کرتے اور اگر کسی قسم کی ناکامی ہونے لگتی تو اس کے دوسرے ماتحت، جو مختلف عمارتوں میں پولیس یونیفارم میں گھوم رہے تھے وہ سامنے آتے۔ پھر یا تو دشمن پولیس پہ حملہ کر کے حکومت کو بھی اپنے پیچھے لگا لیتا یا پھر ہتھیار ڈال دیتا اور وہ نقلی پولیس انہیں لے کر فادر کے اڈے پہ جا پہنچتی لیکن کے ٹو کے اُس حملے نے پلاننگ کو خراب کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اس کے باوجود وہ لوگ ان تین افراد کو جکڑنے میں کامیاب ہو گئے جنھوں نے کلب میں بھی ان کے دس افراد پھونک ڈالے تھے۔

* * *

وزیرِ اعظم کا مشیر خاص، وشنو ناتھ آچاری، اپنے کمرہ خاص میں موجود تھا، رات کافی گہری ہو چکی تھی اور ہر طرف عجیب سا سناٹا تھا۔ سناٹا واقعی بہت عجیب تھا، یوں مکمل خاموشی تھی جیسے آج کیڑے مکوڑے بھی سو چکے ہوں، ہوا بھی سو رہی تھی، اس گہری خاموشی کے پیچھے آچاری کا ہی ہاتھ تھا۔ سکیورٹی کو ایک خاص حد تک رہنے اور گشت کرنے کا حکم تھا کیونکہ آچاری ظاہری طور پہ کئی دنوں سے بیمار تھا اور شور شرابے سے اس کی طبیعت مزید خراب ہو جاتی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ اس مرض کا علم صدر مملکت اور وزیرِ اعظم کو بھی تھا۔

آچاری کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگانے میں مصروف تھا۔ اس کی چال میں اضطراب کی کیفیت آسانی سے محسوس کی جا سکتی تھی۔ اچانک اس کے کمرے کی کھڑکی پہ جیسے جگنو چمکا۔ وہ تیزی سے کھڑکی کی طرف بڑھا اور لان میں جھانکنے لگا۔

لان میں ایک جگہ پہ جیسے لاتعداد جگنو جمع تھے۔ آچاری نے لمبا سا گاؤن پہنا اور تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ عقبی دروازہ کھولتے، عمارت سے نکل کر لان میں، اس روشنی کی طرف بڑھ

رہا تھا۔ جیسے ہی وہ روشنی کے پاس پہنچا، وہ روشنی یوں ختم ہوئی جیسے کبھی وہاں تھی ہی نہیں اور درخت کی اوٹ سے ایک سایہ ظاہر ہوا۔

"کیا آپ تیار ہیں سر؟۔" اس نے پوچھا۔

"یس۔ ہری اپ۔"

نوارد نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دیوار کی طرف چلنے لگا، جلد وہ دیوار سے لگی

ایک سیڑھی چڑھتے ہوئے دیوار پہ پہنچے اور پھر دوسری طرف اتر گئے۔ دوسری طرف ایک چھوٹی مگر جدید کار تھی، وہ دونوں کار میں بیٹھے اور کار کا 'گونگا' انجن اسے حرکت میں لایا۔ کار سڑک پہ بہتی چلی گئی۔ صرف ایک سے ڈیڑھ منٹ کے بعد کار رکی، یہ بھی کسی کوٹھی کا عقب تھا جس کا عقبی دروازہ کھلا ملا۔

وہ تیزی سے اندر داخل ہوئے اور لان سے گزرتے ہوئے عمارت میں پہنچے۔ راہداری سے گزرتے ہوئے وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچے جہاں نفیس اور دنیا کا مہنگا ترین فرنیچر فارغ بیٹھا تھا۔ آچاری نے ایک صوفہ کو حقِ مزدوری دیتے ہوئے اپنے لئے چنا۔ چند لمحوں بعد دروازہ

کھلا اور ایک منگولی شکل و صورت والا لمبا تڑنگا شخص اندر داخل ہوا، اس نے آچاری کو سلام کیا اور دوسرے صوفہ پہ بیٹھ گیا۔

"سردار منگول، کیا میں سمجھوں کہ چار دن سے چل رہے ہمارے مذاکرات ناکام ہیں؟۔" آچاری نے پوچھا۔

" آچاری جی، میں نے آپ کو ہر موقع دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمیں بہت سے ممالک کی سرپرستی حاصل ہے، سب پاکسٹیٹ کی تباہی دیکھنا چاہتے ہیں لیکن ہماری چاہت اور ہے۔ وہ ہماری سرزمین ہے۔ ہمارا گھر ہے، ہم وہاں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس سے اچھا کیا ہو گا کہ ایک بنا بنایا ملک مل جائے؟ یہاں بنا بنایا گھر کوئی نہیں چھوڑتا وہ تو ملک ہے۔ جس کے لوگ کمزور اور بے وقوف ہیں۔ ان کی اوقات نہیں ملک سنبھالنے کی، ان سے تو اپنا آپ اور اپنے گھر نہیں سنبھالے جاتے، ایسے ناشکروں سے وہ ملک اگر ہم لے لیں تو اسی ملک کو چند سالوں میں دنیا کی سب سے عظیم سوپر پاور بنا سکتے ہیں۔" سردار منگول نے کہا۔

"سردار، میں آپ کے جذبات سمجھتا ہوں، آپ ہماری مجبوریاں بھی سمجھیں، ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے دشمن پڑوسی کا نقصان ہو لیکن

اس قیمت پہ نہیں کہ ہم اپنے دیش سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں یا پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیں۔ کابینہ اس بات کی اجازت نہیں دے رہی کہ سرحدیں آپ کے لئے کھول دی جائیں۔ میرے بار بار یہاں آنے کا مقصد صرف اور صرف ہمارا دیش ہے، ہم اپنے دیش کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہیں۔ میں چاہوں گا کہ آپ ہمارے دیش، عوام اور وسائل کو استعمال کرنا بند کریں۔ ہمارا پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا ہے، ہسپتال کے سامنے ہونے والا وہ واقعہ جب بھی یاد آتا ہے تو میرا دل اپنی قوم کے لئے خون کے آنسو روتا ہے۔ لکشمی مندر والا واقعہ بھی اس سے کم نہیں۔ ہماری مقدس عبادت گاہ کو لوگوں نے تنقید کا نشانہ بنایا اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔" آچاری نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن اگر آپ ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے تو ہماری راہ میں روڑے بھی مت اٹکائیں ورنہ یہ سب تو چلتا ہی رہے گا۔" سردار نے سخت لہجے میں کہا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے دو طاقتور انسان برابری کی بنیاد پہ ایک دوسرے سے بات منوانے کے چکر میں ہوں۔

"میرا خیال ہے بات ختم کر دیتے ہیں، اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، ہم کیسے آپ کی راہ سے ہٹ جائیں جب آپ ہمارے دیش، اس کی زمین اور رستے استعمال کر کے پاکسٹیٹ میں اپنی آرمی گھسانا چاہ رہے ہیں؟۔" آچاری نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی، ہماری طاقت کا نمونہ آپ ہسپتال کے سامنے والے سانحہ میں دیکھ چکے ہیں، میں وہی کروں گا جو میرے لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے اور میں مجبور ہوں، اگر وہاں حالات نارمل رہتے تو آپ کے بغیر ہی کام چل جاتا لیکن وہاں بہت بڑی گڑبڑ ہو چکی ہے جس وجہ سے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تو آپ کے دیش چلا آیا۔" سردار نے صوفہ سے ٹیک لگا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر ایسا ہی ہے تو ایسا ہی سہی۔ ہم آپ کو روکیں گے۔" آچاری نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"تم نہیں روک سکتے، جب ہیرو اور فادر جیسے لوگ میری غلامی کرتے ہیں تو تم کیا چیز ہو۔" سردار بڑبڑایا۔

* * *

گاڑیوں کا قافلہ برق رفتاری سے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ سڑک پہ موجود اکا دکا گاڑیاں خود بخود تیزی سے ہٹ رہی تھیں۔ گاڑیاں اسی رفتار پہ شہر سے مضافات کی جانب مڑتی چلی گئیں اور دوسرے ہی چوک پہ جب گاڑیاں مڑ رہی تھیں، ایک دھماکے کے ساتھ پہلی گاڑی پہلو کے بل کھڑی ہوتی ہوئی گرین بلٹ سے ٹکرائی اور پہیوں کے چرچراہٹ کے ساتھ پچھلی چار گاڑیاں رکتی چلی گئیں۔

"واپس موڑو، جلدی۔" پہلی گاڑی کی عقبی سیٹ پہ موجود فادر نے کہا اور ڈرائیو نے لائٹ جلا کر مخصوص انداز میں اشارہ دیتے ہوئے ریورس گئیر لگایا، سب سے پچھلی گاڑی حرکت میں آئی ہی تھی کہ فضا فائرنگ سے گونج اٹھی۔ دھماکوں کی آواز کے ساتھ تمام گاڑیاں بیٹھتی چلی گئیں، شاید سب کے ٹائر پھاڑ دیئے گئے تھے۔

"قیدیوں کے ساتھی۔" فادر بڑبڑایا، اس کے چہرے پہ کسی قسم کی پریشانی نہیں تھی، الٹا عجیب سی مسکراہٹ سے چہرہ چمکنے لگا تھا۔

"اچھا ہے، سبھی ایک دن ہی پکڑے جائیں۔ اپنے لوگوں سے کہو کہ روشنیاں بند کر گاڑیوں سے نکل کر پھیل جائیں اور شکار کھیلیں۔"

فادر نے کہا اور سب سے پہلے اس کی گاڑی کی روشنیاں بند ہوئیں اور ساتھ ہی دوسری گاڑیوں کی بھی خود بخود، بغیر کسی ہدایت کے بند کر دی گئیں۔ ڈرائیور نیچے جھک کر کال پہ اپنے لوگوں کو فادر کی ہدایات دینے لگا۔ جب کال بند ہوئی تو فادر نے قدموں میں لیٹی مشین گن تھامی اور دروازہ کھول کر چیتے کی سی پھرتی سے باہر نکل گیا۔

"تم لوگ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہو، اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دو ورنہ مارے جاؤ گے۔" اچانک ایک رعب دار آواز گونجی

اور فادر چونک گیا۔

"پولیس، پولیس یہاں کیسے؟۔" وہ الجھا... مگر فوری سلجھا اور مسکرایا۔

"اچھا پلان ہے، جیسے میں نے ڈاج دینے کے لئے نقلی پولیس تیار رکھی ویسے ہی ساحر گردیزی بھی۔ کمال ہے۔" وہ دھیرے سے ہنسا اور پھر اچانک خاموش ہوا، اس کے ذہن میں نیا پلان آرہا تھا۔

"آفیسر، آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، آپ نے ہمیں بے جا روک کر حملہ کر دیا ہے۔؟۔" اچانک وہ چیخ کر بولا۔

"ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی، تم لوگ ابھی ابھی ایک کلب سے کچھ لوگوں کو اغوا کر کے لائے ہو۔" وہی آواز سنائی دی۔

"آفیسر آپ کو واقعی غلط فہمی ہوئی ہے، آپ ہماری گاڑیاں چیک کر سکتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوکے، ایسا کر لیتے ہیں۔" آفیسر فوری مانتا نظر آیا تو فادر نے اثبات میں سر ہلایا جیسے اس کی مرضی کے مطابق کام ہو رہا ہو۔

"لیکن آپ اکیلے آئیں گے، ایسا نہ ہو کہ ہم کسی دھوکے میں مارے جائیں، ہمارے بہت سے دشمن ہیں۔ ہم لائٹیں جلا دیتے ہیں، آپ گاڑی دیکھ لیں، میرے دوست تب تک گاڑیوں سے دور ہی رہیں گے جب تک آپ دیکھ نہ لیں یعنی صرف آپ اور میں۔" اس نے دانہ ڈالا۔

"اور میں ایک ملزم کی ایسی بات کیوں مانوں؟۔" آفیسر نے شک کرتے ہوتے ہوئے کہا۔

"اس میں سب کا بھلا ہے آفیسر، نہ آپ کے ہاتھوں کوئی بے قصور مارا جائے گا نہ ہمارے ہاتھوں، لائسنس شدہ اسلحہ تو ہمارے پاس بھی کافی ہے۔" فادر نے کہا اور کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"ہم دو لوگ آئیں گے۔" آفیسر نے کہا

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فادر مسکرایا۔

دو لوگوں کو سنبھالنا بھی اس کے لئے مشکل نہیں تھا۔

"گاڑیوں کے روشنیاں جلادو اور دو ہٹ جاؤ، جب تک میں نہ کہوں کوئی بھی قریب نہ آئے۔" اس نے اپنے لوگوں سے کہا تو تھوڑی دیر میں گاڑیاں اندر باہر سے روشن ہو گئیں۔

دو سائے محتاط چال چلتے ہوئے گاڑیوں کے قریب پہنچے، ادھر سے فادر بھی لپک کر ان کے قریب پہنچا۔ "کیا خیال ہے آفیسر؟۔" اس نے پوچھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ کی گاڑیوں میں ایسے آثار نہیں کہ کسی کو باندھ کر لایا جارہا ہو۔" آفیسر نے مایوسی لہجے میں جواب دیا، انہوں نے گھوم کر گاڑیوں کا جائزہ لے لیا تھا۔

"اب تم بتاؤ آفیسر کہ میرے آنے سے پہلے یہاں کیسے محفل جمالی؟۔ تم ہو کون؟ پولیس اتنی تیز نہیں ہو سکتی۔" فادر غرایا۔

"ایکسکیوز می۔" آفیسر کا چہرہ ابھی تک اندھیرے میں تھا۔

فادر جواب دینے کی بجائے آفیسر پہ جھپٹا اور اپنے ہی زور میں دوڑتا چلا گیا، جیسے ہی وہ رکا، وہ تیزی سے مڑا، وہ حیرت سے سامنے کھڑے آفیسر

کی جانب دیکھ رہا تھا جو ابھی بھی وہیں کھڑا تھا جہاں فادر نے جھپٹنے کی کوشش کی تھی۔

"چچ۔ چچ۔ اتنی سستی۔"

آفیسر کی طنزیہ آواز سن کر فادر کے دماغ میں غصے کی لہر دوڑ گئی اور وہ وہیں سے اڑتا ہوا آفیسر سے ٹکرایا اور دونوں ایک دھماکے سے گاڑی سے ٹکرائے، فادر نے سر پیچھے کر کے پوری قوت سے اس کی ناک پہ ٹکر ماری مگر خود ہی چیخ کر پیچھے کو پلٹا، آفیسر نے اس سے زیادہ پھرتی سے سر ایک طرف کر لیا تھا نتیجتاً فادر کا سر پوری قوت سے کار کی باڈی سے ٹکرایا۔

"کون ہو تم؟۔" فادر پھاڑ کھانے والے لہجے میں اس پہ برس پڑا، اتنی تصدیق تو ہو گئی تھی کہ وہ کوئی عام پولیس آفیسر نہیں۔

"میرے مہمان کہاں ہیں؟۔" اس بار پولیس والا بدلے ہوئے لہجے میں غرایا تو فادر ٹھٹک گیا۔

"کیا بک رہے ہو؟۔"

فادر جھلا اٹھا اور اس کی لات گھومی، نقلی آفیسر شاید اس بار چُوک گیا، اور وہ اڑتا ہوا کار سے دو جا گرا لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہ لگائی۔

"اب تم نے گدھوں کی طرح لات چلائی تو میں تمہاری کتوں والی کروں گا۔" آفیسر نے کہا تو اس کا ساتھی جو کب سے خاموشی کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا قہقہہ لگا کر ہنسا.... اور فادر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، وہ نسوانی قہقہہ تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟۔" فادر کے منہ سے غیر ارادی طور پہ نکل گیا۔

"سن دو نمبر یے، میرا نام رومیو ہے، تو نے جن لوگوں پہ سیون کلب میں حملہ کیا ہے وہ میرے مہمان ہیں، کہاں ہیں وہ؟ ابھی بھی وقت ہے جان بچا کر نکل جا۔" آفیسر، جس نے اپنا نام رومیو بتایا تھا، نے کہا۔

"اوہ، تو تم ہو رومیو۔" فادر چونک گیا۔

"اب رشتہ دے گا کیا؟۔" رومیو ہنسا۔

"کرنل کو پتہ ہے کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟۔" فادر نے سخت لہجے میں کہا۔

اس بار ٹھٹکنے کی باری رومیو کی تھی۔ "کیا مطلب ؟ کون ہو تم ؟۔ اور یہ کرنل چاول کون ہے ؟۔" اس نے حیرت سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"یہ تو اچھا ہوا کہ احتیاطَ میں نے ان قیدیوں کو کہیں اور بھیج دیا ورنہ آج وبال ہو جاتا، تمہاری بے عقلی کی وجہ سے وہ نکل جاتے۔ کرنل سے بات کرو اور بتاؤ اسے کہ تم فادر کا رستہ روکے کھڑے ہو۔" فادر کا لہجہ سخت ترین ہو گیا تھا۔

"اوہ۔ آپ کرنل کے فادر ہیں، اوہ سوری، وہ تو خود بوڑھے ہیں، جوان باپ، اوہ سوری ویری سوری، مجھے نہیں پتہ تھا کہ کرنل کی ماں۔ سوری سر۔ اس کا باپ۔ اوہ سوری فادر جی۔"

رومیو کے رو دینے والے لہجے میں کہا جبکہ اس کی محافظ منہ پہ ہاتھ رکھے پلٹ گئی، اس نے بڑی مشکل سے ہنسی روکی ہوئی تھی۔

"مسخرے کہیں کے اس کا فادر نہیں، میرا نام فادر ہے۔" فادر بھی جھینپ گیا تھا۔

"میں کرنل سے بات کرلوں، اگر تم سچ کہہ رہے تو خیر، ورنہ چیر کر رکھ دوں گا۔" اچانک رومیو غرایا اور فادر نے حیرت سے اس کے بدلتے ہوئے تیور دیکھے، اسے یوں لگا جیسے وہ رومیو سے پہلے مل چکا ہو۔

رومیو اب کال کر رہا تھا۔

"ہیلو باس، کیسے ہیں آپ؟ بال ٹھیک؟ بچے ٹھیک؟ کاروبار وغیرہ سب اوکے؟۔" اس نے اٹھائی گیروں کی طرح ہانک لگائی۔

"سس۔ سوری باس، وہ کوئی شخص کھڑا ہے یہاں، کہتا ہے آپ کا فادر، مم،، میرا مطلب ہے کہ شوہر یعنی والدہ۔"

"فون مجھے دو۔" فادر شرمندہ سے لہجے میں دھاڑنے کی کوشش کرتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ سے فون چھین لیا۔

"کرنل، فادر بول رہا ہوں۔ کس گدھے کو رکھ لیا ہے تم نے؟۔" فادر کرنل پہ چڑھ دوڑا تا کہ خفت کچھ تو کم ہو۔

"سس۔ سوری باس، میں نکال دیتا ہوں ابھی۔" کرنل کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"رہنے دو، کام کا بندہ ہے، غلطی سے میرے خلاف ہو گیا ہے، اسے سمجھا دو بس۔" فادر نے کہا اور فون رومیو کی طرف بڑھایا۔

"یس کرنل باس۔"

"یہ ہمارے سب سے بڑے باس ہیں، معافی مانگو اور نکلو وہاں سے۔" اور کال کٹ گئی۔

"سوری باس، غلطی ہو گئی۔" رومیو نے مسکرا کر کہا۔

"وہ لوگ تمہارے مہمان کیسے ہیں؟۔" فادر نے پوچھا۔

"سرحد پار میرا ایک دوست ہے امرت شرما، اس کے ریفرنس سے آئے تھے، میں نے رہائش گاہ دی تھی انہیں، آپ تو جانتے ہیں کہ زیرِ زمین دنیا میں سرحدوں سے بالاتر ہو کر سوچنا پڑتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، ان کے بارے میں تم جو بھی جانتے ہو وہ کرنل کو بتا دینا، مجھ تک معلومات پہنچ جائیں گی۔" فادر نے ہدایت کی۔

"اوکے، شکریہ باس۔" اور فادر سے اجازت لئے بغیر پلٹ گیا۔

"اپنے آدمیوں کو مت بتانا میرے بارے میں۔" فادر نے کہا۔

"ہم اکیلے ہی آئے ہیں، کوئی آدمی نہیں ہمارے ساتھ۔"

رومیو نے ہانک لگائی تو فادر کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہو گئیں، صرف دو لوگ، اتنے افراد سے بھڑنے کے لئے، لیکن پھر فادر کے ذہن میں رومیو کا پلان آیا تو وہ مسکرا اٹھا، اگر مقابل فادر نہ ہوتا تو رومیو واقعی اپنے مہمان لے اڑتا۔ ابھی فادر پلٹا ہی تھا کہ اس کے موبائل پہ کال آنا شروع ہوئی۔ "یس۔" اس نے کہا۔

"مجھے بتانا یاد نہیں رہا باس، رومیو نے اشوک نامی آفیسر کو مار کر اس کی لاش کو جلا دیا ہے۔"

کرنل کی آواز سنائی دی اور فادر منہ کھولے اندھیرے کو گھورنے لگا جہاں رومیو اندھیرے میں گم ہوا تھا۔ اسے رومیو چند لمحوں میں پسند آنے لگا تھا، چلبلا، شرارتی اور خطرناک رومیو۔

"اوکے، جلدی ساحل پہ پہنچو، میں نکل پڑا ہوں، سپلائی آتی ہی ہو گی۔" فادر نے کہا اور کال بند کر دی۔

اسے بہت اہم سپلائی کی وجہ سے قیدیوں کو بے ہوش رکھ کر نکلنا پڑا اور نہ آج وہ حساب بے باق کر کے ہی نکلتا۔ ایک ایسے عنصر کی سپلائی آ رہی تھی جس کا 'ڈیمو' وہ ہسپتال کے سامنے دے چکے تھے، جسے وہ پڑوسی ملک یعنی پاکسٹیٹ میں استعمال کرنا چاہتے تھے، اس گراں قدر اثاثے کو محفوظ رکھنے کے لئے سردار منگول صرف اور صرف فادر پہ بھروسہ کرتا تھا جس وجہ سے وہ سمندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

سردار منگول کی طرف سے گرین سگنل مل چکا تھا کہ آئندہ کچھ ہی دنوں میں وہ پاکسٹیٹ پہ حملہ آور ہو کر قبضہ کرنے والے ہیں جس وجہ سے تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں، یہ نیا آنے والا عنصر ان کا سب سے اہم ہتھیار تھا۔

✹

" ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" کے ٹو اچھل کر کھڑا ہوا اور پلک جھپکنے سے پہلے ہی چنگیزی کا ہاتھ گھوم گیا تھا اور ایک معصوم خنجر اس کے دل میں پیوست ہوا تھا۔ ساتھ ہی کبیر گھوم گیا اور سائلنسر لگے پسٹل سے، دروازے سے اندر داخل ہونے والے دو افراد شکار ہوئے۔ وہ دونوں تیزی سے باہر کی طرف لپکے۔

"اس لوفر نے ٹھیک ہی بتایا تھا، اگر وہ اطلاع نہ بھی کرتا تو شاید یہی ہوتا۔" چنگیزی نے اطمینان بھری آواز میں کہا۔

"شاید۔" کبیر نے ایک لفظ تک ہی اکتفا کیا۔

وہ دونوں تیزی سے راہداری سے گزرتے ہوئے ہال میں داخل ہوئے، کبیر نے سر جھٹک کر مخصوص اشارہ کیا تو ایک میز پہ بیٹھا جمال بھی اٹھ کر ان کے پیچھے ہو لیا، اسی وقت ہال گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔ وہ تینوں برق رفتاری سے زمین پہ گرے اور ساتھ ہی جیبوں سے

سائلنسر لگے پسٹل نکلے اور ٹرچ ٹرچ کی آواز کے ساتھ ہال کے دروازے پہ موجود دو افراد اچھل کر گرے۔

"مشین گنوں پہ قبضہ کرو۔" کبیر نے کہا تو جمال اور چنگیزی تیزی سے جسم کو رول کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے، اچانک کبیر کو محسوس ہوا جیسے عقبی طرف سے کوئی شخص ہال میں داخل ہوا ہو، وہ تیزی سے مڑا، سیکنڈ کے سوویں حصے میں اس کا پسٹل والا ہاتھ بلند ہو، ٹرچ کی آواز کے ساتھ چیخ بلند ہوئی۔ کبیر کا ہاتھ میکانکی انداز میں ہی اٹھا تھا، اس میں شعوری ارادے کا عمل دخل نہ تھا لیکن یہ لاشعوری حرکت جمال اور چنگیزی کی جان بچا گئی۔

جیسے ہی جمال اور چنگیزی نے مشین گنوں پہ قبضہ کیا، انہوں نے

پوزیشنز لے لیں تو کبیر عقب سے حملہ آور ہونے والے شخص کی لاش کی طرف بڑھا اور اس کی مشین گن اٹھا کر دبک رہا۔

انہوں نے اشاروں میں ایک دوسرے کو ہدایات دیں، کبیر عقب سنبھالنے پہ بیٹھ گیا جبکہ چنگیزی اور جمال سامنے والے دروازے سے حملہ آوروں کو دھکیلتے ہوئے پیش قدمی کرنے لگے۔ گاہے بگاہے نئے

شکار کی مشین گن وہ ضرور اٹھا رہے تھے تا کہ سٹاک ختم نہ ہو لیکن جلد ہی ان کے گرد گھیرا تنگ ہونے لگا اور کبیر نے محسوس کیا اور اب ہتھیار ڈالنے پڑیں گے۔ اسی وقت فائرنگ رکی اور کسی نے کھڑے ہو کر انہیں دھمکی دی۔

"الو کا پٹھا، میں یہ سننے سرحد پار تھوڑی آیا ہوں۔" چنگیزی غرایا اور اس سے پہلے کہ کبیر یا جمال اسے روکتے، اس کا ہاتھ گھوم گیا، نتیجتاً ایک شخص کی چیخ سنائی دی اور پھر کسی نے دھاڑتے ہوئے انہیں ختم کرنے کا حکم دیا لیکن کبیر نے سرنڈر ہونے کا عندیہ دے دیا تا کہ اس صورتحال سے نکل کر بچنے کی کوئی راہ نکال سکیں۔ حملہ آور زیادہ ہی سیانے نکلے، انہوں نے تینوں کو جکڑتے ہی ان کی کھوپڑیوں کی مضبوطی جانچ لی اور وہ تینوں لڑھک گئے۔

کبیر کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو، اپنے ساتھیوں سمیت کرسیوں پہ بندھے پایا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھے، کمرے کا دروازہ بند ہی تھا، یقیناً باہر سے مقفل بھی ہو گا۔ اس نے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن کافی مضبوطی سے باندھی گئی رسی نے اس کی ایک نہ

سنی۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر خاموشی سے چنگیزی اور جمال کی طرف دیکھنے لگا، وہ انہیں آواز دینا فضول اور نقصان دہ سمجھتا تھا، کیونکہ اس طرح باہر موجود لوگوں کو علم ہو سکتا تھا کہ کوئی ہوش میں آچکا ہے۔ انتظار کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا لیکن اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دونوں کے اجسام میں ہوش کی طرف سفر شروع ہونے کی نشانی نظر آئی۔

"چنگیزی، جمال جلدی ہوش میں آؤ۔" اس بار کبیر نے رسک لے ہی لیا کیونکہ اب انہیں بلانے کا فائدہ ہو سکتا تھا اور ہوا بھی، اس کی دھیمی آواز سن کر بھی وہ دونوں تیزی سے جسم کو جھٹکنے لگے اور شعور کیطرف سفر تیز ہو گیا۔

"یہ ہم کہاں پہنچ گئے؟۔" چنگیزی کی آواز سنائی دی۔

"سرحد پار، جہاں تم دھمکیاں سننے نہیں آئے۔" جمال کی طنزیہ آواز سنائی دی۔

"تم ہر وقت جلتے کیوں رہتے ہو؟۔ ایسے ہی جلتے رہے تو خضاب کے بغیر بھی تمہارے سنہرے بال مستقل طور پہ سیاہ ہو جائیں گے۔ "چنگیزی نے دانت نکالے۔

"لڑائی بعد میں، دیکھو اگر تم میں سے کوئی آزاد ہو سکتا ہے؟۔ "کبیر نے تیز لہجے میں جیسے ڈانٹ دیا۔ چنگیزی اور جمال نے رسیاں چیک کرنا شروع کیا۔

"جسم حرکت ہی نہیں کر پا رہا۔ "جمال نے مایوسی سے کہا۔

"تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ "چنگیزی نے دانت نکالتے ہوئے

ہاتھ کو جھٹکا دیا اور اس کی آستین سے دو سے سوا دو انچ کی "خنجری" پھسل کر ہاتھ میں آ گئی۔ اس پہ آدھے انچ تک لکڑی کا دستہ تھا۔ چنگیزی نے انگلیوں کی مدد سے اسے ہتھیلی سے پہلی انگلی اور انگوٹھے تک پہنچایا اور پھر مخصوص انداز میں دبایا تو ہلکی سی کٹک سے خنجر مزید لمبا ہوا، شاید کچھ حصہ دستے میں بھی تھا۔ اب اس کی لمبائی تین انچ کے قریب ہو گئی تھی۔

چنگیزی نے بازو کو پوری قوت سے جھٹکے دینا شروع کیا، کچھ ہی دیر بعد رسی کے تناؤ میں تھوڑی سی کمی ہوئی اور کرسی کے بازو پہ چنگیزی کا بازو تھوڑا سا پیچھے کھسکا، اس نے کلائی سے ہاتھ موڑا اور رسی کے ایک بل تک خنجر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا، اس کا ہاتھ تیزی سے چلنے لگا اور ساتھ ساتھ پسینے والی مشین بھی چل گئی۔ ایک بل کاٹنے میں اسے پانچ سے سات منٹ لگے، یہ بھی خنجر کی تیز دھار کی وجہ سے ورنہ.........ایک بل کٹتے ہی پسینے سے شرابور چہرے پہ درندگی سے بھرپور چمک ابھری اور اس نے ہاتھ کو تیزی سے جھٹکے دینے شروع کیے، جلد ہی اس کا ایک ہاتھ آزاد ہوا اور کچھ دیر بعد وہ خود۔

"جلدی کرو، ہمیں کھولو، غنیمت ہے کہ ابھی تک ادھر کوئی نہیں آیا۔" کبیر نے کہا۔

"سوری مسٹر خان، ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا۔" چنگیزی نے انگڑائی لی اور دروازے کی طرف بڑھا، جمال کے منہ پہ حیرت کے ڈونگرے ٹوٹنے لگے اور کبیر نے غصے سے جبڑے دبا لئے، چنگیزی نے ہاتھ بڑھا کر دستک دی اور جمال کے منہ سے اس کے لئے ایک کراری سی گالی

نکلی، جواب میں چنگیزی نے دانت نکال کر اسے دیکھا اور پھر زبان نکال کر چڑانے لگا۔

کافی دیر جواب نہ ملنے کے بعد اسے نے پوری قوت سے دروازہ بجایا لیکن جواب ندارد۔ چنگیزی نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا اور لمحوں میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ رک گیا۔

"کون ہے؟۔" باہر سے حیرت سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"مم۔ مجھے باہر نکالو، آگ آگ۔" چنگیزی کے حلق سے پھنسی ہوئی آوازیں نکلنے لگیں۔

"اوہ آگ، آگ کیسے؟۔" اور لاک کھلا، لاک کھلتے ہی چنگیزی نے ہینڈل سے پکڑ کر دروازہ کھولتے ہی لات گھمائی اور سامنے موجود شخص اڑتا ہوا عقب میں کھڑے دو افراد سے ٹکرایا اور انہیں لے کر فرش

بوس ہوا۔

"آگ میرے اندر ہے۔" چنگیزی غرایا اور جھپٹ کر گن اٹھائی اور راہداری گن اور چنگیزی کے قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"دوستو، میں آیا بس۔" اس نے بغیر مڑے مصنوعی ڈکار مارتے ہوئے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

* * *

فون کی گھنٹی بجتے ہی اس نے تیزی سے موبائل پکڑا اور کال ریسیور کی۔

"ماسٹر زیرو۔۔۔"

"آئی تھرٹین بول رہا ہوں باس، وہ گاڑیاں اس وقت سرائے کلب کے عقب میں، ایک بڑے سے محل میں داخل ہوئی ہیں۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز میں بتایا گیا۔

"میرے آنے تک نگرانی جاری رکھو اور جتنا اس محل کے بارے میں جان سکو، پتہ لگاؤ۔" اس نے کہا اور جواب سن کر کال بند کرتے ہی نمبر ملایا۔

"پانڈے بول رہا ہوں باس۔" پانڈے کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"ٹانڈے اپنے لوگوں کو تیار کرو، سرائے کلب کے قریب کہیں محفوظ جگہ پہ پہنچ کر مجھے بتاؤ۔ لوگ ایسے ہوں جو بروقت فیصلہ کرنے اور عقل استعمال کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس، ایسا ہی ہو گا۔" پانڈے نے جواب دیا تو اس نے کال بند کر دی۔

ساحر علی گردیزی، نقلی ساحر کو نواب مینشن چھوڑ کر، اپنی ٹیم کے ہر ممبر سے پہلے ہند لینڈ پہنچ گیا تھا یہ الگ بات تھی کہ لارڈ کے علاوہ یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر کچھ دن بھاگ دوڑ کر کے ہوم ورک مکمل کیا جس کے بعد گرین سروس کے ممبر باری باری وہاں پہنچے اور ان کے پیچھے پیچھے پانڈے اور تھرڈ آئی کے ممبران۔

تھرڈ آئی، ایک خفیہ وِنگ (Wing)، جو براہِ راست لارڈ اور ماسٹر زیرو کو جوابدہ تھا، وِنگ کا ہیڈ فاکس تھا۔ اس ونگ کا کام ماسٹر ز وِنگ اور دیگر اہم افراد کی نگرانی کرنا شامل تھا، ونگ میں ہر حکومتی ادارے سے اچھے جاسوس چنے گئے تھے جو ریکی کرنے میں ماہر تھے۔ ہند لینڈ میں بھی وہ اسی کام سے بھیجے گئے تھے۔

اس بار گرین سروس کا سامنا فادر اور سردار منگول سے تھا اور معاملہ بہت حساس تھا، اسی وجہ سے اس بار بہت ہی پیچیدہ لیکن سست رفتار منصوبہ بنایا گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ منصوبہ ساحر اور لارڈ کا متفقہ منصوبہ تھا۔ ساحر لاشعوری طور پہ تو فادر اور سردار منگول کے بارے میں کچھ نہ کچھ ذہن میں سموئے ہوئے تھا لیکن لارڈ اس کے دماغ سے جو معلومات

نکال چکا تھا اس کے بعد وہ ارادتاً اس کے ساتھ بیٹھ کر پلاننگ کو جانچتا رہا تاکہ کہیں خامی نہ رہ جائے اور نقصان نہ ہو۔

شروع میں سب ٹھیک چل رہا تھا لیکن جب فادر نے اس کی ٹیم پہ ہاتھ ڈالا تو معاملات کا رخ بدل گیا، یہ تو اچھا ہوا کہ چنگیزی شروع سے جبران اور عباس کے ساتھ ان کی لاعلمی میں بھیجا گیا تھا تاکہ اگر کہیں کمزور پڑیں تو وہ ساتھ دے سکے اور یہ قدم سود مند رہا۔ چنگیزی نے نہ صرف جبران اور عباس، بلکہ کبیر اور جمال کو بھی فادر کے لوگوں سے آزاد کروایا لیکن اب دوبارہ وہ لوگ فادر کے ہتھے چڑھ گئے تھے اور ساحر اب دیر کرنے کے موڈ میں نہیں تھا، وہ انہیں چھڑوا کر کوئی حتمی قدم اٹھانے کے چکر میں تھا کیونکہ وہ ایسا بہت کچھ کر چکا تھا جس سے باقی ٹیم لاعلم تھی، وہ لوہا گرم کر چکا تھا اور جلد ہی چوٹ مارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اس کیس میں آہستہ آہستہ اس پہ سنجیدگی ہی طاری ہوتی چلی گئی تھی (وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس حد تک سنجیدہ پن سے گزر چکا ہے) اور فی الوقت بھی سنجیدگی کے سمندر میں تیراکی کر رہا تھا۔ وہ طویل سانس لے کر اٹھا اور کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی سیاہ ہیوی بائیک ہوٹل کے عقب سے نکل کر سڑک پہ آنے جانے والوں کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کرتی نظر آئی، وہ سیاہ، چست لیکن گرم لباس میں ملبوس تھا، رات کے اندھیرے کی وجہ سے صرف بائیک کی لائٹس ہی نظر آرہی تھیں اور وہ خود ایک سائے کی طرح، اس کے جسم سے چمٹا اسلحہ عام نظر میں محسوس کر لینا مشکل تھا۔ پانچ منٹ کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک کلب سے تھوڑے سے فاصلے پہ رکا اور بائیک کو سڑک کے کنارے بنے مسافر خانے کی اوٹ میں کھڑا کر کے ہیلمٹ اتارا اور جیب سے موبائل نکال کر نمبر ملایا۔

"آئی تھرٹین بول رہا ہوں باس۔"

"کیا رپورٹ ہے؟۔"

"اس محل میں ابھی تک خاموشی ہے، نہ کوئی نیا شخص داخل ہوا ہے اور نہ ہی کوئی باہر نکلا ہے۔ سرائے کلب کی چھت سے دوبین کی مدد سے نگرانی سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہاں لان میں چار سے چھ لوگ ہیں جو ٹولیوں کی شکل میں وقفے وقفے سے چکر لگاتے ہیں، ویسے ان کا انداز

نارمل ہی ہے، وہ وقت اور لان کی لمبائی کے تناسب سے ہی گھوم رہے ہیں جس میں کسی کا چھپ کر داخل ہونا مشکل ہے لیکن اگر تیز رفتاری دکھائی جائے تو تین سے چالیس سیکنڈز میں اگر بندہ دیوار پھلانگ کر دوسری طرف موجود چھوٹے درختوں میں کہیں چھپ سکے تو کام بن سکتا ہے، اگر آپ پہلے منٹ سے پانچ منٹ کے حساب سے دیکھیں گے تو تیس سے چالیس سیکنڈ کا یہ وقفہ ہر پانچ منٹ میں ملتا ہے، یعنی پانچ منٹ پہ، پھر دس منٹ پہ پھر پندرہ پہ۔...... عمارت کی چھت اب خالی ہے، پہلے ایک شخص موجود تھا اور عمارت کے اندر روشنی ظاہر کرتی ہے کہ ابھی لوگ جاگ رہے ہیں۔" تفصیلی رپورٹ سن کر ساحر کی آنکھوں میں تحسین بھری چمک ابھری۔

"ویری گڈ، تم نے اچھا کام کیا ہے۔ نگرانی پہ ہی رہو، اور الرٹ رہنا۔ اب محل کی پہچان بتا دو۔" ساحر نے کہا۔

"شش۔ شکریہ سر، ہم الرٹ رہیں گے۔" تعریف سن کر شاید وہ بہت زیادہ خوش ہوا تھا، اس نے محل کی چند ایک نشانیاں بتائیں۔

ساحر نے کال بند کی اور پانڈے کو کال کر اس محل کی پہچان بتا کر اسے گھیرے میں لینے کی ہدایات دیں اور ساتھ بتایا بھی کہ تین افراد کو لے کر نکلنا ہے۔ اس نے بائیک سٹارٹ کی اور تیزی سے اس محل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

محل سے تھوڑی دور ہی اس نے بائیک روک کر ایک جگہ چھپاتے ہوئے لاک کی اور ہیلمٹ اس کے ساتھ ہُک کیا۔ جیب سے نقاب نکال کر چہرے پہ پہنا اور دوڑتا ہوا محل کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے پاؤں میں "گونگے" جوتے تھے۔ محل کی دیوار سے لگ کر اس نے گھڑی دیکھی، ہلکی سرخ روشنی میں جلتے ہندسے دیکھ کر وہ رک گی، اسے وقت کے مخصوص تناسب کا انتظار تھا یعنی ابھی گھنٹے سے نو منٹ اوپر ہوئے تھے، یعنی ایک منٹ کے بعد وہ کام شروع کر سکتا تھا۔

جیسے ہی مخصوص وقت نزدیک پہنچا، وہ دیوار سے ہٹ کر تھوڑی فاصلے پہ رکا اور یوں پوزیشن بنائی جیسے میراتھن میں دوڑنے والا ہو، لیکن جسم اتنا خمیدہ نہ تھا بس۔ دس منٹ کا ہندسہ جیسے ہی گھڑی میں چمکا، وہ توپ سے نکلے گولے کی طرح دیوار کی طرف دوڑا اور ایک پاؤں دیوار سے ٹکا

کر جمپ لیا، اگلے لمحے اس کا دایاں ہاتھ دیوار کی منڈیر پہ تھا اور پھر دوسرا ہاتھ بھی۔ اس کا جسم ہاتھوں کے بل پہ اٹھتا چلا گیا۔ ابھی وہ دیوار پہ ٹھیک طرح سے بیٹھا بھی نہیں تھا کہ عمارت فائرنگ سے گونج اٹھا اور مدہم سی چیخیں سنائی دیں۔

"اللہ خیر کرے، چنگیزی ہی نہ شروع ہو گیا ہو۔"

وہ بڑبڑایا، لان میں موجود سائے تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے نظر آئے اور ساحر کے لئے میدان صاف ہوتا نظر آیا، وہ جمپ مار کر اترا اور پوری قوت سے عمارت کی جانب دوڑ لگا دی۔

موبائل فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا، اس نے اشارہ کیا تو ڈرائیور نے ہاتھ بڑھا کر میوزک پلئیر کا بٹن دبا کر اس کا گلہ گھونٹ دیا۔ وہ اس وقت ساحلِ سمندر سے بہت دور، ایک سٹور میں سامان محفوظ کر کے شہر میں داخل ہو چکے تھے۔

"فادر سپکنگ۔"

"باس، حملہ ہو گیا ہے، وہ لوگ نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" کسی نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا باہر سے حملہ ہوا ہے یا وہ لوگ آزاد ہو گئے؟۔" فادر نے پر سکون لہجے میں پوچھا۔

"پہلے ان میں سے ایک ہی آزاد ہوا، اس نے فائرنگ کر کے ہمارے تین آدمی مار دیئے اور باقی لوگ تہ خانے کی طرف دوڑے تو عقب سے بھی حملہ ہوا، وہ بھی ایک ہی شخص تھا۔" جواب ملا۔

"اندر سے قصائی ہی کھلا ہو گا۔" فادر بڑبڑایا۔

"یس باس؟۔"

"کچھ نہیں، انہیں جب تک روک سکو، روکو، میں پہنچ رہا ہوں۔" فادر نے تیز لہجے میں کہا۔

اس نے فون پہ، کوڈ ورڈز میں، تیزی سے کسی کو مختلف ہدایات دینی شروع کر دیں اور ڈرائیور ساتھ ساتھ رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ مخصوص محل تک پہنچتے پہنچتے اسے سات سے دس منٹ لگ ہی گئے، تب تک "چڑے

کھیت چگ چکے تھے۔" اس کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئیں لیکن چہرے پہ کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

جلد ہی اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ "یس۔" اس نے فوری کال اٹنڈ کی۔

"اوکے، جلد انتظامات مکمل کرو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔" اس نے دوسری طرف سے بات سن کر کہا اور کال بند کر کے دوبارہ نمبر ملایا، دوبارہ کسی کو ہدایات دیں اور ڈرائیور کو گاڑی آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔

دس منٹ کی مسافت کے بعد اس کی گاڑی لائف ہوٹل کے قریب تھی۔ یہ شہر کے بڑے ہوٹلوں میں سے ایک تھا، جس کی مختلف شہروں میں شاخیں، اور پورے ملک میں شہرت تھی۔ بہت ہی مہنگا ہوٹل ہونے کی وجہ سے اونچے طبقے کی رسائی میں ہی رہتا تھا۔

"تم واپس جاؤ۔" اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اترتے ہوئے، ڈرائیور سے کہا تو اس نے سلام کر کے گاڑی موڑ لی۔

فادر پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل دیا، ہوٹل کے گیٹ سے ذرا پہلے ایک سیاہ کار کھڑی تھی جسے دیکھ کر فادر تیزی سے سڑک سے اترا اور پھر اس نے چہرے سے ماسک کھینچ کر اتار کر جیب میں ٹھونس لیا۔ دوبارہ سڑک پہ چڑھ کر وہ گاڑی کی طرف بڑھا، کار کے ساتھ ایک ماتحت جیسی وضع والا شخص کھڑا تھا، اس نے فادر کو سلام کیا اور گاڑی کی چابی تھما کر سلام کرتے ہوئے ہوٹل کے گیٹ کی طرف مڑ گیا۔

فادر کار میں بیٹھا اور لمحوں میں اس کی گاڑی پارکنگ میں پہنچ کر رکی، اس نے ڈیش بورڈ کھولا، ایک کارڈ نکال کر جیب میں رکھا، پسٹل نکال کر کوٹ کی دوسری جیب میں رکھتے ہوئے انجن بند کیا اور گاڑی سے نکل کر گاڑی لاک کرتے ہوئے عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلو سر۔" ایک پولیس آفیسر نے اسے سلیوٹ کیا۔

"ہیلو آفیسر، نفری پہنچ گئی؟۔" اس نے بدلے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یس سر، ہوٹل گھیرے میں ہے، عام لباس میں ہمارے لوگ ہال میں پہنچ چکے ہیں جبکہ باوردی افراد ابھی احاطے سے باہر آپ کی ہدایات کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"دیکھو، میرے اندازے کے مطابق وہ چار سے پانچ لوگ ہو سکتے ہیں اور بہت ہی خطرناک مجرم ہیں۔ میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کچھ عرصہ پہلے شہر کے بہت سے غنڈوں کو ایک ہی عمارت میں مار ڈالا تھا اس لئے بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہو گا اور جہاں تک ممکن ہو، انہیں زندہ ہی پکڑنا ہے، اگر چارہ نہ ہو تو گولی ماری جا سکتی ہے وہ بھی اس طرح کہ زخمی ہو کر بھاگنے سے باز آ جائیں، ان سے تفتیش کے بعد ہم ان کے پورے گروہ کو پکڑ سکیں گے۔" فادر نے کہا۔

"یس کیپٹن، آپ بے فکر رہیں، ایسا ہی ہو گا۔" جواب ملا۔

"اوکے، اپنے لوگوں کو بلاؤ، ریڈ کریں پھر۔" اس نے کہا اور آفیسر مڑ کر جیب سے موبائل نکالنے لگا اور فادر کی نظریں عمارت پہ جم گئیں۔

اگلے پانچ منٹ میں عمارت کے گرد کڑا پہرہ لگ چکا تھا اور ہوٹل کی ساکھ کی وجہ سے زیادہ شور شرابے سے درگزر کیا جا رہا تھا ورنہ اب تک فادر سب کو لِٹا چکا ہوتا، ہال میں ہر طرف عام لباس میں انسدادِ دہشتگردی کے اہلکار گھوم رہے تھے، انتظامیہ اور گاہک صورتحال سے کسی حد تک آگاہ کیے جا چکے تھے جس وجہ سے ان کے چہروں پہ بے

چینی ناچ رہی تھی لیکن انہیں صاف الفاظ میں بتا دیا گیا تھا کہ اگر کسی نے فضول میں منہ کھولنے کی کوشش کی تو انہیں بھی دھر لیا جائے گا جس وجہ سے سکون تھا ورنہ اب تک نجانے کتنے فون آچکے ہوتے کہ فلاں کو تو چھوڑ دو، فلاں کو جانے دو۔

فورس اس وقت کیپٹن ڈی (فادر) کی کمان میں تھی، وہ فون پہ مصروف نظر آ رہا تھا، اس کی شخصیت کا بھی الگ ہی رعب تھا جس وجہ سے شور ضرورت سے بھی زیادہ کم ہو گیا تھا۔ اس نے فون جیب میں ڈالا اور جونئیر کی طرف دیکھا۔

"چلو، چھ افراد ساتھ لے لو، شکار ٹریکر کی وجہ سے ٹریک ہو گیا ہے، کمرہ نمبر بی نائن چیک کرنا ہے۔" اس نے کہا تو جونئیر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔

فادر نے اس بار ایک کام ضرور کیا تھا، اس "قصائی" کے لباس میں ٹریکر چھپا دیا تھا، ہوٹل میں ہونے والے واقعہ سے اس نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ ایسا شخص ہے جو لاپرواہ ہے اور کسی کی بات کو اہمیت بھی نہیں دیتا، حد سے زیادہ پر اعتماد ہے لہذا آسان شکار ثابت ہو گا، اور فادر کا خیال

درست ثابت ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فادر سات افراد کی معیت میں تیسرے فلور پہ جا رہا تھا۔ تیسرے فلور سے رہائشی کمرے شروع ہوتے تھے جہاں کسی کمرے میں فادر کا شکار چھپا بیٹھا تھا۔ بی نائن کے سامنے پہنچ کر اس نے جونئیر کو اشارہ کیا تو اس نے آگے بڑھ کر دروازے پہ دستک دی۔

"کون ہے؟۔" اندر سے سرسراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"پولیس، ہمیں چیکنگ کرنی ہے۔" اس نے کہا۔

"چیکنگ؟ کس بات کی؟۔" حیرت سے پوچھا گیا۔

"دروازہ کھولو ورنہ ہم دروازہ توڑ دیں گے۔" فادر غرایا تو خاموشی چھا گئی، چند لمحوں میں دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا شخص کینہ توز نظروں سے انہیں گھور رہا تھا۔ وہ نئے میک اپ میں تھا لیکن فادر پہلی نظر میں ہی پہچان گیا کہ وہ انہی نوجوانوں میں سے تھا جنہیں اس نے پہلے اٹھایا تھا۔

فادر کی لات گھومی اور وہ نوجوان اڑتا ہوا کمرے کے وسط میں گرا، اسی وقت دو اور سامنے آئے۔

"انہیں گرفتار کرلو، اور تم لوگ، خبردار جو حرکت کی، پورا ہوٹل اس وقت پولیس سے بھرا پڑا ہے، جان سے جاؤ گے۔" فادر نے مسکرا کر کہا۔

* * *

عمارت کے دروازے پہ پہنچتے ہی وہ دروازے سے لگ کر رک گیا، سن گن لینے کے بعد وہ اندر گھسا، راہداری سنسان پڑی تھی، وہ تیزی سے اندر گھستا چلا گیا، ابھی وہ آدھی راہداری تک ہی پہنچا تھا کہ ایک کمرے سے اس کی طرف پشت کئے کچھ لوگ فائرنگ کرتے ہوئے الٹے قدموں چل رہے تھے جیسے سامنے سے پوری فوج ان پہ حملہ آور ہوئی ہو۔ اس کی سنجیدگی مزید گہری ہوئی۔

"سنو۔" اس نے کہا تو فائرنگ والے بدک کر رکے اور سر موڑے۔

"بس ٹھیک ہے، کافی ہے، پشت پہ گولیاں مارنا اچھا نہیں لگ رہا تھا، اب تم چشم دید گواہ ہو۔"

اس نے کہا اور کسی کے سمجھنے سے پہلے اس کا ہاتھ جیب سے نکلا اور ٹرچ ٹرچ کی آواز کے ساتھ وہ دونوں ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ وہ تیزی سے اس کمرے کی جانب بڑھا، کمرے میں ابھی دو افراد موجود تھے جو اب قدرے سہمے ہوئے نظر آرہے تھے کیونکہ وہ دو طرفہ فائرنگ کے شکار تھے۔

"ہیلو بوائز۔" اس نے کہا اور ان کا حشر بھی پہلے دو سے مختلف نہ تھا۔ اس کاروائی سے فارغ ہوتے ہی وہ کمرے میں موجود صوفہ کے پیچھے بیٹھ گیا اور کسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ صوفہ کے عقب سے سر نکالے پھٹے ہوئے فرش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"الو کے پٹھے، مجھے باندھ رکھا تھا۔" گولیاں کی تڑتڑاہٹ رکتے ہی بڑبڑاہٹ سنائی دی اور پھر فرش سے گن کی نال اور پھر سر برآمد ہوا۔

"جب کہ تمہارے جیسے سانڈ کو بندھا ہی رہنا چاہیے۔" اس نے کہا تو فرش سے نمودار ہونے والا چنگیزی چونک کر اس صوفہ کی طرف مڑا۔

"تو تم یہاں چھپے ہوئے ہو، میں بھی کہوں کہ یہاں موت کے فرشتے کا چکر کیسے لگ گیا؟" چنگیزی نے کہا۔

"باقی دونوں کہاں ہیں؟۔" ساحر نے ہنکارہ بھرا، اب وہ چنگیزی کی اندھادھند فائرنگ سے محفوظ تھا تو صوفے کے پیچھے سے نکل آیا۔

"کیا بات ہے؟ تم زیادہ ہی سنجیدہ ہو؟۔" چنگیزی نے پوچھا۔

"حالات بہت خراب ہیں چنگیزی، باقی دو کہاں ہیں؟۔ تم فادر اور سردار منگول سے واقف نہیں اس وجہ سے عام غنڈوں جیسا رویہ اپنا رکھا ہے۔" ساحر نے کہا۔

"تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے کہ گھٹیا لقب مجھے نہ دیا کرو، تمہارے سیکرٹ ایجنٹ تو کرسیوں سے بندھے پڑے ہیں اگر اس غنڈے کی آستین سے خنجر بروقت نہ نکلا تو سب مر چکے ہوتے۔" چنگیزی نے منہ بنایا۔

"اوہ، تو 'آستین کا کنجر'، مم۔ میرا مطلب ہے خنجر کام آیا ہے؟۔ ساحر جیسے زبان کے غوطے سے گھبرا گیا۔

"رہنے دو، تمہارے ڈرامے باقی سب کے سامنے چل سکتے ہیں، میرے سامنے نہیں۔" اس نے کہا۔

"تم لوگوں کی کسی بے وقوفی کی وجہ سے ہی فادر تم تک پہنچا ہے۔ تم یہاں سنبھالو، میں انہیں لے آؤں۔" ساحر نے کہا تو چنگیزی کے چہرے پہ رونق آگئی جیسے من چاہا کام مل گیا ہو۔

"گڈ، تم کافی سیانے ہو، میں دیکھتا ہوں اگر کوئی زخمی زندہ بچا ہو۔" اس کے چہرے پہ مسکراہٹ دیدنی تھی۔ ساحر سر ہلاتے ہوئے نیچے اتر گیا جیسے وہ جانتا تھا کہ چنگیزی کو یہی کام پسند آئے گا۔

کچھ دیر بعد وہ باہر کا رخ کر رہے تھے۔

"تم لوگ لائف ہوٹل کے کمرہ نمبر چار میں رکو گے، پرائیویٹ رہائش گاہیں اب خطرہ لئے ہوئے ہیں۔ ہوٹل میں کافی رش ہوتا ہے، اگر کوئی مسئلہ ہوا تو نکلنے میں آسانی ہو گی، عقبی رستہ سمجھا دیتا ہوں، میری وہاں سیٹنگ چل رہی ہے اور آج ہی میک اپ بدل کر پھیل جاؤ، مجھے اور بھی بہت کام ہیں۔ میں اگر تم لوگوں کی فیلڈنگ ہی کرتا رہا تو مشن پورا ہو بیٹھا ہے۔ جلد ہی میری طرف سے فائنل کال ملے گی اور کام تمام اگر اب تم لوگ کسی کے ہتھے چڑھے تو میں مشن چھوڑ کر نہیں آؤں گا۔ تم لوگ نہیں جانتے کہ کیا آفت سرحد کے قریب صرف ایک اشارے کا

انتظار کر رہی ہے، جیسے ہی اسے اشارہ ملا، وہ ہمارے ملک گھس جائے گی اور پھر وہی ہو گا جو چند روز پہلے یہاں کے ایک احتجاجی دھرنے میں ہوا تھا۔ ہوٹل پہنچ کر اپنی تلاشی ضرور لینا ایک بار۔۔"

جب وہ عمارت سے نکلے تو وہ بھرائی ہوئی آواز میں ان سے مخاطب تھا کیونکہ ان کے ساتھ جمال تھا جو اسے بطور ساحر، ان کے لیڈر کے طور پہ نہیں جانتا تھا، اس کے سامنے پراسرار ماسٹر زیرو کھڑا تھا جس نے انہیں فوری ڈھونڈ کر دشمن کے اڈے پہ اکیلے ہی دھاوا بول دیا تھا، یہ الگ بات تھی کہ چنگیزی بھی اسی کام لگا ہوا ملا اور دونوں کا کام آسان ہو گیا تھا۔

"یس باس، ہم خیال رکھیں گے۔" کبیر نے سنجیدہ و مودبانہ انداز میں کہا جبکہ چنگیزی رخ پھیرے برے برے منہ بنا رہا تھا۔ ساحر ہدایات دے کر آگے بڑھ گیا۔ کبیر اور اس کے ساتھیوں کو وہاں سے پانڈے کے لوگ اپنی گاڑیوں میں لے گئے تھے۔

انہیں لائف ہوٹل بھیج کر وہ خود بائیک پہ سوار ہوا اور ہوٹل واپس جانے کی بجائے اور سمت میں نکل پڑا۔ جلد ہی وہ ایک چھوٹی سی عمارت

کے سامنے رکا اور اتر کر گیٹ کا تالا کھولا، پھر بائیک کی طرف مڑا اور بائیک سمیت اندر داخل ہو کر واپس مڑا، گیٹ کو اندر سے بند کیا اور سوچوں میں گم، بائیک کو گھسیٹتے ہوئے پورچ میں پہنچا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ نئے میک اپ میں ڈریسنگ کے سامنے موجود تھا، میک اپ کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد وہ کمرے سے نکلا اور سیاہ رنگ کا اوور کوٹ پہن کر سامنے سے اس کے بٹن بند کئے، گیراج سے سیاہ رنگ کی کار نکالی اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کار ابھی سڑک پہ چڑھی ہی تھی کہ موبائل کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا۔ جیب سے موبائل نکال کر نمبر دیکھا اور پھرتی سے کال ریسیور کی۔

"انسدادِ دہشت گردی فورس نے ٹیم کو پکڑ لیا ہے۔" دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز میں کوڈ ورڈز میں بتایا گیا۔

"اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا حکم ہے باس؟۔"

"کچھ نہیں، جیل کی ہوا کھانے دو۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کال بند کر دی۔ "نکمے سارے۔ کہا بھی تھا کہ ہوٹل جا کر اپنی تلاشی لے لینا۔۔" وہ بڑبڑایا اور پھر ریلیکس ہوتا نظر آیا۔

"اب انٹیلی جنس کو استعمال کرنے کی نوبت آ ہی گئی ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے موبائل کی سکرین روشن کی اور کال کرنے لگا۔

* * *

کرنل کا آفس اس کی کوٹھی کے تہ خانوں میں ہی تھا، وہ اپنا زیادہ تر وقت وہیں گزارتا تھا۔ فادر کی فوج میں اس کی حیثیت سپہ سالار کی سی تھی، وہ گزشتہ پانچ سال سے اس تنظیم میں کام کر رہا تھا۔ کرنل ایک محبِ وطن تھا، فادر سے جڑنے سے پہلے ہند لینڈ آرمی سے بطور کرنل ریٹائر ہوا تھا، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اس جنون کے ساتھ زندہ تھا کہ سرحد پار بھی راج ہمارا ہو اور یہی اس کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

فادر اور اس کی تنظیم، جب کرنل سے ٹکرائی اور کرنل کو اپنا منصوبہ بتایا کہ وہ اس کے پڑوسی ملک کو اپنا ملک سمجھتے ہیں اور وہاں کی حکومت اور باغیوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو کرنل سرکس کے شیر کی طرح دھاڑنے لگا۔ وہ اس تنظیم کے بڑوں سے ناواقف تھا، چند ایک بار اس کی بات گرینڈ فادر سے ضرور ہوئی تھی، لہذا اس کی تمام تر وفاداری فادر سے جڑی تھی۔ وہ دن رات اسلحہ کی سمگلنگ میں یوں کھو گیا جیسے مقصدِ حیات مل گیا ہو، سمگل کیا ہوا یہ اسلحہ پاکسٹیٹ کی غیر قانونی فیکٹریوں میں تیار کیا جاتا تھا اور پھر دنیا کے مختلف کونوں میں موجود دہشت

گردوں کو سپلائی کر کے پاکسٹیٹ کو حدفِ تنقید بنانا ہی سب سے اہم اور پوِتر (پاک) کام تھا۔

اس کے علاوہ کچھ اسلحہ مختلف ترقی یافتہ ممالک سے بھی خصوصی طور پہ سمگل ہو کر آتا تھا جسے کسی نہ کسی طرح پاکسٹیٹ میں ذخیرہ کیا جا رہا تھا تا کہ جیسے ہی حتمی قدم اٹھایا جائے، پاکسٹیٹ کے 'میر جعفر' اور 'میر صادق' ساتھ ملا کر ہفتوں کا کام دنوں میں کرتے ہوئے قبضہ کر لیا جائے۔ اس مقدس مشن میں ، سمگل کئے گئے اسلحہ سے ہندلینڈ میں بھی تباہی پھیلائی گئی جس میں کرنل نے بھرپور انداز میں حصہ لیا تھا، اس کا ماننا تھا کہ اگر پڑوسی کو شطرنج کی بساط پہ مات دینی ہے تو اپنے پیادے مروانے پڑیں گے، اس کے ہم وطن اس کے لئے پیادے تھے جن کے مرنے سے پڑوسی ملک کو تباہ کرنے کا موقع ملے تو مضائقہ نہیں، اسی وجہ سے اس نے مخالفت کرنے کی بجائے اس مشن کی سربراہی قبول کی تھی، اس کا جنون اس کی عقل کو کھا چکا تھا۔۔ وہ بس ایک جنون تھا اب۔۔ محض جنون۔

رات کے اس پہر انٹر کام کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا اور حیران نظروں سے ریسیور کو دیکھتے ہوئے اٹھا کر کان سے لگا یا۔

"یس۔" اس کے لہجے میں بھی حیرت تھی جیسے اس وقت کسی کا آنا ایسے ہی ہو جیسے گنجے کے سر پہ اچانک بال نکل آئے ہوں۔

"مسٹر رومیو آئے ہیں باس۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور کرنل کو حیرت بھرا جھٹکا لگا۔

"اس وقت ؟۔ اچھا بھیج دو۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"اس وقت کیا آفت آن پڑی ؟ لگتا ہے زیادہ ہی سر پہ چڑھ بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔" کرنل ناگواری سے بڑبڑایا۔

دروازہ کھلا اور رومیو اندر داخل ہوا۔ "ہیلو کرنل جی، کیسے ہیں آپ ؟۔ "

چہرے پہ ازلی مسکراہٹ اور آنکھوں ذہانت جس میں شرارت مکس نظر آ رہی تھی۔

"اس وقت ؟ خیریت ہے ؟۔" کرنل زبردستی مسکرایا۔

"دلوں پہ راج کرنا ہو تو ہر وقت حاضری دینی پڑتی ہے۔" اس نے قہقہہ لگایا تو کرنل الجھ گیا کہ اس بات کا کیا مطلب ؟۔

"مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کرنل ؟۔" وہ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے مسکرایا تو کرنل بے بسی سے ہنس دیا۔

"کرنل، آپ ہمیشہ اس جنون کے ساتھ جیتے آئے ہیں کہ پڑوسی ملک میں اپنا راج دیکھنا چاہتے ہیں، اپنی قوم کا راج دیکھنا چاہتے ہیں تو ایسا ہونے کے بعد آپ ایک طرح سے اپنی قوم کے دلوں پہ راج کریں گے ؟ ہے نا ؟۔"

"تم بہت ذہین ہو لڑکے۔ بہت گہری بات کرتے ہو.... لیکن رکو۔ تمہیں کس نے کہا کہ میں اس جنون میں ہوں ؟۔" وہ مسکراتے ہوئے اچانک چونک گیا۔

"ارے یہ بھی کوئی چھپی بات ہے، آپ سے جُڑنے کے بعد آپ کے مختلف دوستوں سے ملتا رہا ہوں تاکہ دیکھوں کہ آپ پہ کتنا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔" رومیو مسکرایا۔

"اوہ۔" کرنل چونک کر سیدھا ہوا، وہ اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کرنل، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پچھلے دنوں ہسپتال کے سامنے ہونے والے حادثے کا ذمہ دار کون ہے اور ایسا کیوں ہوا؟۔" رومیو بھی یکلخت سنجیدہ ہو کر سیدھا ہوا۔

"کون ہے؟۔" کرنل کے منہ سے پھسل گیا۔

"سوال یہ ہے کہ اگر میں بھی بڑے پیمانے پہ اس میں شامل ہونا چاہوں تو؟۔" رومیو نے الٹا سوال کر دیا۔

"دیکھو لڑکے، میں صاف بات کروں گا، بڑے پیمانے پہ جانے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے لیکن...... یہ باتیں کر کے تم نے اپنی حیثیت مشکوک کر دی ہے، اس کی وضاحت کئے بغیر تم یہاں سے جا نہیں سکتے۔" کرنل نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے روکنا تمہارے بس میں نہیں کرنل، میں اس دھرتی کا وہ سپوت ہوں جو اپنی جنتا کے لئے اپنی جان کی بَلی بھی دے سکتا ہوں لیکن اپنی جنتا کی بھلائی کو وجہ بنا کر کسی اور کا نقصان کرنا بھی پاپ ہے جو کہ تم کرنا

چاہتے ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ خود کو قانون کے حوالے کر دو اور سرکاری گواہ بن جاؤ۔" رومیو نے کہا۔

"تم ہو کون؟۔" کرنل غرایا، اس کا ہاتھ تیزی سے میز کے نیچے گھسا اور جب بر آمد ہوا تو اس کے ہاتھ میں خوفناک پسٹل تھا۔

"آہاں۔ پسٹل بھی مختلف نسلوں کے آنے لگے ہیں، جیسے یہ، ایسے لگتا ہے جیسے بوہلی کتا ہو۔" رومیو مسکرا کر کرسی کے بازوؤں پہ ہاتھ ٹکا کر تھوڑا سا اوپر ہوا جیسے بیٹھے بیٹھے تھک گیا ہو اور رخ بدلنے لگا ہو لیکن نہ صرف اس کا رخ بدلا بلکہ کرنل کے منہ کا زاویہ بھی بدل گیا، وہ "بوہلی پسٹل" رومیو کے ہاتھ میں تھا۔

"یہ بوہلی کیا ہوتا ہے؟۔" حالات کی سنگینی کرنل کے ذہن سے یکسر نکل گئی تھی۔

"یہ بھی ہوتا ہے اور وہ بھی ہوتا ہے۔ کرنل مجھے امید نہیں تھی کہ اس دیش کے فوجی کرنل کو سی آئی ڈی کا ایک معمولی انسپکٹر گرفتار کرنے

پہنچ جائے گا، اگر جنتا کے سامنے یہ بات گئی تو سِینا(فوج) سے ان کا بھروسہ کائیں کائیں کرتا دور ہوتا چلا جائے گا لہذا....."

"تم ہو کون؟ نام بکو اپنا؟۔" کرنل حلق کے بل چیخا اور پھر کھانسنے لگا۔

"اس عمر میں اسلحے کی سمگلنگ۔۔ چچ۔۔ چچ۔ اس عمر میں حقے کا دھواں بھی بیمار کر دیتا ہے چہ جائیکہ بم، گولی کا اور تابکاری دھواں۔ میرا نام چندن ہے کرنل۔ میں ہسپتال کے سامنے ہونے والے سانحہ کی تفتیش کر رہا تھا کہ ڈاکٹر فیضی تک جا پہنچا، اس کے انداز سے کھٹکنے پہ میں نے اپنے انفارمر سے پوچھنا چاہا اور اس کے دو ٹوک جواب سے میں سمجھ گیا کہ دال میں کچھ 'پیلا' ضرور ہے، پھر پتہ چلا پوری دال ہی 'پیلی' ہے۔ اور پھر پتہ چلا کہ دال تو ہوتی ہی زرد ہے۔ میرا انفارمر ڈے سوزا اسی وجہ سے مارا گیا، مجھ پہ قاتلانہ حملہ ہوا جس سے میں بال بال بچا اور پھر ارادہ کیا کہ ڈاکٹر فیضی کو نہیں چھوڑوں گا لیکن میں اس پہ ہاتھ ڈالنے کی حیثیت میں بھی نہیں تھا، تب مجھے ایک شیطانی دماغ والا شخص ملا، وہ خود ہی مجھ سے آن ٹکرایا تھا۔ اسے مجھ سے بھی زیادہ معلومات تھیں، اس نے مجھے روپوش ہونے کا آئیڈیا دیا، اس نے مجھے ڈاکٹر فیضی کو اغوا

کرنے کا بھی پلان دیا۔ میں نے فیضی کو جان بوجھ کر بلیک میل کرنے والے انداز میں دھمکایا، پھر اس کے لان میں ہی کھڑے ہو کر اس کے کمرے میں فائرنگ کی۔ جس نے مجھے یہ پلان بتایا، اسی نے بتایا تھا کہ فائرنگ کے بعد اس کے کمرے میں جانا اور اس طرح کا رویہ رکھنا، فیضی خود بخود تمہارے ساتھ چلا آئے گا، اور ایسا ہی ہوا۔" رومیو، جو کہ چندن تھا، نے سنجیدگی سے ساری تفصیل بتائی۔

"تمہارے علاوہ اور کون کون اس میں شامل ہے؟۔" کرنل غرایا۔

"میں، رومیو، اس کی محافظ اور ڈی آئی جی، بس۔ تمہاری کوٹھی اس وقت سی آئی ڈی اور پولیس کے گھیرے میں ہے، بچنے کا کوئی رستہ نہیں۔" چندن مسکرایا تو کرنل کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔

وہ اندر سے بہت پہلے گھبرا گیا تھا لیکن فادر کے اثر و رسوخ سے بھی واقف تھا جس وجہ سے چندن کی باتوں کو اہمیت نہیں دے رہا تھا لیکن کوٹھی گھیرے میں؟۔ یہ خطرناک بات تھی، اس کے پاس بہت سے راز تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ کرنل کے جسم کو جھٹکا لگا اور جھٹکے کے ساتھ ہی اس کے سر سے تلوار جیسی تیز دھار دھات نکلی، کرنل کا جسم اس پہ ایسے لٹک سا گیا جیسے مرغی کا چرغہ، اس کی کرسی میں، یا فرش میں ایسا کچھ۔۔ یہ دیکھ کر چندن گھبرا کر کرسی سے اٹھا، اسی وقت جیسے زلزلہ آ گیا ہو چندن تیزی سے دروازے کی طرف دوڑا اور دھماکے کے ساتھ وہ اچھل کر دروازے سے ٹکرایا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کمرے کا فرش ایک طرف سے اٹھتا چلا آ رہا ہو، جیسے زمین پہ بچھی چٹائی سمیٹی جا رہی ہو اور ساتھ دھماکوں کی آواز کے ساتھ انسانی چیخیں بھی شامل ہو گئیں۔

اس عمارت سے اچانک ہی آگ کی لپیٹوں کے ساتھ دھویں کی عجیب سی یلغار پوری کالونی پہ چھانے لگی اور آس پاس کے کوٹھیوں والے تو خوف کے مارے دبک ہی گئے۔ کالونی میں ریٹائرڈ افسران کی بھرمار تھی اور ایک آفیسر کی کوٹھی کا اس طرح دھماکے سے اڑ جانا، عام بات نہ تھی، اسی خیال کی وجہ سے کسی میں باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔

دھماکے کے وقت، اس کوٹھی سے ذرا فاصلے پہ ایک اور کوٹھی کی چھپ پہ ایک سایہ کھڑا اسی کوٹھی کو گھور تھا، اس نے جیب سے موبائل نکال کر کال کی۔

"وقت لگے لگا۔" دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

"اوکے۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

* * *

سردار منگول اپنے کمرے میں بیٹھا، گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "منگول ایمپائر" نامی یہ تنظیم شاید اس کی پیدائش سے بھی پہلے کی تھی، جب

سے ہوش سنبھالا تھا اسے یہی سکھایا گیا تھا کہ اس کے آباؤ اجداد دراصل پاکسٹیٹ کے حکمران تھے جنہوں وہاں سے بے عزت کر کے نکالا گیا تھا۔ اس تنظیم کا ایک ایسا پینل بھی تھا جس کے سامنے سردار منگول جوابدہ تھا لیکن وہ اس پینل کے ایک، دو شرکا سے زیادہ کسی کو ذاتی طور پہ نہیں جانتا تھا۔

وہ ہپناٹزم کا بہت بڑا ماہر اور ماہر منصوبہ ساز تھا، تنظیم کے بعض اہم اہلکار اس کے ٹرانس میں رہتے تھے اور مشینی انداز میں اس کے احکامات پہ عمل کرتے تھے۔ اس کے خواب بہت سہانے تھے، وہ ایک تنظیم کا سربراہ تو تھا ہی، جب سے عملی اقدامات کی طرف ہوا تھا، اب وہ ایک ملک کی سربراہی کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ انتظامی امور کا ماہر تھا جس میں دونوں رنگ شامل تھے، آمریت بھی اور جمہوریت بھی۔ وہ پاکسٹیٹ کے افراد کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ اس کی غلامی کر سکیں اور سردار سمیت اس کی تنظیم "پیراسائیٹس / طفیلیوں" کی طرح ان پہ پل سکیں۔ ان کی راہ میں رکاوٹ صرف آرمی اور حکومت تھی، سردار کے پاس دونوں کو سنبھالنے کے لئے منصوبہ تھا لیکن پچھلے

کچھ عرصے سے وہ خفیہ نہیں رہے تھے جس وجہ سے بڑے پیمانے پہ ناکامیوں کی ایک لمبی لسٹ تیار ہو چکی تھی۔

جب پاکسٹیٹ میں رہ کر منصوبے پہ عمل پیرا ہونا ناممکن نظر آیا تو اس نے منصوبہ بدلا، وہ پاکسٹیٹ اور ہندلینڈ کی آپسی دشمنی کو ہتھیار بنانے کا سوچنے لگا۔ اپنے اثرورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے اس نے ہندلینڈ کی اعلیٰ قیادت میں رخنہ اندازی کی اور "وِچولوں" کی مدد سے وزیرِ اعظم کے مشیر سے ملاقاتیں کرنے لگا۔ ڈالر ملتے ہوں تو اچھے اچھوں کی ہوا نکل ہی جاتی ہے، ہر ملاقات کے پیچھے ڈالر برسنے لگے اور ملاقاتیں ہونے لگیں کہ اچانک وزیرِ اعظم کے مشیر اور اس کے آقا رخ بدلنے لگے لیکن سردار منگول کے پاس گزشتہ خفیہ میٹنگز کی ویڈیوز ہونے کی وجہ سے وزیرِ اعظم کا مشیر ملنے سے انکار نہ کر سکا اور ملاقاتیں چلتی رہیں، یہ ملاقاتیں اب وقت کا ضیاع ہی تھیں لیکن آج کی ملاقات فیصلہ کن ہونے والی تھی جس کے بعد 'آر' یا 'پار' ہی ہونا تھا۔

وزیرِ اعظم کے مشیر نے بلیک میلنگ مواد کی وجہ سے مجبوراً نرمی دکھائی تھی لیکن ایک شرط پہ کہ سردار منگول جو مانگیں رکھتا ہے وہ

ساری کی ساری لکھی جائیں، وزیرِ اعظم کے مشیر کے ساتھ ایک نوجوان اسکالر جو کہ اس ملک کے آئین و معیشت پہ گرفت رکھتا ہے، وہ ان شرائط کو پرکھے گا پھر اگلی بات ہو گی، اس نوجوان کو وزیرِ اعظم نے اپنا ذاتی رازدان بتایا تھا، اور ذمہ داری بھی لی تھی کہ کوئی بھی بات لیک آؤٹ نہیں ہو گی۔ آج وزیرِ اعظم کے مشیر کے ساتھ وہ شخص بھی آنے والا تھا اور سردار منگول کے ذہن میں اس شخص کو شیشے میں اتارنے کا منصوبہ بھی آچکا تھا۔

مترنم گھنٹی کی آواز سن کر وہ چونک گیا، یہ مہمانوں کی آمد کی گھنٹی تھی۔ وہ اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہنڈلینڈ کے وزیرِ اعظم کا مشیر خاص اور اس کے ساتھ پڑھاکو شکل والا نوجوان تھا، نوجوان کے بال الجھے ہوئے تھے جنھیں شاید عجلت میں سلجھانے کی کوشش میں مزید الجھا دیا گیا تھا، ناک پہ بڑے شیشوں والی عینک تھی جو بار باریوں پھسل رہی تھی جیسے ناک کی بجائے گیلے صابن پہ رکھی گئی ہو۔

"کیسے ہیں آچاری صاحب؟۔" سردار منگول مسکرایا۔

"بھگوان کی دَیا ہے، ان سے ملئے یہ گلاب سنگھ جی۔" آچاری نے نوجوان کا تعارف کروایا۔

"دیہاڑی جی، پورا نام بتایا کریں، گلاب سنگھ ولد موتیا سنگھ۔" نوجوان نے منہ بنایا تو آچاری نے بھی ناگواری سے منہ بنایا۔

"سردار، یہ ذرا سنکی سا ہے، امید ہے آپ غصہ نہیں کریں گے۔ کیا دستاویز تیار ہے؟۔" آچاری نے سردار سے کہا۔

"ہاں، آپ کے ساتھ والی میز کی دراز میں ہے۔" سردار منگول نے کہا۔

گلاب سنگھ نے جھپٹ کر دراز کھولی جیسے بچے کو من پسند مٹھائی ملی ہو اور دستاویز نکالتے ہی اسے ہضم کرنا شروع کر دیا۔ سردار منگول اور آچاری دونوں نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا لیکن وہ اپنے کام میں مگن تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد اس نے پورا منہ کھول کر اباسی لی اور بانہیں کھول کر انگڑائی لیتے ہوئے چیخا۔ "کُکڑ سنگھ، لسی کا گلاس لا، دماغ سو گیا ہے۔" اور آچاری نے زیرِلب ایک گالی دی۔

"اوہ شما چاہتا ہوں، مجھے یاد نہیں رہا کہ میں اپنے گھر نہیں بلکہ اہم بَک بَک میں آیا ہوں۔ "اس نے احترام سے بھرپور لہجے میں معافی مانگی۔

"میرا وقت مت ضائع کرو بچے۔ "سردار غرایا۔

"تو سردار بغلول۔ "اس نے سردار پہ نظر جماتے ہوئے کہا۔

"سردار منگول۔ "آچاری نے ڈانٹا۔

"وہی، سردار گول، کس بے وقوف نے آپ کو سردار بنایا؟۔ "اس نے آنکھوں پہ پھسلتا چشمہ سیٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بکواس ہے؟۔ "سردار سے اس طرح آج تک کسی نے بات نہیں کی تھی، اس کا بپھر جانا لازم تھا، پہلی بار اس مغرور کو کسی نے للکارا تھا۔

"اس منصوبے کے مطابق آپ لوگ تابکاری فضلہ بند کنٹینروں میں بھر کر سرحد تک لے جائیں گے، وہاں سے پھر اس فضلے کو، جو کہ چھوٹے چھوٹے پیکٹوں میں ہو گا، سرحد پار منتقل کریں گے۔ یہ قابلِ عمل نہیں، اگر ایک بھی پیکٹ لیک ہوا تو ہمارے تو لوگ مارے جائیں گے بلکہ سرحد کے قریب ہونے کی وجہ سے اُس طرف بھی اموات ہو

سکتی ہیں اور دونوں طرف ایک جیسی حالت کی لاشیں بہت سے سوال کھڑے کر دیں گی۔"

"تم سمجھے نہیں بچے، اصل منصوبہ ہی یہی ہے۔ پیکٹ ہم خود لیک کریں گے، دونوں طرف لوگ مریں گے، سرحدرات کے وقت خالی ہو گی تو بڑی آسانی سے ہم باقی مال اس طرف لے جائیں گے۔" سردار نے اسے ٹوکا تو گلاب نے پلکیں جھپکائیں۔

"جب سب مر جائیں گے تو مال لے کر کون جائے گا؟" اس نے پوچھا۔

"سب نہیں، وہ لوگ جو مخصوص لباس میں نہیں ہوں گے، باقی افراد گاڑیوں پہ ہی مال لے جائیں گے اور ایک گاڑی اسی طرح کھلی رہے گی جیسے یہاں ہسپتال کے سامنے گاڑیاں کھولی گئی تھیں اور رستے میں آنے والا ہر انسان و جانور آناًفاناً ہلاک ہو جائے گا، اس کی رپورٹ بھی ہم خود پاکسٹیٹ کی آرمی کو دیں گے تاکہ وہ بوکھلا کر اس طرف متوجہ ہو جائیں اور ہم دوسری طرف سے فائٹر جیٹ کی مدد سے یہ فضلہ پلاسٹک بیگز کے ذریعے آبادی میں پھینکیں گے۔ تمہاری حکومت سے بس اتنی ہی مدد چاہییں۔ باقی ہم پاکسٹیٹ سے ہی سنبھال لیں گے۔"

"اور سرحد سے گاڑیوں کے ذریعے جو مال جائے گا اسے بین الاقوامی میڈیا پہ یہ کہہ کر اچھالا جائے گا کہ وہ مال ہے ہی پاکسٹیٹ کا جس کی وجہ سے ہندلینڈ کے لوگ بھی مارے گئے۔" گلاب سنگھ نے عینک کو درست کرتے ہوئے لقمہ دیا۔

"بالکل۔ بس اتنا سا کام ہے۔" سردار منگول مسکرایا۔

"سردار اسبغول، میں نہیں مانتا کہ بس اتنا سا کام ہے۔ یہ عام سا کام حکومتی دخل اندازی کے بغیر بھی ہو سکتا ہے، سرحد پہ تمہارے لوگ جا سکتے ہیں جو ہمارے اور اُن کے لوگوں کا تابکاری کا شکار کر کے گاڑیاں لے کر اُس طرف نکل جائیں، نجی ہیلی کاپٹر نچلی اڑان پہ اُس طرف گھس سکتے ہیں، ہمارے فائٹر جیٹ ہائی جیک ہو سکتے ہیں پھر حکومت ہی کیوں؟۔" گلاب سنگھ کی عینک اس بار نیچے نہیں کھسکی تھی۔

"یہ اصل میں کون ہے؟ یہ سکالر بالکل بھی نہیں۔؟۔" سردار چونک کر سیدھا ہوا۔

"مجھ سے اکثر یہی سوال پوچھا جاتا ہے، میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں تو خود کو کیا سمجھوں، آپ کو کیا بتاؤں؟" گلاب سنگھ مسکرایا۔

"سردار، یہ ایسا ہی ہے۔" آچاری کی شکل پہ بارہ بج رہے تھے، اسے اپنی جان بھی خطرے میں نظر آرہی تھی، محض اس بے وقوف کی وجہ سے۔

"تم لوگ آم کھاؤ، پیڑ مت گنو۔ اسی کام کے تمہیں کروڑوں ڈالر ملیں گے لیکن میں تمہارے بارے میں مشکوک ہو گیا ہوں۔" سردار نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ ہسپتال کے سامنے ہونے والا واقعہ تابکاری اثرات کا نتیجہ ہے؟" گلاب سنگھ یکلخت سنجیدہ ہوا، سردار اس کی بات سن ٹیک چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"مطلب؟" وہ غرایا۔

"ہسپتال کے سامنے جو ہوا وہ صرف ایک ٹیسٹ تھا، ہسپتال میں جو نوجوان مرا تھا وہ ڈاکٹروں کی لاپرواہی کی وجہ سے نہیں مرا تھا، اس کا وقت آگیا تھا تو مر گیا، تمہارے لوگوں نے ٹیسٹ کے ساتھ ساتھ حکومت کو ڈرانے دھمکانے کا نیا طریقہ نکالا۔ اس کی موت کو ہوا دی، مقامی چور اُچکوں کو اکسا کر میدان میں لے آئے۔ تم نے گھٹیا ذہنیت کے سیاستدان خرید کر وہاں کھڑے کئے جو اپنی سیاست چمکانے کے چکر میں ملک کا سودا کر بیٹھے۔ پھر تم نے مقامی افراد کو رقم پہنچا کر ان کو بھی احتجاج میں گھسیٹ لیا، یہاں تک کہ وہ رقم کے لالچ میں، سیاستدانوں کے کہنے پہ اپنے بیوی بچے بھی لے آئے اور تم نے موت کا رقص شروع کر دیا۔" گلاب سنگھ نے چشمہ سیٹ کرتے کرتے تفصیل بتائی جسے سن کر آچاری تو آچاری، سردار منگول بھی سکتے میں آگیا تھا۔

"لڑکے، تم یہاں سے واپس نہیں جا سکتے۔" سردار منگول غرایا۔

"یہ تو مجھے تھوڑی دیر پہلے کرنل نے بھی کہا تھا۔" نوجوان مسکرایا۔

"تت۔ تت۔ تم۔ تو یہ تم ہو۔ تم وہاں سے بچ کیسے گئے؟۔" سردار منگول ہکلا گیا۔

آچاری خاموش حیرت کی تصویر بنے دونوں کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے ٹیبل ٹینس کا میچ ہو رہا ہو اور وہ جج۔

"ڈیئر خواری، مم۔ میرا مطلب ہے بیچاری، افوہ۔ بیماری نکلو یہاں سے اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو۔" نوجوان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے بے وقوفوں کی طرح کہا اور آچاری نے تھوک نگلتے ہوئے سردار منگول کی طرف دیکھا۔

"ڈرو مت، ایسی بہت سی باتیں ہیں جو یہ پسند نہیں کرے گا کہ تمہارے سامنے ہوں، نکلو۔" وہ غرایا تو آچاری یوں دروازے کی طرف بھاگا جیسے دروازے کے اس پار واش روم ہو اور اسے بہت سخت.......

"کیا تم ساحر گردیزی ہو؟۔" سردار نے پر سکون ہوتے ہوئے پوچھا، اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی جیسے بچہ گھر لوٹ آنے پہ باپ خوش ہو رہا ہو۔

"میں چندن ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"یہاں کسی چندن میں یہ صلاحیت نہیں جو تم میں ہے ۔" سردار مسکرایا۔

"اوکے، میں چندن ہوں، رومیو ہوں، اور ساحر گردیزی بھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے چشمہ اتار کر ایک طرف رکھا اور پھر چہرے سے ماسک کھینچ لیا، وہ رومیو کے میک اپ میں تھا۔

"تمہاری اپنی شکل اس سے اچھی ہے۔" سردار منگول نے کہا۔

"ہو سکتا ہے لیکن لوگوں کو وہ پسند نہیں، خاص طور پہ تم جیسے لوگوں کو۔" ساحر مسکرایا۔

"مجھے تم بہت پسند ہو، تمہارے لئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" سردار منگول آگے کی طرف جھکا۔

"چہرے پہ داڑھی بھی ہے، مونچھیں بھی۔۔ خیر خیر، یہ تو تھریڈنگ سے بھی آجاتی ہے۔" ساحر ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر بڑبڑایا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟۔" سردار نے منہ بنایا۔

" کیا تم صنفِ نازک ہو جو میرے لئے کچھ بھی کر سکتی ہو؟۔" اس نے زبان چلائی۔

"تمہارے چہرے پہ جو قدرتی طور پہ غصیلی سنجیدگی طاری رہتی ہے اس کی وجہ سے کوئی تم تک اپروچ نہیں کرتا اگر اسے مسکراہٹ میں بدل دو تو لڑکیاں کٹ مریں۔" سردار نے قہقہہ لگایا، وہ بہت عرصے بعد کھل کر ہنسا تھا۔

"میرے ملک سے نکل جاؤ۔" ساحر نے اچانک کہا۔

"وہ ہمارا ملک ہے۔" سردار بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"تو وہاں آ کر بس جاؤ، شہریوں کی طرح۔ گھر کی طرح اپناؤ۔"

"ہم حکومت کریں گے۔"

"بے بے کا گھر ہے کیا؟۔" ساحر چلایا۔

"یہ بے بے کیا ہے؟۔" سردار الجھ گیا۔

"باں باں سے پہلے بے بے ہوتی ہے پھر باں باں نکلتی ہے۔" ساحر نے کہا۔

"خیر، بے بے کا گھر ہی سمجھو۔" اس نے نا سمجھنے والے انداز میں ہاتھ جھٹکا۔

"تو تم باز نہیں آؤ گے؟۔" ساحر نے تصدیق چاہی۔

"ہاں۔" سردار نے دوٹوک جواب دیا۔

"اوکے، پھر تمہاری چھٹی۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جب تم اپنے ملک میں میرے ایک اڈے میں تنہا پہنچے تھے، میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا۔"

"اور پہلی نظر میں ہی پیار ہو گیا۔" اس نے شرارت بھرے لہجے میں بات کاٹی۔

"مجھے شدت سے احساس ہوا کہ تم کوئی خاص شے ہو تو میں نے تمہارا ٹیسٹ لیا۔"

"بچپن میں بہت سے ٹیسٹ میں نے گھٹنے کے نیچے کتابیں رکھ کر دیئے ہیں، اور شاندار نمبروں سے پاس بھی ہوا۔" وہ مسکرایا۔

"بات سنو، جسمانی جانچ کے لئے، میں نے دس لوگ آگے بڑھائے، یقیناً یہ تم پہ ظلم تھا لیکن کیا کریں، ٹیسٹ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ تمہاری جدوجہد مجھے پسند آئی، تم نے انہیں بہت نچایا۔"

ساحر بوریت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے صوفہ پہ بیٹھ گیا، شاید اسے بھی کچھ سننا تھا یا کسی کا انتظار تھا۔

"پھر تمہیں ایک کمرے میں قید کر دیا گیا، جب تم ہوش میں آنے لگے تو روپ سنگھ کو وہاں بھیجا گیا تاکہ تمہاری ذہنی کیفیت چیک کر سکوں، تم جنونی بھی ہو، یہ تب پتہ چلا۔ اس حالت میں روپ سنگھ جیسے انسان کو مات دینا بہت بہت مشکل امر تھا۔ لڑائی بھڑائی کے دوران میں تمہاری جسمانی طاقت اور پینتروں سے ذہانت کے علاوہ، اس اڈے میں کی جانے والی تمہاری کاروائی کے بعد اس نتیجے پہ پہنچا کہ تمہیں میرے لئے کام کرنا چاہیے۔ اگر اُس دن میں ایک لمحہ دیر کر دیتا تو میرے لوگ تمہیں زہریلا ٹیکہ لگا چکے ہوتے، تم نے وہاں کے سٹاف کے ساتھ جو کیا تھا، کوئی بھی تم سے نفرت کا اظہار اسی طرح کرتا کہ تم ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ۔" وہ رکا۔

"اس دن تم میری وجہ سے بچ تو گئے لیکن تمہارا ذہن، 'زہریلہ ٹیکہ لگا دو' اس جملے کے رد عمل میں شاید کچھ زیادہ ہی جاگ گیا مگر جسم اُس کا ساتھ نہ دے سکا اور تم بے ہوش ہو گئے۔ تمہاری کمی پوری کرنے کے لئے ہم نے وہاں ایک نقلی آدمی چارے کے طور پہ رکھا اور تمہیں میرے پاس لایا گیا۔"

اس کی باتیں سن کر ساحر کے ذہن میں عجیب سی سرسراہٹ شروع ہو گئی تھی، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ذہن سن ہو رہا ہو۔ "تم یہ سب کیوں بتا رہے ہو مجھے؟۔" اس نے سر جھٹکا۔

"تاکہ تم میرے احسان مند رہو۔" سردار کے چہرے پہ ذو معنی مسکراہٹ تھی۔ "تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

"معذرت، تمہارے خاندان میں شادی کر کے چھوٹی آنکھوں اور نوکیلی مونچھوں والے بچے نہیں پیدا کرنے میں نے، لڑکی رہنے دو۔" ساحر نے کہا۔

"تمہارے کام کی چیز ہے۔" سردار منگول نے تپائی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ مکاری کرنا چاہتے ہو؟" ساحر اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

"نہیں۔ یقین رکھو۔" اس نے موبائل اٹھا کر نمبر ملایا۔ "سردار بول رہا ہوں، گیسٹ روم کی سکرین آن کرو اور بلیک سیف سے ایک USB نکال کر لگاؤ۔ اس پہ زیرو لکھا ہو گا، اس سکرین کے علاوہ کہیں بھی یہ فلم نہیں دیکھی جائے گی۔" سردار نے کہا اور کال بند کر موبائل تپائی پہ رکھ دیا۔

"زیرو، ایسا ہندسہ ہے جس کی ظاہری طور پہ کوئی قیمت نہیں لیکن جس کے ساتھ بھی لگتا ہے اس کی قیمت بڑھا دیتا ہے، اسے قیمتی کر دیتا ہے، تم میرے لئے وہی "زیرو" ہو۔" اس نے کہا۔

"میں ویسے بھی زیرو ہی ہوں۔ ٹُھس بٹا پُھس۔" وہ کہیں دور سے بولا۔

وہ دونوں تھوڑی دیر خاموش ہوئے، ساحر بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ سردار اس پہ اتنا کیوں مہربان ہے، اس کے لئے یہ بات باعث حیرت تھی کہ اسے سردار سے انسیت محسوس ہونے لگی تھی، جیسے وہ اس کا دوست ہو، کوئی اپنا ہو، جس سے پہلے بھی اچھے ماحول میں مل چکا ہو۔

اسی وقت دیوار سے لگی سکرین روشن ہوئی اور تھوڑی دیر نیلے رنگ کی ہی رہی پھر ویڈیو چلنا شروع ہوئی۔ جیسے جیسے ویڈیو آگے بڑھتی رہی ساحر کا چہرہ حیرت سے مسخ ہوتا نظر آیا اور ذہن قلابازیاں لینے کے علاوہ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جسم میں عجیب سی حرارت محسوس کرتے ہوئے اس نے سردار کی طرف دیکھا۔

"یہ۔۔یہ۔۔یہ تو میں ہوں۔" اس کے منہ سے الفاظ پھسلنے لگے۔

"ہاں، تمہیں لگتا ہے کہ تم ساحر گردیزی ہو لیکن تمہارا نام کچھ اور ہے۔

تمہیں زبردستی ساحر گردیزی کا روپ دیا گیا ہے۔ تم ایک ہتھیار کے طور پہ استعمال کئے جا رہے ہو کیونکہ تم جیسا شخص بہت ہی قیمتی، نادر اور نایاب ہوتا ہے۔ تم سونے کی چڑیا ہو جسے ہر ایک شخص اپنے قبضے میں رکھنا چاہے گا، اسی وجہ سے تم کسی کے قبضے میں ہوں مستقل۔" سردار کی آواز اسے دور، کہیں دور سے آتی سنائی دے رہی تھی اور خود کو اندھے کنویں میں محسوس کر رہا تھا۔

"میں سونے کی چڑیا نہیں، چِڑا ہوں۔" اس کی آواز بھی کہیں دور سے سنائی دی لیکن تھا وہ حواس سے باہر ہی۔

"میں نے تمہارے ذہن..............." دھڑام سے دروازہ کھلا اور ساحر نے نظر گھما کر دیکھا۔ اچانک ہی اس کی آنکھوں میں پرانی چمک لوٹ آئی جیسے ہوش میں آگیا ہو اور اچھل کر کھڑا ہوا، سردار نے غصہ سے بھری نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر چونک گیا۔

"رومیو، تم؟۔ تم یہاں کیسے؟۔" نوارد اسے دیکھ کر غرایا۔

"کرنل چاول لینے آیا تھا۔" ساحر نے رومیو کے لہجے میں اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

یہ بھی اس کی قوت ارادی تھی جو کچھ دیر پہلے والی ذہنی کیفیت سے نکلتے ہی دوبارہ نارمل نظر آرہا تھا ورنہ ایسا ہونا بہت بہت مشکل تھا کہ ہوش و حواس سے بیگانہ شخص، ہوش میں آتے ہی واقعی "ہوش" سنبھال لے۔

"اور تم یہاں کیسے؟۔" سردار منگول نوارد کو دیکھ کر غرایا، اس کا انداز اچانک بدل گیا تھا۔

* * *

"توتم لوگ ہیلی کاپٹر میں ان دونوں کو لینے کیسے پہنچ گئے؟" چنگیزی نے فرش پہ بیٹھ کر ٹانگیں سیدھی کرتے ہوئے کبیر کی طرف دیکھا۔

وہ اس وقت انٹیلی جنس کی قید میں تھے، اگرچہ چھاپہ انسدادِ دہشت گردی فورس نے مارا تھا لیکن ہوٹل سے نکلنے سے پہلے ہی انٹیلی جنس پہنچ گئی اور پھر اعلی سطح سے ملنے والے احکامات پہ مجبوراً آفادر کو بھی ان سے دستبردار ہونا پڑا، نتیجتاً وہ ایک جیل نما کوٹھڑی میں موجود تھے۔

"ہم بلدیو سنگھ کی حویلی سے کچھ دور، زیر زمین اڈے میں پہنچے جہاں ہمیں دھر لیا گیا تھا لیکن قسمت اچھی تھی جو وہاں فیلڈ میں کام کرنے والوں کی بجائے دفتری لوگ زیادہ تھے، ہم نے سکیورٹی کا مخصوص

لباس استعمال کیا اور سب سے پہلے کیمرے وغیرہ بند کر دیئے اور باری باری افراد کو کہیں نہ کہیں بلا کر ٹھکانے لگاتے چلے گئے، اصل مشکل تب پیش آئی جب سکیورٹی کا انچارج جوزف پہنچا، خاصا تیز طرار انسان تھا لیکن ہم بھی دو تھے، ان سب کو باندھے میں بہت وقت لگا۔

جوزف سے تفتیش کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ ایک رستہ بلدیو سنگھ والی حویلی میں کھلتا ہے اور دوسرا لکشمی مندر کے عقب میں بنے زیرِ زمین اڈے میں، اس کے علاوہ وہاں موجود ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے ماسٹر زیرو سے رابطہ کیا تو انتظار کرنے کا کہا گیا، کچھ دیر بعد لارڈ کی کال آئی اور ہمیں حکم ملا کہ وہیں رہیں کیونکہ لکشمی مندر میں ہمارے ساتھی موجود تھے جنہیں مدد کی ضرورت پڑ سکتی تھی اور اتفاقاً ہمارے والے اڈے سے وہاں تک محفوظ رستہ بھی جاتا تھا جس وجہ سے ہم وہیں رک گئے، فارغ وقت میں ہم نے کچھ فائلوں کے تصویریں بنائیں جو ہمارے کام آسکتی تھیں اور پھر رات کے پچھلے پہر ہمیں اپنے ساتھیوں کو بچانے کا ٹاسک ملا، انہیں بچاتے ہوئے ہم خود بھی دشمن کے ہاتھ لگے جہاں سے تم نے کام کرنا شروع کیا۔" کبیر نے تفصیل بتائی۔

"اس ساری رام لیلا میں ہیلی کاپٹر نامی جانور کہیں نظر نہیں آیا۔" چنگیزی نے دانت نکالے۔

"اس اڈے کو تنظیم کے اعلیٰ سطح کے لوگ میٹنگز وغیرہ کے لئے استعمال کرتے تھے، وہاں ریکارڈ مرتب کرنے کے حوالے سے بھی بہت اہم شخصیات رہتی تھیں جنہیں ایک شہر سے دوسرے شہر، یا ملک سے باہر جانا پڑتا تھا جس کے لئے انہوں نے ہیلی پیڈ اور ہیلی کاپٹر جیسے انتظامات رکھے ہوئے تھے، ڈرائیور پہلے ہی پاس تھا، جمال، ہم لے اڑے۔" کبیر مسکرایا۔

"اس طرح کی سہولیات سے ظاہر ہے کہ سردار منگول کی پہنچ حکومت تک ہے۔" جمال نے کہا۔

"اور تم؟ تم کیسے وہاں ٹپکے؟" کبیر نے پوچھا۔

"مجھے تمہارے ماسٹر زیرو نے تمہارے دونوں ساتھیوں (وہ جمال کی وجہ سے نام نہیں لے رہے تھے) کی نگرانی پہ رکھا ہوا تھا، جس طرح ہیلی کاپٹر کا پیچھا کرتے ہوئے تمہارے دشمن تم تک پہنچے، ایسے ہی میں

بھی پہنچا تھا لیکن مجھے حملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ "چنگیزی نے منہ بنایا۔

"اوہ۔۔ تو تمہاری نگرانی پہ بھی کوئی تھا؟"۔ کبیر نے حیرت سے کہا، اس کی حیرت حقیقی تھی۔

"ہاں، عجیب سے جھنجھٹ میں ہوں، یوں لگتا ہے کہ ہر وقت نگرانی کی جا رہی ہے، ایک لوفر کی وجہ سے ایویں ہی پھنس گیا۔ خیر پھر مجھے فون پہ ہی اطلاع ملی کہ تم لوگوں کو کہاں رکھا گیا ہے اور ماسٹر زیرو کا ایک ماتحت اور اس کے لوگ ساتھ بھیجے لیکن تم نے دیکھا، میں ہی کافی ثابت ہوا۔ "چنگیزی نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"وہ تو ہے، اس مشن میں کام تو سب نے کیا ہے لیکن بھاگ دوڑ بھی بہت کی۔ "کبیر نے سر ہلایا۔

"لیکن وہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں ہیں جنہیں تمہارے ساتھ ہی

اس کوٹھی سے بچایا تھا؟"۔ چنگیزی شاید نہیں جانتا تھا کہ جبران اور عباس کو کہاں گم کر دیا گیا۔

"انہیں ماسٹر زیرو نے پیچھے کر لیا تھا، دونوں زخمی تھے، اب تک امید ہے ٹھیک ہو چکے ہوں گے۔" کبیر نے کہا۔

"اب یہاں کب تک رہنا ہے؟۔" جمال نے بوریت محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اگلی ہدایت تک یہیں رکنے کا کہا گیا ہے۔" کبیر نے کہا اور چنگیزی نے منہ بنایا۔

* * *

"رومیو یہاں کیسے پہنچ گیا؟۔" نوارد نے حیرت سے سردار منگول کی طرف دیکھا۔

"یہ رومیو نہیں ہے۔" سردار منگول نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں، میں رانجھا ہوں۔" ساحر نے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟۔" سردار منگول نے پوچھا۔

"کیا اس کے سامنے بات کرنا ٹھیک ہے؟۔" نوارد نے پوچھا۔

"یہ یہاں سے نکل تھوڑی سکے گا اب۔" سردار منگول نے کہا تو نوارد نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا یا۔

"پاکسٹیٹ کے جو ایجنٹ پکڑے تھے ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل اب اختتام کو تو پہنچا ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ عین وقت پہ سنٹرل انٹیلی جنس کو کس نے اطلاع دی اور وہ مجھ سے انہیں کیوں لے کے گئے، یہ کیس باقاعدہ طور پہ انسدادِ دہشت گردی کو دیا گیا تھا، اچانک ردو بدل کیسے ہو سکتا ہے؟۔" نوارد نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"تو تم یہاں کی انسدادِ دہشت گردی فورس میں گھسے ہوئے ہو۔" ساحر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اپنا لہجہ ٹھیک کر کے بات کرو۔" نوارد اس پہ الٹ پڑا۔

"مسٹر فادر، میرا لہجہ ٹھیک کرانے والے قبر میں اتر گئے اور ویسے بھی فادر، گرینڈ فادر کو حکم نہیں دے سکتا۔" ساحر نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا تو فادر کو حقیقتاً جھٹکا لگا۔

"تم۔۔ تم ساحر گردیزی؟۔" اس نے پہلے رومیو کی طرف اور پھر سردار منگول کی طرف دیکھا۔

"بندہ ناچیز محترم فادر کی خدمت اقدس میں حاضر ہے۔" ساحر نے عاجزی بھرے لہجے میں کہا۔

"فادر، یہ مجھے زندہ چاہیے۔" سردار منگول نے اطمینان سے صوفہ پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور سردار۔" فادر نے کھا جانے والی نظروں سے ساحر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو تم اس کے بھی فادر ہو؟ یار کوئی شرم ہوتی ہے، حیا یا پھر وبا ہوتی ہے۔" ساحر نے منہ بنایا۔ "ہر جگہ گند پھیلایا ہوا ہے، ایک بھی انسان کا بچہ نہیں تمہارا۔"

"تم کم ہو انسان کے بچے۔" فادر غرایا اور ساحر کے بولنے سے پہلے ہی اس کی لات گھومی، ساحر پیچھے کو جھکا اور فادر کا وار خالی گیا، لیکن جیسے ہی ساحر سیدھا ہوا، فادر کا ہاتھ گھوما اور چھوٹا سا گلدان توپ سے نکلے گولے کی طرف ساحر کے سینے سے ٹکرایا اور وہ جھٹکے سے کچھ قدم پیچھے ہٹا، اسی وقت فادر اچھلا اور ساحر کے سینے پہ اس کی فلائنگ کک لگی اور اسے یوں لگا جیسے طاقتور انجن اس سے ٹکرایا ہو، اس کی آنکھوں میں نمی چمکی،

وہ اچھل کر پشت کے بل گرا اور تیزی سے کروٹ بدلی، فادر اسے لات مارتے ہوئے اچھلا اور گھٹنا موڑ کر فرش پہ گرے ساحر کی طرف بڑھا تھا، ساحر نے کروٹ بدلتے ہی ہاتھ بڑھا کر صوفوں کے درمیان پڑے شیشے کے میز کو کھینچ کر آگے کر دیا اور چھناکے کی آواز کے ساتھ فادر کی غراہٹ بھی سنائی دی، وہ میز میں پھنسا ہوا تھا اور ساحر تیزی سے کھڑا ہو چکا تھا۔

"ویسے تو تم میرے چھوٹے سے داؤ میں پھنس چکے ہو لیکن پھر بھی موقع دیتا ہوں، اس سے نکل آؤ ذرا۔"

ساحر نے سنجیدگی سے کہا اور کوٹ اتار کر صوفہ پہ ڈالنے لگا۔ فادر تیزی سے میز کے فریم میں سے نکلا اور میز کے فریم پہ ہاتھ ڈالا، فریم اڑتا ہو، صوفہ پہ کوٹ ڈالتے ساحر سے ٹکرایا اور وہ فریم سمیت دھپ سے زمین پہ آ رہا ہے۔

"پھر کہتے ہیں میں بے عزتی کر دیتا ہوں، ایسے ہوتے ہیں انسان کے بچے۔" ساحر نے لیٹے لیٹے ہانک لگائی اور فریم اڑتا ہوا فادر کی طرف لوٹا

جسے اس نے تھپکی سے مخالف دیوار تک پہنچا دیا، تب تک ساحر کھڑا ہو چکا تھا۔

سردار منگول کی حالت اس بچے جیسی تھی جو ٹکٹکی باندھے کارٹون دیکھ رہا ہو، اس کا پسندیدہ کردار بتانا مشکل تھا لیکن توجہ کا مرکز ساحر ہی محسوس ہو رہا تھا جبکہ فادر کی حالت اس زخمی انسان جیسی تھی جو زخمی شیر چیتے کو بھی مکاری سے ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اور ساحر۔۔ وہ بس لطف اندوز ہوتا نظر آرہا تھا۔

فادر نے اس کی طرف دوڑ لگائی اور جواباً ساحر نے بھی وہی کیا، کمرہ اتنا بڑا تو تھا نہیں کہ تین سیکنڈ کا بھی فاصلہ ہوتا، ایک اچھل کر اڑتا ہوا آیا تو دوسرے نے جھک کر تھپکی دی، پہلا اڑتا ہوا دیوار سے ٹکرایا مگر پھر سپرنگ کی طرح کھلتے ہوئے ساحر کی پشت پہ لات دے ماری، وہ اچھل کر منہ کے بل کانچ کے ٹکڑوں پہ جا گرا لیکن اٹھنے میں دیر نہ لگائی مگر اٹھا ایسے کہ الٹی قلابازی ماری تو آگے بڑھتے فادر کے سینے پہ اس کے دونوں پاؤں بیک وقت لگے اور وہ صوفے سے ٹکراتے ہوئے پشت کے بل زمین پہ گرا۔

"کافی طاقتور ہو۔" ساحر مسکرایا۔

"اور تم کسی کام کے نہیں۔" فادر غرا کر اس کی طرف بڑھا۔

"کام کے لوگوں کا قبر سے فاصلہ کم ہوتا ہے۔" ساحر مسکرایا اور پھر جھک کر چہرہ فادر کے پنچ سے بچاتے ہوئے کہنی موڑ کر اس کے پیٹ میں دے ماری لیکن وہ پہلو بدل کر گھوما اور اس کی گھومتی ہوئی کہنی سیدھے ہوتے ساحر کے سینے پہ لگی اور اس بار حیران ہونے کی باری فادر کی تھی، جتنی قوت سے کہنی لگی تھی، ساحر کو گرنا یا کم از کم کچھ قدم پیچھے ہٹ جانا طہ تھا جس کے بعد فادر کی لات گھومتی لیکن ساحر نے صرف ایک قدم پیچھے رکھا اور فادر اپنی طاقت سمیت وہیں رک گیا، ساحر نے مسکرا کر اسے آنکھ ماری اور اور اس کا گھٹنا مڑ کر بلند ہوا، اگلے لمحے حیران کھڑا فادر اوغ کی آواز کے ساتھ رکوع کے بل جھکا اور ساحر کا گھٹنا دوبارہ حرکت میں آیا، فادر کی پیشانی پہ گھٹنے کی چوٹ لگتے ہی وہ بے ساختہ سیدھا ہوا اور ساحر کے دونوں مکے ایک ساتھ اس کے سینے کی طرف بڑھے لیکن وہ حیرت انگیز طور پہ برق رفتاری سے پہلو کے بل ہوا، اور

ساحر اپنے ہی زور میں آگے بڑھا تو فادر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑتے ہی اسے اپنے عقب میں اچھالتے ہوئے دیوار سے دے مارا۔

ساحر کا جسم فوری پلٹا اور بجائے اس کے کہ اس کا چہرہ دیوار سے ٹکراتا، اس کے دونوں پاؤں دیوار سے ٹکرائے اور قلابازی مارتے ہوئے وہ فادر کے سامنے کھڑا ہونے کو ہی تھا کہ فادر تیزی سے آگے بڑھا اور زمین پہ اترتے ساحر کی گردن پہ ہاتھ ڈالتے ہی پوری قوت سے گھونسہ اس کے پیٹ میں دے مارا، ساحر غرا کر رہ گیا، اگلے لمحے اس کے منہ سے خون بھرا تھوک نکلا۔

"مزہ آگیا۔" اس کی مسکراہٹ بھی خونی ہو رہی تھی۔

"ابھی تو مزہ آنا شروع ہوا ہے۔" فادر دانت پیستا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

دونوں ایک دوسرے پہ بھوکے درندوں کی طرح جھپٹ رہے تھے، مقابلہ ٹکر کا تھا، سردار منگول سانسیں روکے یہ مقابلہ دیکھ رہا تھا، جہاں فادر کے لئے اس کی نظروں میں داد تھی وہیں ساحر کا مرید ہوا جا رہا تھا۔

اچانک ہی فادر کا داؤ چل گیا اور اس کی کہنی اتفاقاََ پوری قوت سے ساحر کی کنپٹی پہ لگی اور وہ چیخ کی آواز کے ساتھ لڑکھڑاتے ہوئے گرا اور فادر کے پسینے سے تر چہرے پہ کامیابی کی چمک ابھری، وہ تیزی سے ساحر کی طرف بڑھا۔ ساحر تڑپ کر ساکت ہو گیا تھا۔

"رکو، مجھے یہ زندہ چاہیے۔" سردار نے سخت لہجے میں کہا۔

"سردار....." فادر پلٹا۔

"نہیں فادر۔ مجھے یہ زندہ چاہیے۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے دو ٹوک انداز میں کہا تو فادر کی پیشانی پہ ناگواری سے شکنیں ابھرنے لگیں۔

"تاکہ یہ میری جگہ لے سکے؟۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟۔" سردار غرایا۔

"پاگل نہیں ہوں میں، انسان کی دلچسپی بھانپ سکتا ہوں۔" فادر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بعد میں بات کریں گے اس پہ، جاؤ۔" سردار نے ضبط کرتے ہوئے اسے باہر کی طرف اشارہ کیا۔

"آئی ایم سوری سردار۔" فادر کے چہرے پہ شرمندگی پھیلتی نظر آئی اور وہ سر جھکائے آگے بڑھا۔

"یہ آخری وارننگ ہے، مجھ سے اس لہجے میں دوبارہ بات کی تو انہی گلیوں میں بلکتے نظر آؤ گے جہاں سے اٹھا کر لایا گیا تھا۔"

سردار کے لہجے میں نجانے کی بات تھی کہ فادر کے قدم رک گئے، اس نے نظریں اٹھا کر سردار کو دیکھا اور پھر اپنے عقب میں پڑے ساحر کو، اگلے لمحے کمرہ سردار منگول کی کربناک چیخ سے گونج اٹھا، فادر چھلانگ لگا کر اس تک پہنچا تھا اور اس کا بازو پکڑتے ہی جھٹکا دے کر بازو توڑ ڈالا۔

"کتے کے بچے، یہ کیا کر دیا؟ تو نہیں بچے گا اب۔" سردار ہذیانی انداز میں چیخنے لگا۔

"بہت دیکھے ہیں میں نے تیرے جیسے۔" فادر غرایا اور اس کی لات گھومی، سردار اڑتا ہوا دیوار سے ٹکرایا اور فادر نے ایک طرف پڑی تپائی اٹھائی اور نفرت سے سردار کی دیکھتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔

"تت۔ تم پچھتاؤ گے۔" سردار کی اکڑ نکل گئی تھی۔

"منظور ہے لیکن تیرے جیسے پاگل کی اس تنظیم کو ضرورت نہیں رہی، میں ہی کافی ہوں۔ تمہاری غلامی کی ضرورت نہیں مجھے۔ جا جہنم میں۔" فادر نے نفرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"تم سوچ لو، یہ تنظیم میری حد تک نہیں، اس میں بہت۔۔"

سردار نے کہنا شروع کیا اور کٹاک کی آواز کے ساتھ تپائی اس کے منہ پہ لگی اور اس کا سر عقبی دیوار سے ٹکرایا۔ جس زور سے تپائی اس کے منہ پہ پڑی تھی اس سے دانت ہونٹوں کو پھاڑتے ہوئے باہر نکل آئے تھے، ایسے لگ رہا تھا جیسے سیخ کباب بنانے کے لے گوشت سلاخوں پہ چڑھا گیا ہو، فادر کا ہاتھ دوبارہ گھوما اور تپائی کی ضرب کے ساتھ پچک کی آواز سنائی دی، سردار کی ناک چہرے سے چمٹ گئی تھی اور اس کا جسم تڑپنے لگا۔ پھر تپائی گھومنے کے ساتھ نہ صرف تپائی ٹوٹ گئی بلکہ سردار

کی پیشانی پھٹ گئی، عقب سے بھی سر پھٹنے کے ساتھ ہی دیوار سے ملغوبہ ساچمٹ گیا تھا اور ایسا لگا جیسے اس کے مرتے ہوئے جسم کو رعشہ آ گیا ہو۔

"ٹکے کی اوقات نہیں اور چلے ہیں حکمرانی کرنے۔" فادر نے اس پہ تھوکتے ہوئے کہا۔

"سچ کہتے ہیں، ابا جی کی بات نہ مانیں تو انجام اچھا نہیں ہوتا فادر جی۔" چہکتی آواز سن کر وہ تڑپ کر پلٹا، ساحر صوفہ کے بازو پہ بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"بند کر اپنی بکواس۔" فادر نے کہا اور تپائی کا ایک حصہ، جو کہ فادر کے ہاتھ میں رہ گیا، اڑتا ہوا ساحر کی طرف بڑھا اور ساحر پھسل کر صوفہ پہ لیٹ رہا۔

"اگر مجھے علم ہوتا کہ میری بے ہوشی کے ڈرامے سے اتنا فائدہ ہو سکتا ہے تو میں شروع میں ہی یہ کر لیتا، میں تو انتظار کر رہا تھا کہ تم میرے

قریب آؤ لیکن تم تو سردار کے قریب چلے گئے۔ اتنے قریب کہ وہ بہت دور نکل گیا۔" ساحر لیٹا ہی رہا۔

"اب تیری باری ہے بچے۔" فادر غرا کر اس کی طرف بڑھا۔

"مانا کہ میں تم سے کچھ سال چھوٹا ہوں لیکن بچہ نہیں ہوں۔" وہ اچھل کر صوفہ کی دوسری طرف کودا اور جھک کر صوفہ کو نیچے سے ہاتھ ڈالا کر اپنی طرف بڑھتے سانڈ پہ دے مارا۔ فادر صوفہ سمیت اڑتا ہوا کمرے کے وسط میں گرا اور اسی وقت دروازہ کھلا۔

دروازہ کھلتے ہی نہ صرف ساحر بلکہ فادر۔ دونوں کے منہ سے ایک ہی لفظ نکلا۔ "اوہ۔۔" بس اس کے بعد کمرہ تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا اور فادر سے ٹکرانے والا صوفہ اڑتا ہوا کھلے دروازے میں کھڑے دو نقاب پوش گن برداروں سے ٹکرایا اور انہیں راہداری میں گرا کر خود دروازہ میں ہی پھنس رہا۔

فادر بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور صوفہ پھلانگ کر راہداری میں پہنچتے ہی اس نے کھڑے ہوتے ہوئے ایک نقاب پوش کے ہاتھ سے گن جھپٹ کر نال اس کی چہرے پہ رکھ کر ٹریگر دبا دیا، اس بیچارے کی

چیخ بھی چہرے کے ساتھ اچھل کر دیوار سے چمٹ گئی اور گردن چہرے سے خالی ہو گئی۔ فادر کے دماغ پہ خون سوار تھا، اس نے گن اچھال کر نال سے پکڑی اور دستہ گھما کر دوسرے شخص کے چہرے پہ دے مارا، پچک کی آواز کے ساتھ وہ تڑپ کر رہ گیا۔

فادر نے دوسری مشین گن بھی اٹھائی اور کمرے کی طرف پلٹا۔

"اب تو بھی جا اپنے سردار کے پاس۔"

اس نے نفرت سے کہا اور مشین گنوں کا رخ کمرے میں کرتے ہوئے دونوں مشین گنوں کا ٹریگر دبا دیا اور کمرہ ایک بار پھر مشین گنوں کے قہقہوں سے کانپنے لگا۔

ساحلِ سمندر پہ ہجوم تھا، سمندر میں مچھلیوں کا تو شاید کوئی نظم وضبط کا قانون ہو لیکن وہاں تو "مچھلی منڈی "ہی نظر آرہی تھی۔ آج گھما گھمی ہونے کے باجود کچھ عجیب سی خاموشی یا منحوسیت طاری تھی کیونکہ مسافروں، ملاحوں، مزدوروں کے علاوہ کچھ سرکاری افراد بھی عام لباس میں وہاں موجود تھے جن میں سے کچھ تو خود کو اچھی طرح چھپائے ہوئے تھے باقی اس بات پہ ہی خوش تھے کہ وہ "انڈر کَور" آفیسرز ہیں اور ان کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی شوخ طبیعت بچے نے نئی عینک لی ہو اور عینک پہ مختلف طریقوں سے شوخیاں مارتا، ملکیت ظاہر کررہا ہو۔

"مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ہمیں کیا ضرورت ہے ایک مجرم سے ساز باز کرنے کی؟۔" اس نے پان کی پیک تھوکتے ہوئے کہا۔

"سمجھ آجاتی تو اب تک میرے جگہ نہ ہوتے آپ بہاری جی۔" اس کے ساتھ کھڑا اشوک مسکرایا، یہ وہی اشوک تھا جس نے بیچ سڑک رومیو پہ حملہ کیا تھا اور اس کی محافظ کے ہاتھوں درگت بنی تھی۔

"یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ آپ نے ایک زیادتی کی ہے جو ہم کو ہماری بھاشا میں بولنے سے روکے ہو۔" اس نے کہا۔

"مجبوری ہے بہاری جی۔ "

"اوہ ہاں۔۔ ہم سنے تھے کہ آپ کی چِتا بھی جلائی گئی تھی۔" بہاری نے دیدے گھمائے۔

"وہ ڈرامہ بھی ضروری تھا بہاری جی۔" اشوک نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر چونک کر سیدھا ہوا۔

ایک مزدور، میلے کچیلے لباس میں، تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب سے گزرا، اس نے کندھے پہ رکھے رومال کو خاص انداز میں جھٹکا دیا تھا۔

"بہاری جی، میرے ساتھ آئیں۔" اشوک تیزی سے آگے بڑھ گیا اور بہاری جی منہ بناتے ہوئے پیچھے چل دیئے۔

مزدور، اشوک اور بہاری جی، تھوڑی دور تک یوں ہی چلتے رہے اور پھر ایک چھوٹی سی بُوٹ کی اوٹ میں سامنا ہو ہی گیا۔

"مسٹر رومیو، یا نقلی رومیو، سامان لائے ہو؟" اشوک نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"یار، اس دن کی مار بھول گئے، چھوڑ دو یہ سرکاری اکڑ۔ ہاں مال تو لایا ہوں لیکن میرا مال؟۔ "مزدور نے دانت نکالے۔

"ایں سسرا رومیو۔۔ "بھاری کہتے کہتے رک گیا۔

"بھاری جی، کیسے ہیں آپ سسرا جی؟ آپ کا ہونٹوا تو بالکل بلبل کے پچھواڑے کے مافق شرم سے لال لال ہوئی گیو۔۔ "مزدور نے پلکیں چھپکاتے ہوئے کہا۔

"ہو گئی تسلی بھاری جی یا کچھ اور؟۔ "اشوک نے ناگواری سے کہا۔

"ہم تو بس جان پہچان بنا رہے تھے اسوک صاحب۔ "بھاری نے بھی منہ بنایا اور پان کی پیک، منہ بنانے کے انداز سے واقعی وہ بلبل.......

"کا بولت ہو اَسوکوَا بابو؟ ہم ستے کہے ہیں ناں؟(کیا بولتے ہوئے اشوک بابو، ہم نے سچ کہا تھا ناں۔)" مزدور نے جب اشوک کو بھاری کا منہ دیکھتے پایا تو قہقہہ لگا کر کہا، جواب میں اشوک کا قہقہہ بھی بلند ہوا اور بھاری پیر پٹختا، دور ہٹ گیا۔

"تو مسٹر اشوک، میرے لوگ کہاں ہیں؟" مزدور یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"انہیں بھی آزاد کر دیا جائے گا۔" اشوک نے جیسے کان سے مکھی اڑائی۔

"مسٹر اشوک، یہ گڈی گڈے کا کھیل نہیں، مجھے ایک سیکنڈ لگے گا تمہاری عقل ٹھکانے لگانے میں تو بہتر یہی ہے کہ سیدھی طرح وہ بات کرو جو ہمارے درمیان طے ہوا تھا۔" مزدور نے سرد لہجے میں کہا تو اشوک کے چہرے پہ غصہ لہرایا مگر پھر وہ شانت ہوتا نظر آیا۔

"تمہاری بھول ہے کہ تم میری عقل ٹھکانے لا سکتے ہو، میں نے بس تمہیں استعمال کیا اور اپنا کام نکالا۔" اشوک مسکرایا۔

"بیٹا، میں تمہیں سائیڈ نہ کرتا تو اب تک تمہاری ہڈیوں کے بٹن بن رہے ہوتے۔" مزدور مسکرایا۔

"میرا خیال ہے تمہیں طاقت کا نمونہ دکھانا ہی پڑے گا۔" اشوک نے ہاتھ سر تک لے جاتے ہوئے کہا تو مزدور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگا۔ اسی وقت آس پاس سے مزدور اکھٹے ہوتے نظر آئے، یہ سب اشوک کے آدمی تھے۔

اس سے پہلے کہ اشوک انہیں کوئی حکم دیتا، اس کے موبائل کی گھنٹی بجی اور اس نے تیزی سے موبائل نکال کر کال اٹنڈ کی۔

"سر۔۔اشوک بول رہا ہوں۔"

"تمہیں پی ایم کے مشیرِ خاص کی کال آئے گی، جو کہیں اس پہ فوری عمل ہونا چاہیے۔" اس کے باس کی آواز سنائی دی اور رابطہ کٹ گیا۔ اشوک ابھی اس بات پہ سوچنے کو ہی تھا کہ دوبارہ کال آئی اور اس بار نئے نمبر سے تھی۔

"یس۔۔۔"

"مسٹر اشوک، آچاری جی سے بات کریں۔" ایک مترنم آواز سنائی دی اور اشوک یوں الرٹ ہوا جیسا آچاری جی سامنے آ کھڑے ہوئے ہوں۔

"ہیلو مسٹر اشوک۔" بھاری آواز سن کر اشوک سہم گیا۔

"ی۔یس سر۔۔" اس کی بوکھلائی ہوئی آواز نکلی۔

"رومیو نامی ایک شخص سے تمہارا جو معاہدہ ہے وہ اس کی مرضی کے مطابق پورا ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو میری بات کی اچھی طرح سمجھ آرہی ہو گی، اگر نہیں آرہی تو پی ایم سے کہلوا دوں؟ میرے لوگ وہیں آپ کی نگرانی پہ ہیں۔" دوسری طرف سے قدرے سختی سے کہا گیا۔

"نن۔ نہیں سر۔ سمجھ آگئی سر۔ یس سر۔ ایسا ہی ہو گا سر۔ شکریہ سر۔" اس کی یہ گردان تب ختم ہوئی جب رابطہ کٹا۔

"کیا ارادہ ہے مسٹر اشوک دی سوپر انسپکٹر۔" مزدور نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"تم ہو کون؟۔" اشوک نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"یار یہ واحد سوال جو ہر بندہ پوچھتا ہے اور مجھے بھی اس کا جواب نہیں آتا۔ اب سنو۔ میرے لوگ فوری رہا کرو، میں جانتا ہوں وہ یہاں ہی ایک گاڑی میں نظر بند ہیں، تم میرے سمیت ان کا بھی پولیس مقابلہ

ظاہر کرنا چاہتے ہو لیکن اب ایسا ہو گا نہیں۔ جب تم میرے لوگوں کو چھوڑ کر اور اپنے لوگوں کو لے کر یہاں سے نکلو گے تو میں تمہیں ، تمہاری گاڑی کے اندر کی ہی ایک جگہ بتاؤں گا، وہاں پہ ایک USB ملے گی، اس میں تمہیں اسلحہ مافیا کے بڑوں اور اپنے ملک کے اندر کالی بھیڑوں کا ریکارڈ مل جائے گا۔ اسلحہ مافیا کی ساری رقم کا پتہ بھی اسی میں موجود ہے۔ اور ہاں۔ پھر وہ مقام بھی بتا دوں گا جہاں سی آئی ڈی کا آفیسر چندن رکھا گیا ہے۔ ویسے رہنے دو۔ اس نے بھی بڑی قید کاٹی ہے، کچھ کریڈٹ اس کا بھی حق ہے، میں خود ہی دیکھ لوں گا۔ تم دونوں مجھے اچھے لگے اس وجہ سے قید کر کے کام نکال لیا ورنہ کب کا دھرتی سے تمہارا بوجھ اٹھا چکا ہوتا۔"

مزدور کا لہجہ لمحہ بہ لمحہ تحکمانہ ہوتا چلا گیا اور آخری جملہ سن کر تو اشوک کانپ گیا، اشوک جانتا تھا کہ وہ جو بات کر رہا ہے، اس پہ عمل کرنے کا موقع بھی اس کے پاس تھا لیکن اس نے اشوک کو ساتھ ملا کر کام کیا اور اب اشوک کو اس کا کریڈٹ بھی دے رہا ہے۔

"اس دیش کے بہت سے ادارے ہیں، تم یہ مت سمجھو کہ صرف تم ہی ہو جو اس کا بھلا چاہتے ہو۔" مزدور نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"کیا یہ سیکرٹ سروس کا آدمی ہے؟ لگتا تو ایسا ہی ہے۔۔ دبنگ سا۔" اشوک بڑبڑایا اور پھر شرما کر آس پاس لوگوں کی طرف دیکھا، وہ بھی اسی مزدور کو ہی دیکھ رہے تھے۔

روشن پیلس میں اس وقت گہما گہمی تھی۔ کافی عرصہ بعد گرین سروس کے تمام ممبرز وہاں جمع ہوئے تھے، جبران اور عباس تھوڑی بہت پٹیوں کے ساتھ نظر آرہے تھے لیکن تیزی سے صحت یاب ہو رہے تھے جبکہ کبیر اور ثانیہ ویسے ہی ٹھیک ٹھاک تھے۔ انہیں بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ساحر بھی پہنچ گیا۔

"آج تو بڑے عرصے بعد مجاہد جمع ہوئے ہیں۔" اس نے سلام کہتے ہی کہا۔

"ہاں۔ اور سب سے زیادہ عرصہ تمہیں ہی ہوا ہے، ہم لوگ تو پھر بھی ایک دو بار اکھٹے ہوئے تھے۔" ثانیہ مسکرائی۔

"تمہیں رومیو نے آنے کیسے دیا؟ ایسی محافظ تو نصیب والوں کو ملتی ہے؟۔" ساحر مسکرایا۔

"جب رومیو ہی آگیا ہے تو محافظ کا وہاں کیا کام۔" ثانیہ بھی مسکرائی۔

"آج ایک سرپرائز بھی ہے۔" ساحر مسکرایا

"وہ کیا؟۔" بیک زبان سب نے کہا اور متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

"میں شادی کرنے لگا ہوں۔" اس نے کہا تو سب کے منہ حیرت کے مارے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"کیا۔۔۔؟۔" کبیر نے 'کیا' کو لمبا ہی کھینچ دیا تھا۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟۔" ساحر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا تو سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

دروازہ کھلا تو سب ہڑبڑا کر کھڑے ہوئے کہ چیف آ گیا ہے لیکن پھر سکتے کی سی حالت میں کھڑے ہی رہ گئے، دروازے میں چنگیزی کھڑا تھا، اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا، شاید حلیہ صاف ستھرا تھا اس وجہ سے، وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کے پیچھے جمال بھی اندر داخل ہوا اور پھر جمال نے نظریں گھما کر سب کو دیکھا، پہلے تو وہ ثانیہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور پھر ...... جب اس کی نظر پڑی ساحر گردیزی پہ ، وہ اچھل پڑا۔۔۔"تت۔۔تم۔۔تم ڈرامے باز۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو سب کے منہ سے فلک شگاف قہقہہ نکلا اور جمال شرمندہ سا نظر آنے لگا۔

"آؤ۔ بیٹھ بھی جاؤ اب۔ ہم تو چیف کے احترام میں کھڑے ہوئے تھے۔" جبران نے کہا تو سب ہنس دیئے۔

سب کے بیٹھنے سے پہلے ہی دروازے پہ دستک ہوئی اور دروازہ کھلتے ہی چیف روایتی لباس میں اندر داخل ہوا۔ اس کے داخل ہوتے ہی یوں خاموشی ہوئی جیسے کمرہ جماعت میں اچانک استاد صاحب داخل ہوئے ہوں۔ "بیٹھیں۔" اس نے کہا اور پھر اس کے بعد سب تیزی سے بیٹھتے چلے گئے۔

"آپ سب جانتے ہیں کہ یہ کیس بہت کٹھن اور صبر آزما رہا، یہاں تک ہمارے ایک سپوت، سعد نے جان کا نظرانہ بھی پیش کیا اور آج، آخر کار ہم اس قصہ کو کسی حد تک ختم کر چکے ہیں۔"

اس کی اس بات پہ جہاں سب کے چہروں پہ خوشی تھی وہیں حیرت بھی۔

"ہمارے ملک میں سردار منگول کے تحت کام کرنے والے آن ریکارڈ تمام افراد پکڑے جا چکے ہیں، ان کی غیر قانونی اسلحہ فیکٹریاں بھی بند ہو چکی ہیں، ساتھ ہی ساتھ پڑوسی ملک میں بھی یہ کاروائی ہو چکی ہے لیکن وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ ہم لوگوں نے یہ سب کیا ہے، ان کا خیال ہے

وہاں کے مقامی غنڈوں، پولیس، سی آئی ڈی، انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس نے مل کر کام کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سردار منگول کی طرح ہم نے انہیں بلیک میل کیا اور وزیرِ اعظم کے مشیر کو ہی استعمال کرتے ہوئے ساحر سردار تک پہنچا تھا۔ "اس نے توقف کیا۔

"اس بار منصوبہ بندی ذراہٹ کر کی گئی تھی۔ اس کو سمجھنے کے لئے ذہن میں شطرنج کا تصور رکھ لیں۔ سب سے پہلے جبران اور عباس کو سامنے لایا گیا۔ عباس کا چہرہ کوئی نہیں جانتا تھا لیکن دشمن کو چونکانے کے لئے جبران کا بھی میک اپ نہیں کیا گیا تھا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ 'نقلی روپ سنگھ' یعنی فادر، جبران کو پہچانتا ہے۔ یہ ٹیم سلطان اور نواز لوہے والے سے ملنے والی معلومات کی بنیاد پہ پڑوسی ملک میں منگول سے متعلق ایک بڑے شخص کی تلاش میں نکلی تھی۔"

"پرکاش، جس کا لکشمی مندر کے قریب اڈہ تھا، منشیات اور اسلحہ سمگلنگ میں فارورڈنگ اینڈ کلیرنگ ایجنٹ کے طور پہ کام کرتا تھا۔ یہ لوگ اس تک پہنچے، اس کا اڈہ تباہ ہوا اور یہ لوگ بھی زخمی ہو گئے جس وجہ سے انہیں ریسٹ پہ رکھنا پڑا، بنیادی طور پہ ان کا اس کیس میں کام

بھی اتنا ہی تھا کہ نہ صرف اسلحہ کا اڈہ تباہ ہو بلکہ ان کی سپلائی کو دھچکا لگے اور ساتھ وہ جبر ان کو دیکھ کر چونک جائیں۔ "وہ چند لمحے رکا۔

"اس کے ساتھ ہی دوسری ٹیم، کبیر اور جمال کی تھی۔ یہ دونوں روپ سنگھ (جسے ساحر نے خونی جال میں مار دیا ہوتا ہے) کے ماضی کو کھنگالنے پہنچتے ہیں۔ ان کے ذمہ تھا کہ روپ سنگھ سے متعلق تمام افراد کو ٹٹولا جائے اور ان کی سرگرمیوں کی لسٹ بنائی جائے۔ اس کے علاوہ ان کے ذمے غیر قانونی اسلحہ سمگلنگ کے خلاف کام کرنا بھی شامل تھا جس میں یہ خاصے کامیاب ہوئے اور مقامی حکومت کی کافی مدد کر پائے۔ انہوں نے جبران اور عباس کو بچایا اور پھر فادر کے ساتھ جس طرح ان کی ریس لگی رہی، وہ یہ بتا دیں گے۔" اس نے کہا۔

"تیسری ٹیم میں چنگیزی اور ساحر کا نجی ماتحت پانڈے اپنے لوگوں سمیت، شامل تھے جو کہ جبران اور عباس کی مدد کے لئے بھیجے گئے تھے۔ چنگیزی نے اچھا کام کیا اور موثر انداز میں ٹیم کا ساتھ دیا۔ ان ساری ٹیموں کا جو اصل مقصد تھا، وہ دشمن کو الجھانا، حکومت کے

ہاتھوں پکڑوانا اور ان کی سپلائی لائن پہ چوٹ مارنا تھا جس کے بعد وہ نئے لوگوں کو اپنے گروپ میں شامل کرتے"۔ چیف اتنا کہہ رہ رک گیا۔

"کبیر اور جمال کے ساتھ ساتھ چنگیزی، ان کے ذمے بہت کچھ تھا، اصل منصوبہ ہی کچھ اور تھا جس پہ چلتے ہوئے ہم سردار منگول کی پشت پناہی کرنے والوں لوگوں تک بھی پہنچ سکتے تھے لیکن جیسے ہی فادر سامنے آیا، اس نے انہیں ایک قدم نہیں بڑھنے دیا، ایک طرح سے آپ کی کارکردگی تو اچھی رہی کہ آپ نے اُن لوگوں کا ہی نقصان کیا لیکن کیا بھاگ دوڑ؟ پکڑے جانا، پھر بھاگ جانا، یہ سب کرنے کے لئے ہم لوگ گئے تھے؟ فادر نے تم لوگوں کو اس طرح پھنسائے رکھا کہ سوائے اپنی جان بچانے کے تم لوگ کچھ نہیں کرسکے۔ یہ سراسر اتفاق ہے کہ اسے تم لوگوں سے پوچھ گچھ کا موقع نہیں ملا ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ تم لوگ اپنے مشن کو دیکھو، اپنے ٹارگٹ کا جائزہ لو تو ایک طرح سے فادر نے تم لوگوں کو ہرا دیا ہے، ہم سردار منگول سے آگے نہیں بڑھ سکے، چونکہ فادر جلد ہی تم لوگوں پہ ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو گیا

تھا اس وجہ سے ہمیں کچھ چیزیں چھوڑ کر رفتار بڑھانی پڑی اور ساحر کو وقت سے پہلے اس کام میں کودنا پڑا۔ "اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"رومیو، درحقیقت وہاں کا مقامی غنڈہ ہے جو اثر و رسوخ کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ساحر کے قد و قامت کا ہے۔ ساحر تم سب سے پہلے ہند لینڈ گیا تھا اور رومیو کو دیکھ کر ہی منصوبہ فائنل کیا گیا تھا۔ اس نے رومیو پہ ہاتھ ڈالا اور آپ کے یہاں آنے کے بعد اسے آزاد کر دیا گیا ہے۔ ساری کاروائی دراصل رومیو یعنی ساحر کے لئے سٹیج سیٹ کرنے کے لئے تھی جس کے بعد یہ براہِ راست ان کی نظروں میں آیا۔ یہ رومیو کے روپ میں بھی کام کرتا رہا اور سی آئی ڈی کے ایک آفیسر چندن کے روپ میں اور جب بھی ضرورت پڑی، آپ لوگوں کے بھی ساتھ رہا، ساحر کے ساتھ رومیو کی محافظ کے طور پہ ثانیہ بھی شامل رہی اور ثانیہ کو حیرت ضرور ہو گی کہ ساحر نے اس کے ساتھ سرد اور عجیب رویہ کیوں رکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ کرنل، فادر اور سردار منگول جیسے لوگ، اپنے ماتحتوں کی گاڑیوں میں ایسے آلات ضرور فٹ کرواتے تھے جن سے ان کے نجی معاملات تک کو جان سکیں اور اصلیت کا علم رکھیں،

ساحر یہ بات جانتا تھا اس وجہ سے اس نے ثانیہ کے ساتھ مالک اور غلام جیسا رویہ رکھا، ثانیہ کو نہ بتانے کی وجہ معاملات کو حقیقت کے قریب رکھنا تھا۔۔ اب آپ سوال پوچھ سکتے ہیں تا کہ مکمل تفصیل نہ دہرائی جائے۔" چیف نے کہا۔

"چیف۔ آپ نے کہا کہ کچھ حد تک اس معاملے کو سمیٹ سکے ہیں، اس کا کیا مطلب ؟۔" کبیر نے پوچھا۔

"آخری لمحات میں، حکومت، شہرت اور کریڈٹ کی خاطر برائی، برائی کے ہاتھوں ماری گئی اور فادر کے ہاتھوں سردار منگول کو دردناک اور بھیانک موت نصیب ہوئی۔ فادر کو بھاگنے کا موقع مل گیا، ایک موقع پہ اس نے اپنے لوگوں پہ صوفہ پھینک کر جب ان کی طرف دوڑ لگائی تو ساحر بھی دوڑ کر دروازے کے پیچھے ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فادر کے ہاتھ گن لگ چکی ہے اور وہ اس وقت جنونی مزاج شخص بنا ہوا تھا۔ اس نے واقعی کمرہ اجاڑ کر رکھ دیا اور پھر وہ نکل گیا۔"

"سردار منگول کی رہائش اعلی طبقے کے افراد کی کالونی میں تھی جہاں بہت سے وزیر، مشیر رہتے تھے، ایسے جگہ فائرنگ ہو، اور وہ بھی لگاتار تو

ادارے چونک ہی جاتے ہیں، اسی وجہ سے آس پاس کے فوجی، پولیس والے اور نجی محافظ جلد ہی اس عمارت میں داخل ہوئے، اور فادر کو نکل جانے کا موقع مل گیا۔ سردار منگول مر چکا ہے جس وجہ سے امید ہے بہت عرصے تک خاموشی رہے گی، فادر مجرم ضرور ہے لیکن وہ سردار منگول کی نسبت مختلف ذہنیت کا بندہ ہے، دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔" چیف نے کہا۔

"وہاں ہسپتال کے سامنے جو سانحہ ہوا، وہ دراصل کیا تھا چیف؟۔" جبران نے پوچھا۔

"سردار منگول کی کوشش تھی کہ ہندلینڈ کی حکومت کو ساتھ شامل کر ہمارے ملک پہ حملہ کرے اور ہندلینڈ کی حکومت کسی وجہ سے بدک گئی، اس نے انہیں دھمکانے کے لئے اتنے لوگوں کو مار دیا۔ وہ دراصل ایک ایسے وائرس کی کارستانی ہے جو سریع الاثر زہر کی طرح ہے اور ہوا میں تیزی سے پھیلتے ہوئے خون کی رفتار کو خطرناک حد مسلسل کم زیادہ کرتا رہتا ہے جیسے طاقتور پمپ کبھی رفتار بڑھا دے تو کبھی کم کر دے، رفتار کا یہ تناسب بہت تیزی سے خون کے دباؤ کو یا تو حد سے زیادہ بڑھا

"چیف، ہندلینڈ کی حکومت نے کیسے ہمارا ساتھ دیا؟۔" ثانیہ نے پوچھا۔

"ساحر بتا دے گا۔" اس نے جواب دیا۔

"شکریہ چیف۔۔۔"

"اوکے، ٹیم میں دو نئے افراد کی شمولیت اور مشن کی کامیابی پہ میری طرف سے مبارکباد اور اس پہ آپ کو انعام بھی ملے گا، اگلے ہفتے ٹریننگ کیمپ کی شکل میں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ساحر۔ مجھ سے مل کر جانا۔" کہتے ہوئے وہ نکل گیا۔

"حد ہے، ٹریننگ بھلا انعام ہوتی ہے۔" جبران نے منہ بنایا۔

"ٹریننگ تو اب ہو چکی ہے۔" ثانیہ ہنسی۔

"اب تم بتاؤ، وہاں کی حکومت نے۔۔" ثانیہ نے ساحر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"رومیو، چندن ، دونوں نے حکومت کو منانے کی کوشش کی اور پھر چیف بھی وہیں تھا، جب میں کرنل کی رہائش گاہ میں گھسا تھا، اس کے مخصوص کمرے کو تباہ کیا تھا، وہاں ایسا آن لائن سسٹم پہلے ہی رکھا گیا تھا ، کرنل کی موت بھی دردناک تھی۔ وہاں سے کچھ مواد مل گیا جس سے وزیرِ اعظم کے مشیر خاص آچاری کے بارے میں کچھ منفی چیزیں ہاتھ لگیں تو۔۔۔ میں نے فائدہ اٹھالیا۔۔ آچاری ہاتھ آیا تو اسے کے بڑے بھی اس لالچ میں ہاتھ آ گئے کہ میں ، یعنی رومیو سردار کو مار سکتا ہوں۔ ویسے سچ یہ ہے کہ۔۔۔ میری تو تم میں سے کوئی نہیں مانتا، حکومت دور کی بات ہے۔۔" ساحر نے منہ بنایا۔

"اگر آپ لوگ محسوس نہ کریں۔ یہ تو چیف تھے، لارڈ۔ ماسٹر زیرو کون ہے؟۔" جمال کا سوال سن کر سب کو چپ لگی اور سب کی آنکھوں میں شرارت چمکی، اسکی نظر ساحر کی طرف بار بار اٹھ رہی تھی۔

"وہ والا۔۔" سب کی انگلی ساحر کی طرف اٹھی اور جمال حیرت کے مارے سیٹ چھوڑ کر کھڑا ہوا۔

"اوہ۔ یہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے آپ۔ آپ تو بچپن۔ میرا مطلب ہے کافی عرصے سے مجھے عجیب اور مشکوک لگتے تھے۔ سس۔ سوری میں نے سیون کلب میں آپ کا کالر بھی پکڑا۔" وہ بوکھلا گیا تھا۔ شاید اس کا ذہن "ماسٹر زیرو" کی کارکردگی اور پلاننگ سے مرعوب ہو چکا تھا۔

"مم۔۔ میں اب بھی عجیب ہی ہوں اور ایسا ہی رہ سکتا ہوں۔" ساحر نے بوکھلا کر کہا اور سب کے ہنسنے پہ شرم سے سمٹ گیا جس پہ ایک اور قہقہہ بلند ہوا۔

☺

"چیف، سردار منگول کے رویے، باتوں اور انداز سے میری ذہنی حالت بدلنے لگی تھی، اس نے جو مجھے کہا، میں نے آپ کو سب بتا دیا۔ اس نے مجھے میری ہی ویڈیو دکھائی جس مِیں، مَیں اپنے ہی ہم وطنوں کو مار رہا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ہتھیار کے طور پہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس الجھن کا کیا جواب ہے؟۔"

ساحر اور لارڈ اس وقت دوسرے کمرے میں موجود تھے اور باقی ممبر ایک ہوٹل چلے گئے تھے جہاں تھوڑی دیر تک ساحر کو پہنچنے کا بھی حکم دے گئے تھے۔

"اگر میں کہوں کہ تمہارے پاس دو ہی رستے ہیں اور کسی ایک کو چن لو تو؟۔۔۔ تمہاری زندگی مِسٹری ہے، تمہارا دماغ اس سے بھی بڑی مِسٹری، یا تو تم اپنے سوالات کا جواب لے لو مجھ سے یا ملک کے لئے کام کر لو۔ تمہاری مرضی۔ میں ان سوالات کے جواب دے دوں گا لیکن پھر تم اس ٹیم کے قابل نہیں رہو گے۔ زندگی کے سارے حادثات اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں یاد رکھنے کی قیمت یہ ہو کہ آپ اگلی ساری زندگی اپاہج بن کر گزار دیں۔" سپارک نے کہا۔

"میں کمزور کیوں پڑ گیا تھا؟۔" اس نے پوچھا۔

"وہ ایک ذہنی کیفیت ہے جسے ٹھیک کیا جا سکتا اور ہم کر سکتے ہیں۔ تم ہتھیار نہیں ہو، تم ملک کا اثاثہ ہو۔ ہم سب سے قیمتی۔۔" سپارک نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اور اس نے مجھے جو ویڈیو دکھائی؟۔" ساحر کو جیسے دوبارہ یاد آیا۔

"وہ دماغی علوم کا ماہر ہے، وہ سمجھ گیا تھا کہ تمہیں کیسے الجھا کر، تمہارے دماغ کو جھٹکا دینا ہے تا کہ ٹرانس میں لے سکے، اس وجہ سے ایسی کاروائی کی۔ یہ ٹھیک ہو جائے گا کچھ دماغی ورزشوں سے یہ ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے جواب دیا۔

"میں ملک کے لئے کام کرنا پسند کروں گا۔" اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم یہی کہو گے۔ تھرڈ آئی کے چیف سے تمہاری ملاقات کرادوں گا، اس وِنگ کا ڈھانچہ بھی ٹھیک کرو اور باقی ممبرز سے تھرڈ آئی مخفی رہنا ہی بہتر ہے۔ وِش یو گڈ لک۔"

سپارک نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ وہ ساحر کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ ہیرو کی شخصیت کے تحت اس نے کب کب، کیا کیا، گل کھلائے تھے۔ ساحر نے سردار منگول سے ہونے والی گفتگو من و عن اسے بتا دی تھی، ایک ویڈیو کا ذکر بھی کیا تھا، سپارک سمجھ گیا تھا کہ سردار نے اسے ٹرانس میں لینے کے لئے پہلے سے تیاری کی ہوئی تھی کہ جب بھی ساحر ہاتھ آئے تو وار کر لے۔

اس ملاقات کے دوران دراصل ساحر کا لاشعور سردار منگول کی مخصوص آواز کو پہچان کر نرم پڑ رہا تھا، پھر جو گفتگو ہوئی، اس میں یقیناً ایسے الفاظ بھی ہوں گے جو ساحر کو ٹرانس میں لانے کے لئے اس نے پہلے سے ساحر کے لاشعور میں بٹھا دیئے تھے اور سپارک ان تک نہیں پہنچ سکا تھا لیکن اس بار، سپارک نے سردار کی آواز سن لی تھی، سردار سے ہونے والی ساری بات بھی جان گیا تھا، اب وقت ملتے ہی وہ ساحر کے دماغ میں گھسنے والا تھا تاکہ اس کی کمزوری کو دور کیا جا سکے۔

ساحر چند لمحے وہیں، سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر وہ بھی اٹھ کر باہر کو بڑھ گیا، اپنی کار میں سوار ہو کر وہ سڑک پہ نکلا اور کار ہوٹل کی جانب دوڑنے لگی۔ موبائل کی گھنٹی سن کر اس نے چونک کر موبائل نکالا اور نیا نمبر دیکھتے ہوئے کال اٹنڈ کر کے سپیکر آن کر دیا۔

"یس۔۔۔"

"سردار منگول بول رہا ہوں۔۔"

سرد آواز سن کر ساحر کی گاڑی ایک بار بہک گئی اور اسے اسٹیرنگ گھما کر تیزی سے گاڑی کو روکا، اس کی آنکھیں سوچنے کے سے انداز میں سکڑ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟ سانپ سونگھ گیا کیا؟۔" طنزیہ آواز سنائی دی۔

" سردار بغلول۔۔ تم بچ گئے۔" وہ مسکرایا لیکن اس کا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔

"مسٹر ساحر، تم جیسے یا فادر جیسے لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جیسے تم منصوبہ سازی کرتے ہو ویسے ہی میں بھی۔ شکار اچھا رہا اس بار، بہت مزہ آیا۔" سردار نے قہقہہ لگایا۔

"لیکن نقصان تمہارا ہوا، اس حوالے سے دیکھا جائے تو شکار ہم نے کھیلا۔" ساحر نے کہا۔

"نقصان تمہارا بھی ہوا ہے، تمہاری ٹیم کافی حد تک میری نظروں میں آچکی ہے اور میں اس بات کو مانتا بھی ہوں کہ تم ماہر شکاری ہو اور تمہار

اب اس بھی، ایک دن اس کا بھی نقاب الٹ دوں گا اور تمہارے ملک کا تختہ بھی۔ تم دونوں، جو مرضی کرو، میں اپنا ملک واپس لے کر

رہوں گا۔ "سخت آواز میں کہا گیا۔

" ہم زندہ دل قوم ہیں، پاکسٹیٹ میں خوش آمدید۔ جب بھی آؤ، مجھ سے ضرور ملنا تمہیں "لچھے" کھلاؤں گا۔ یا پھر ہمارے زندہ دل شہر کی مشہور ڈش، وہ کھا کر تمہارے کان پتلے ہوئے یا نہ ہوئے، لمبے ضرور ہو سکتے ہیں لیکن۔۔۔ پلیز۔۔۔ اب کان مت کھاؤ۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

"یہ زندہ کیسے؟۔۔۔" وہ بڑابڑایا اور پھر سر جھٹکا، مسکراتے ہوئے اسٹیرنگ گھمایا اور پھر ایکسلیٹر پہ پاؤں رکھ کر دبا دیا۔

وہ فی الحال کسی سوچ میں گم ہونے کے موڈ میں نہیں تھا۔

اس کے چہرے پہ سکون تھا، ازلی سکون۔۔۔

ختم شد